

الاسمعداد و التوسل

عالم ربانی عارف حقانی حضرت مولانا محمد صالح نقشبندی مجددی رحمہ اللہ

المتوفی
اگست ۱۹۵۹ء

المولود
۱۸۶۹ء اندازاً

المدفون
میتراں والی (سیالکوٹ)

جلد حقوق محفوظہ

بیت الاحیاء
مکتبہ المدینہ

بیت الاحیاء
مکتبہ المدینہ

جاء الحق وحق الباطل ان الباطل كان زهوقا
حنفی مذہب فی مشرب کے صحیح عقائد کی کتابوں کا مجموعہ

بِذِّیَارِ سُولِ اللہِ چہارم

اعنی

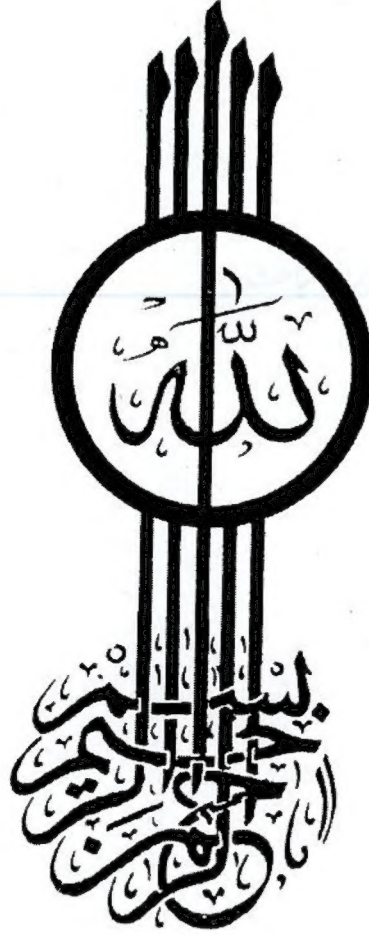
الاستعداد والتوسل

اس میں امداد و توسل کے معرکہ الارامیہ پر چار اصولوں سے شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے (۱) قرآن مجید (۲) احادیث صحیحہ (۳) قیاس (۴) اجماع اُمت علاوہ اس کے منکرین کے مشہور و معروف اعتراضوں کے جواب بھی عقلی و نقلی دلائل دیئے گئے ہیں۔ اگر منکر عقل سلیم سے اس کتاب کا مطالعہ کرے گا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے تمام شکوک و شبہات جاتے رہیں گے

شبہات جاتے رہیں گے

۳۷۶ھ
۱۹۵۷ء

مصنف: مولانا محمد صالح بن مولانا امیت علی مجددی دہلوی
مستزاد: مولانا ضلع بیالکوت پٹوہ
بیت الاحیاء مکتبہ المدینہ



أرمغان تهنیت میلادِ مصطفیٰ ﷺ ۱۴۲۷ هجری

عبدالمصطفیٰ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

فہرست

۹	کتاب اور اُس کے مصنف کا تعارف
۱۵	پیشکش
۱۶	الاستمداد والتوسل
۱۹	مبادیات
۱۹	استمداد والتوسل کے متعلق بعض ابتدائی مباحث
۱۹	توسل، استمداد و استغاثہ کے معنی
۲۱	مجاز اور حقیقت کے دلائل
۲۸	توسل بالغیر کی قسمیں
۲۸	حکم اقسام مذکور
۲۹	استغاثت کی جائز و ناجائز صورتیں
۳۱	استغاثت و استمداد متنازعہ فیہ
۳۲	استدلال مخالفین
۳۷	مشرکوں کا بتوں کو وسیلہ بنانا
۳۹	بحث مجاز
۴۰	استمداد والتوسل کے دلائل مؤیدہ
۴۲	امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول استمداد کی تائید میں
۴۵	اللہ تعالیٰ کا نعمتیں عطاء کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ شریک کرنا
۴۵	اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو اپنے کاموں میں شریک کرنا
۴۶	اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنے میں جبریل علیہ السلام اور صالحین کو شریک فرمانا
۴۶	اللہ تعالیٰ کا اپنے ساتھ دوستی میں رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو شریک کرنا
۴۷	مطلق استمداد و امداد کی مشروعیت کی تائید احادیث سے

- ۴۹ ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے استغاثہ کیا
- ۴۹ سائل کو جھڑکنے کی نہی سے استمداد کے جواز پر استدلال
- ۵۰ شرک کی تشریح
- ۵۲ شرک کی تشریح اور معیار
- ۵۴ توسل و استمداد کی اقسام اور ان کی تشریح
- ۵۴ خدمت والدین، پاک دامنی اور ادائے حق کے توسل سے قبولیت دعا
- ۵۶ عبادت صبح و شام سے استعانت کرنا
- ۵۶ سحری اور قیلولہ سے استعانت کرنا
- ۵۷ عورتوں کی سادہ پوشی سے استعانت کرنا
- ۵۷ صبر اور نماز کے توسل سے امداد طلب کرنا
- ۵۸ توسل بالجہ
- ۵۸ حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت محمد ﷺ کے توسل سے مغفرت چاہنا
- ۵۸ ایک اندھے صحابی ﷺ کا آنحضرت ﷺ کے توسل سے بینا ہو جانا
- ۶۲ دعا میں حق سائلین سے توسل کرنا
- ۶۳ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فقراء مہاجرین کے توسل سے دعا کرنا
- ۶۴ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کا توسل
- ۶۴ بارش کے لئے حضور ﷺ سے طلب امداد
- ۶۵ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے توسل پر مہر تصدیق ثبت فرمانا
- ۶۵ حضرت عمر بن الخطاب ﷺ کا آنحضرت کے چچا حضرت عباس ﷺ کے توسل سے دعا کرنا
- ۶۶ چیونٹی کے توسل سے دعا کا قبول ہونا
- ۶۷ توسل بالدعا
- ۶۷ بزرگان دین کی حیات و ممات میں توسل جائز ہے
- ۶۸ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ توسل کے قائل ہیں
- ۶۹ روضہ پاک میں توسل کا مشروع طریقہ
- ۶۹ ایک مشہور اعتراض کا جواب

- ۷۰ آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کا توٹل
- ۷۱ یہودیوں کا آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کے توٹل سے فتح و نصرت طلب کرنا
- ۷۱ حضرت ﷺ کے نام کی برکت سے درندوں کا ایذا نہ دینا
- ۷۲ میدان جہاد میں توٹل بالنبی ﷺ کا کرشمہ
- ۷۲ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام سے توٹل کرنا
- ۷۳ ایک اعرابی کا آنحضرت ﷺ کے زور و آپ کو وسیلہ قرار دینا
- ۷۴ وفات کے بعد آنحضرت ﷺ سے توٹل اور اس کی قبولیت
- ۷۴ بزرگان دین کا اپنی قبروں میں پڑے پڑے امداد فرمانا
- ۷۵ شیخ احمد بن زروق مغربی کا قول کہ میں اپنے پکارنے والے کی مدد کروں گا
- ۷۶ علامہ شامی علیہ الرحمہ کا قول نداء و استدعاء کی تائید میں
- ۷۶ سید محمد غمری رحمۃ اللہ علیہ کو نداء کرنے کا واقعہ
- ۷۷ خاصان حق سے اُن کی حیات میں مدد مانگنے کا ثبوت
- ۷۷ آنحضرت ﷺ بفضل خدا ہر سائل کا سوال پورا کر سکتے ہیں
- ۷۹ ایک صحابی نے دنیا میں آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کیا
- ۷۹ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا استعانت فرمانا
- ۷۹ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک غلام سے مدد مانگنا
- ۷۹ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قبائل عرب کو مدد دینا
- ۸۰ غیر اللہ سے استدعاء کے جواز کا ثبوت
- ۸۰ حضرت عمرؓ نے صد ہا میل سے مجاہدین کو مدد دی
- ۸۲ حضرت عمرؓ نے مدینے میں بیٹھے اپنی روحانیت سے اہل مصر کی مدد کی
- ۸۳ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مقالہ اولیاء اللہ کے مسافت بعیدہ سے امداد فرمانے کے اثبات پر
- ۸۷ حضرت المجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریر سے گراں قدر سبق
- ۸۸ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اپنے مستدین و معتقدین کو مدد پہنچانا
- ۸۹ اہل اللہ کے تصرفات اور خدا داد اختیارات
- ۸۹ کیا انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے اعانت کے لئے پیدا کیا ہے یا نہیں؟

- ۹۰ ابدال اقطاب اوتا دو نجباء
- ۹۰ قرون مشہود لہا بالخیر میں اور اس کے بعد ابدال کا وجود
- ۹۲ ابدال کی تعداد اور جائے قیام اور ان کے فیوض و برکات
- ۹۶ غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بزرگی تمام اولیاء اللہ پر
- ۹۷ اولیاء اللہ کا تصرّف
- ۹۷ قرب نوافل
- ۹۸ اولیاء کرام میں تکوین اور کن فیکون کی طاقت
- ۱۰۰ اولیاء اللہ کو تصرّف کی طاقت عطا ہونا
- ۱۰۰ نیک روحیں ان فرشتوں میں جاتی ہیں جو مَدَحِ عالم ہیں
- ۱۰۱ تائید اول از شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۰۲ تائید دوم از امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ
- ۱۰۳ تائید سوم از حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہ
- ۱۰۴ حضرت جعفر بن ابی طالب ؑ کا فرشتوں کے ساتھ دنیا میں آنا
- ۱۰۵ شہیدوں کی اعانت اپنے متعلقین کو
- ۱۰۵ شہداء کا شعور و اذراک
- ۱۰۶ اولیاء اللہ کے تصرّفات افعال الہیہ ہیں
- ۱۰۷ اولیاء اللہ کی کرامات نبی ﷺ کے معجزات ہیں
- ۱۰۸ ایک شہید نو جوان نے اپنے ماں باپ کو سلام کیا
- ۱۰۸ دو شہید اپنے بھائی کے نکاح میں شامل ہوئے
- ۱۱۰ چند شہیدوں کی ملاقات اپنے ایک زندہ رفیق سے
- ۱۱۱ انبیاء علیہم السلام کی دعوات مستجابہ
- ۱۱۲ حضرت ﷺ کا فریادرس ہونا، جانوروں کا آپ ﷺ سے فریاد کرنا
- ۱۱۴ انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام و صلحاء عالی مقام سے غائبانہ استمداد کرنے کا جواز
- ۱۱۵ اولیاء اللہ کی برکت سے عذاب کا ٹلنا فتح پانا، بادلوں کا آنا
- ۱۱۶ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اولیاء اللہ کو ندا اور ان سے استمداد جائز ہے

- ۱۱۷ شیخ شہاب ربلی انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے مدد مانگنا جائز ہے
- ۱۱۷ مردہ کی مدد زندہ کی امداد سے زیادہ قوی ہے
- ۱۱۸ انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے براہ راست مدد مانگنا
- ۱۱۹ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ کو ندائے غائبانہ کر کے مرض فالج سے شفا پائی
- ۱۱۹ گم شدہ اونٹوں کی بازیافت یا غوث اعظم پکارنے سے
- ۱۲۰ غوث پاک کو پکار کر ڈاکوؤں کے ہاتھ سے رہائی پانا
- ۱۲۲ حضرت نجم الدین علیہ الرحمہ کا امام رازی کو غائبانہ امداد دینا
- ۱۲۲ چند قصائد و اشعار بمضمون ندائے غائبانہ
- ۱۲۷ وظیفہ یا شیخ عبدالقادر شہینا للہ کے جواز کی تحقیق
- ۱۲۷ خود منکرین شہینا کہنے کے مرتکب ہیں
- ۱۲۸ علامہ خیر الدین ربلی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ دربارہ جوازیہ شیخ عبدالقادر راح
- ۱۲۹ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نزدیک وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا جواز
- ۱۳۰ وظیفہ یا گیلانی شہینا للہ
- ۱۳۱ شیخ شہاب الدین شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول
- ۱۳۱ محبت رسول اللہ ﷺ آپ کی زیارت کر سکتا ہے اور آپ سے ہم کلام ہو سکتا ہے
- ۱۳۷ خود بعض اکابر و ہابیہ کا پاؤں استمداد کے پھندے میں
- ۱۳۷ نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد کی غیر اللہ سے غائبانہ استمداد
- ۱۳۸ نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھوپالی کا رسول اللہ ﷺ سے امداد مانگنا
- ۱۳۸ مولوی محمد عثمان غیر مقلد کا رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگنا
- ۱۳۹ استمداد باولیاء اللہ و استتعا انت بہ اہل القبور
- ۱۴۰ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتوے دربارہ جواز استمداد باولیاء
- ۱۴۰ فتویٰ اول استمداد اور بت پرستی میں فرق
- ۱۴۵ فتویٰ دوم استمداد بدعت حسنہ ہے
- ۱۴۶ فتویٰ سوم جواز استمداد میں
- ۱۴۷ فتویٰ چہارم بتوں کے اور بزرگوں کے توسل میں فرق

- ۱۳۷ فتویٰ پنجم اولیاء اللہ سے امداد کا مانگنا عین اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے
- ۱۳۹ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ دربارہ استمداد
- ۱۵۰ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تحقیق دربارہ استمداد
- ۱۵۲ مولوی اشرف علی تھانوی کا فتویٰ دربارہ جواز استمداد
- ۱۵۳ براہ راست انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنا
- ۱۵۵ اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کا فائدہ
- ۱۵۶ اہل روم کا حضرت ابویوب انصاری ؓ کی قبر سے مدد مانگنا
- ۱۵۸ استیفاء از قبور الاولیاء اور زیارت قبور اولیاء کا طریقہ
- ۱۵۸ طریقہ استمداد
- ۱۶۰ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کا فیض
- ۱۶۰ حضرت دانیال علیہ السلام کے تابوت سے توسل
- ۱۶۰ حضرت یوسف ؑ کے تابوت کی برکت
- ۱۶۱ حضرت ابراہیم ؑ کا قبر سے نکل کر مسائل کیلئے دعا کرنا
- ۱۶۱ روضہ رسول سے امداد مانگنا
- ۱۶۷ عام موتی کے لئے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی مزاروں کے پاس دفن ہونے کی برکت
- ۱۶۷ شیخ جمال موصلی کی آرزو روضہ مقدسہ کے پاس دفن ہونا
- ۱۶۸ منکرین استمداد کا مولانا روم کی مثنوی سے استدلال اور اس کا جواب
- ۱۷۰ فوت شدہ بزرگان دین کی قبور سے استمداد اور اس کی اجابت کے واقعات
- ۱۷۰ نداء الاولیاء کا جواز
- ۱۷۰ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا روضہ رسول ﷺ پر جا کر اپنے مصائب کی شکایت کرنا
- ۱۷۱ قبور اکابر سے استیفاء جمہور کے نزدیک مشروع ہے
- ۱۷۱ تشفع و توسل ائمہ دین کا معمول ہے
- ۱۷۲ حضرت ابویوب انصاری ؓ کی قبر پر اہل روم استمداد و استیفاء کرتے ہیں
- ۱۷۲ اہل اللہ کی قبر پر منہ رکھنے کا ثبوت
- ۱۷۳ انبیاء علیہم السلام کے مزارات سے استعانت عام شائع ہے

- ۱۷۳ اہل اللہ کی قبر سے فیض حاصل کرنا
- ۱۷۴ استمداد قبور پر ایک جامع تقریر
- ۱۷۵ استمداد و توسل کے متعلق قول فیصل
- ۱۸۱ ایک اعرابی کو روضہ مبارک سے مغفرت کی بشارت
- ۱۸۳ روضہ مبارک سے بشارت مغفرت کی دوسری نظیر
- ۱۸۳ روضہ مبارک سے نزول باران کی بشارت
- ۱۸۴ روضہ مبارک کے توسل سے بارش برس گئی
- ۱۸۶ ایک مہمان نے روضہ مبارک سے غیبی ضیافت پائی
- ۱۸۸ مدینہ کے مہمانوں کو آنحضرت ﷺ نے کھانا پہنچانے کے لئے خواب میں ہدایت کی
- ۱۸۸ ایک درویش کا سوال اور روضہ پاک سے اجابت
- ۱۸۹ آنحضرت نے روضہ مقدسہ سے اپنا ہاتھ نکال کر غوث اعظم ﷺ سے مصافحہ کیا
- ۱۸۹ حضرت امام احمد بن حنبل نے قبر سے نکل کر حضرت غوث اعظم سے مصافحہ کیا
- ۱۹۰ ایک مریض کو روضہ پاک پر عرض کرنے سے شفاء حاصل ہوئی
- ۱۹۰ روضہ پاک پر دو مظلوموں کی فریادری
- ۱۹۰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں ایک مظلوم کی آنکھیں درست کر دیں
- ۱۹۱ خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ظالم کو دفع فرمایا
- ۱۹۲ حضرت خواجہ ضیاء معصوم علیہ الرحمہ کا ایک چشم دید واقعہ
- ۱۹۲ روضہ پاک کے پاس دعا کرنے سے ایک رات کے اندر قرض کی رقم مل گئی
- ۱۹۳ ایک بھوکے نابینا کو روضہ پاک پر شکایت کرنے سے روٹی ملی
- ۱۹۳ روضہ پاک پر فریاد کرنے سے شیطان دفع ہوا
- ۱۹۴ ندائے یا محمد سے بکریاں موٹی ہو گئیں
- ۱۹۴ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار پر ایک مظلوم کی دادری
- ۱۹۵ حضرت دانیال علیہ السلام کے جسم سے توسل
- ۱۹۶ قبولیت دعا کی تریاق بزرگوں کی قبریں ہیں
- ۱۹۸ منکرین استمداد کے بعض مشہور اعتراض اور ان کے جواب

۲۰۳	اولیاء اللہ اور بتوں سے امداد مانگنے میں فرق
۲۱۹	استعانت کا صحیح مفہوم
۲۲۱	قبور کے متعلق متفرق مسائل
۲۲۱	عرس
۲۲۱	عرس کا جواز احادیث سے
۲۲۲	عرس کے جواز میں علمائے محدثین کے فتاوے
۲۲۲	مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ
۲۲۲	شیخ عبدالحق محدث علیہ الرحمہ دہلوی کا فتویٰ
۲۲۲	مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ
۲۲۴	عرس پر اجتماع کا فائدہ
۲۲۴	تخصیص روزِ عرس
۲۲۵	بوسہ قبور
۲۲۶	طواف قبور
۲۲۷	قبروں کو سجدہ کرنا
۲۲۸	حضرت معاذ صحابی رضی اللہ عنہ کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا
۲۲۸	قبروں پر گانا بجانا اور مجالسِ قوالی کرنا
۲۳۰	قبروں پر چراغ جلانا
۲۳۱	قبروں پر غلاف وغیرہ چڑھانا
۲۳۱	قبرستان میں خورد و نوش
۲۳۱	بزرگوں کی قبروں پر نذریں اور چڑھاوے چڑھانا
۲۳۲	اولیاء اللہ کی قبروں کی حفاظت کرنے والوں کو نذریں دینا
۲۳۳	قبر کے مصارف کے لئے کچھ وقف کرنا
۲۳۳	قبروں وغیرہ کی متعلقہ نذر کا ایفاء کرنا
۲۳۴	خاتمۃ الکتاب
۲۳۴	دعا بدرگاہ رب العالمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

کتاب اور اُس کے مصنف کا تعارف

اپنی بڑائی اور اقتدار کی خواہش نفسِ انسانی کی فطرت میں داخل ہے۔ حالات اگر سازگار ہوں تو یہ اَنَارْبُکُمْ اَلَا عَلٰی کا اعلان بھی کر دیتا ہے۔ اقتدار کی اس حرص سے کوئی بچا نہیں عالم ہو یا حاکم، کاریگر ہو یا تاجر، محدث ہو یا مُفْتِر، فقیہ ہو یا مُتکَلِّم سب اس میں مبتلا ہوتے ہیں اِلَّا مَا شَاءَ اللہ تعالیٰ۔ نفس کے اس اور اس قبیل کے دیگر امراض کا علاج اس کا تزکیہ و تصفیہ ہے۔ نفسِ انسانی کی ان خرابیوں کی اصلاح و تزکیہ کے عربی نام فقر، درویشی، تھوَف اور احسان ہیں۔ تزکیہ واد۔ نفس ہی دین کی حقیقی روح ہے۔ شریعتِ مطہرہ کی تکمیل میں طریقت اور اس کے تمام لوازمات خادمانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے بغیر دین بے جان یا نیم جان جسم کی مانند ہے۔ دین کی یہ روح اہل کمال اولیائے کرام کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے۔ ان نفوسِ قدسیہ سے بے نیازی اور بے پروائی سے انسانِ اوشیطان کا آلہ کار بن کر خود بھی تباہ ہوتا ہے اور اوروں کی بربادی کا باعث بھی بنتا ہے۔

اسلام کی پوری تاریخ کا مطالعہ کر لیجئے تو آپ پر یہ حقیقت آشکار ہوگی کہ جن مصلحین نے اُمت کی رہنمائی کا مقدس فریضہ سرانجام دیا وہ سب ایسے افراد تھے جنہوں نے شیخِ کامل کا دامن مضبوطی سے تھاما۔ اپنے آپ کو کامل طور پر ان کے حوالے کیا۔ رشد و ہدایت کا زریں سلسلہ ایسے ہی افراد کے دم قدم سے باقی ہے۔ اور قیامت تک رہے گا۔ ان کے برخلاف جن حضرات نے باطن کے تزکیہ و تصفیہ کو نظر انداز کیا تھوَف و احسان کے ذریعے اپنے باغی و سرکش نفوس کی اصلاح کا سامان پیدا نہ کیا وہ اگرچہ علم و فضل کے چاند و سورج بنے۔ نادر روزگار، ذہن رسا، احاذِ طبیعت اور بے مثل قوتِ حافظہ کے حامل ٹھہرے لیکن وہ لغزشوں سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے۔ اُن کی زبان و قلم کی گستاخیوں اور بے باکیوں سے اولیاء و انبیاء تو کجا خود ذاتِ باری تعالیٰ بھی نہ بچ پائی۔ وہ خود تو گمراہ تھے ہی اسلامی معاشرہ میں گمراہی کے ایسے جراثیم چھوڑ مرے جن کی زہرناکیوں کے اثرات سے اسلامی معاشرہ کے سادہ لوح افراد آسانی سے متاثر ہو کر اپنی دنیا و عاقبت کی بربادی کا سامان پیدا کرتے رہے۔ اُمتِ مرحومہ کے ایسے نامبارک افراد میں ایک نام علامہ ابنِ تیمیہ کا ہے۔ علم کی وسعت، ذہن کی رسائی، حفظ، استدلال، زہد و ورع، ذکاوت، بے باکی اور بے خوفی وغیرہ اوصاف میں اس کے ہم عصروں میں اُن کا ثانی نہ تھا۔ لیکن اُنہوں نے کسی شیخِ طریقت کی صحبت اختیار نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ راہِ راست سے ہٹ گئے۔ خود جنہی مذہب کے پیروکار تھے۔ علم کے پندار نے خود سری پیدا کی اپنے امام سے اختلاف کیا پھر دیگر ائمہ کرام کا تخطیہ کیا۔ اور بہت سے مسائل ایسے بیان کئے جن میں اُنہوں نے جمہورِ اُمت کا مسلک چھوڑا اور اجماعِ اُمت کا لحاظ نہ کیا۔ شیخِ طریقت علامہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شخصیت پر جامع تبصرہ یوں فرمایا ہے:

تاتاریوں نے خلافتِ اسلامیہ کو برباد کیا اور علامہ ابن تیمیہ نے سوادِ اعظم اور اجماعِ اُمت کی قدر و منزلت کی دھجیاں اڑا دیں۔

(علامہ ابن تیمیہ اور اُن کے ہم عصر علماء، صفحہ ۱۰۲)

ان کی یہی خرابی ان کی تمام تر خوبیوں کو لے ڈوبی۔ اُمت کے سوادِ اعظم سے کٹ کر نئی ذیلی بجانے لگے، خود گمراہ ہوئے اوروں کے دین کو برباد کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلافِ کرام ان سے بے زار بلکہ متغیر تھے۔ جمہورِ اُمت سے ان کے اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ اِسْتِمداد و تَوَسُّل کا بھی ہے، جو انہوں نے اپنی کتاب ”زیارتِ قبور“ میں بیان کیا ہے۔ اس مسئلہ میں ان کی تردید میں لکھی گئی کئی ایک کتابوں سے ایک زیرِ نظر کتاب بھی ہے۔ اس کا اندازِ علمی ثقاہت کا حامل ہے۔ سب و شتم جو اس قبیل کی کتابوں کا ایک خاصہ ہے الحمد للہ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں اپنے دامن کو اس سے پاک رکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

کتاب ہذا کے مصنف حضرت مولانا ابوالبشر محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اپنے دور کے جلیل القدر عالمِ دین اور عظیم المرتبت شیخِ طریقت تھے۔ ابوالبشر کنیت اپنے اکلوتے بیٹے محمد بشیر کی وجہ سے تھی۔ آپ شعر بھی کہتے تھے، تَخْلُص صوفی تھا ضلع سیالکوٹ کے ایک قصبہ میترال والی میں پیدا ہوئے۔ حتمی سنِ پیدائش معلوم نہیں ہو سکا اندازہ ہے کہ انیسویں صدی کے ربعِ ثالث میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ اپنے نام کے ساتھ علوی بھی لکھتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدارضی اللہ عنہ کی غیر فاطمی اولاد سے تھے۔

اُن کے والد کا نام مولانا مست علی تھا جو عظیم عالم و عارف تھے۔ اور دادا کا نام مولانا شیخ احمد نادر قادری تھا۔ مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد سے بڑی عقیدت تھی وہ اُن کا نام بڑی عقیدت سے درج ذیل القاب کے ساتھ کرتے ہیں:-

مظہر الطاف حقانی، مصدرِ معارفِ صمدانی، زبدۃ واصلین، عمدۃ کالمین، ماہرِ علومِ شرعیہ، واقفِ فنونِ اصلیہ و فرعیہ، عالمِ عامل، واعظِ خوشِ تقریر، ناصحِ سراپا تاثیر حضرت مولانا مولوی مست علی حنفی نقشبندی مجددی قادری چشتی مرحوم و مغفور سَقَى اللہُ ثَرَاهُ وَ جَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ۔
(تحفہ حنفیہ، صفحہ ۵، مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ)

حضرت مولانا مست علی رحمۃ اللہ علیہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ نور محمد تیراہی، ثم چوراہی قدس سرہ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے۔ سلوکِ طریقت کے بعد ان سے اور اُن کے جانشین حضرت خواجہ خواجگان شیخ فقیر محمد چوراہی سے خرقہ و خلافت سے نوازے گئے۔

۱۔ حضرت مصنف نے لکھا ہے کہ راقم الحروف کے والد ماجد کی کرامات اور دیگر حالات علیحدہ اولیاء اللہ کے زمرہ میں شائع کئے جائیں گے۔ راقم الحروف کی نظر سے ان کے حالات و کرامات نہیں گزرے معلوم نہیں چھپ سکے یا نہ۔

مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ابھی ساڑھے تین برس تھی کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ خود تحریر فرماتے ہیں:
جب یہ فقیر پر تفصیر قلیل البھاعت قصیر الاستطاعت ساڑھے تین برس کا تھا تو اللہ تعالیٰ نے میرے سر سے والد ماجد کا سایہ
جو ایک بڑی رحمت اور نعمت عظمیٰ ہوتا ہے اٹھالیا۔
(تحفہ حنفیہ، صفحہ ۵)

آپ اور آپ کے بڑے بھائی جن کا نام مولانا محمد صادق تھا یتیم رہ گئے۔ تربیت کا بوجھ آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کے کندھوں
پر آن پڑا جنہوں نے پوری تندہی سے اپنے بچوں کی پرورش کی۔ ان کی کوششوں اور دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آپ کا یہ فرزند علم و عرفان کے مقام
ارفع پر فائز ہوا۔ مخلوق خدا اس سے فیض یاب ہوئی۔ آپ کے برادر بزرگ مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ جوانی ہی میں راہی ملک عدم ہو
گئے۔

جب آپ کی عمر پانچ برس ہوئی تو آپ قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ قرآن مجید اپنے والد ماجد کے بڑے بھائی مولانا مولوی امیر علی
صاحب سے پڑھا۔ اس کے بعد آپ دیہاتی سکول کی پہلی جماعت میں داخل ہوئے۔ آپ پانچویں جماعت میں پڑھتے تھے کہ آپ کے
تایا جان مولانا امیر علی مرحوم آپ کو اور آپ کے برادر بزرگ مولانا محمد صادق کو لے کر آپ کے والد ماجد کے شیخ طریقت کے پاس سلسلہ
شریفہ میں داخل کرانے کے لئے جوڑہ ضلع گوجرانوالہ لے گئے۔ جہاں خواجہ خواجگان حضرت شیخ فقیر محمد چوراہی قدس سرہ تشریف
فرماتے تھے۔ آپ سے بیعت کی اسناد عا کی گئی آپ نے درخواست منظور فرمائی اور تحلیہ میں بٹھا کر بیعت مسنونہ سے بہرہ مند کیا۔ اور روحانی
تربیت کے لئے عارف کامل حضرت خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا جو شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ
باولی شریف کے فرزند اصغر چڑھدے والے پیر صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ کی بیعت ثانی آپ سے تھی اور ان
ہی سے آپ نے خرقہ خلافت پایا تھا۔

آپ نے انگریزی تعلیم سکول و کالج میں حاصل کی۔ آپ خود تحریر فرماتے ہیں:
گو ان دنوں میں انگریزی تعلیم کے درپے تھا لیکن انگریزی تعلیم سے میرے خیالات میں کسی طرح کا تغیر و تبدل نہ ہوا اور نہ
میرے پاؤں صراطِ مستقیم سے ڈگمگائے۔ جیسا کہ آج کل انگریزی خوانوں کا حال تجربہ دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ میں تو سیدھا سادہ
پرانی وضع قطع کا مسلمان ہوں اور ان شاء اللہ تادم واپس اسی سیدھے راستے پر رہوں گا۔
(تحفہ حنفیہ، صفحہ ۸)

۱۔ راقم الحروف نے منہاج القبول، تحفۃ الاحباب، اور ندائے یار رسول اللہ کے دیباچوں میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے والد ماجد کی وفات کے وقت
آپ کی عمر تین برس تھی کی جو اسی مصنف کی کتاب پردہ پر پروفیسر آفتاب احمد نقوی رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائیہ سے منقول تھی درست نہیں، درست یہ ہے کہ آپ کی
عمر اُس وقت ساڑھے تین برس تھی کیوں کہ خود حضرت مصنف قدس سرہ نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔

سکول و کالج میں آپ نے فلسفہ اور سائنس کے مضامین پڑھے لیکن اپنے پاکیزہ خاندانی ماحول اور اپنے مرہدِ کریم کی تعلیم و تربیت کے باعث ان کے بُرے اثرات سے محروم رہے، چنانچہ خود کہتے ہیں:

﴿الغرض میرے خیالات میں فلسفہ اور سائنس سے تغیر نہ ہونے کا اصلی سبب محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور والدِ ماجد صاحبِ مرحوم اور برادرِ مولوی محمد صادق مرحوم کی باطنی توجہ اور سلسلہء پاک کی برکت اور جناب زبدۃ العارفین عمدة الواصلین کی روحانی امداد سے ہوا﴾ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۸، ۹)

انگریزی تعلیم آپ نے اپنے چچا ڈاکٹر صوبیدار فیض احمد خان آنریری مجسٹریٹ کی امداد و اعانت سے حاصل کی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ نے لاہور آکر ۱۸۹۶ء میں ملازمت اختیار کی۔ مختلف دفاتروں میں آپ نے ملازمت کے فرائض انجام دیئے۔

آپ کو اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ خواجگان شیخ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ ملاحظہ ہو کس عقیدت سے آپ ان کا ذکر خیر فرماتے:

حضرت مخدوم عالم و عالمیان، مجمع بحرین علم و عرفان، محرم اسرار ایزد مٹان، صاحبِ سجادہ حضرت غوث العالمین، وارث الانبیاء والمرسلین، جدید زمان، شبلی دوران، مجدد العصر سیدنا مولانا و مرشدنا فقیر محمد المعروف باباجی صاحبِ لیاظوی مدظلہم العالی و دامت برکاتہم العالیہ الی یوم النشور (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۸)

اپنے شیخ کے وصال کے بعد ان کی شانِ ارفع میں ایک قصیدہ بھی نظم فرمایا جو چھتیس اشعار پر مشتمل ہے۔

سکول کالج کی مروجہ تعلیم سے فراغت اور ملازمت کے حصول کے بعد آپ دینی علوم کے حصول کی جانب متوجہ ہوئے، دفتری اوقات سے فراغت کے بعد آپ نے مختلف علمائے کرام سے دینی علوم بڑی توجہ اور محنت سے حاصل کئے، اپنی دینی تعلیم کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں:

دورانِ ملازمت میں لاہور کے چیدہ چیدہ علماء و فضلاء سے عربی فارسی کی کُتب متداولہ پڑھتا رہا۔ گو میں نے کئی دفاتروں میں ملازمت کی لیکن اس شغل کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ الحمد للہ تھوڑے عرصے میں تمام فقہ و احادیث اور تفسیر کی کتابوں کو عبور کر لیا۔ پھر پنجاب و ہندوستان کے نامی گرامی علماء و فضلاء کی خدمت میں وقتاً فوقتاً جا جا کر علمی دقیق اور بعید از فہم مسائل کی تحقیق و تدقیق کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ میرے تمام شبہات اور اعتراضات و اشکال رفع ہو گئے (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۰، ۱۱)

اس دوران آپ نے کن کن علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، کہاں کہاں اور کن کن سے علمی استفادہ فرمایا ان کے نام تا حال معلوم نہیں ہو سکے۔ لاہور جہاں آپ کی ملازمت تھی ہر زمانہ میں علماء و فضلاء کا مرکز رہا ہے۔

دینی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ تبلیغ دین کی طرف متوجہ ہوئے۔ وعظ و تقریر کے شعبہ کی بجائے آپ نے تالیف و تصنیف کی جانب توجہ فرمائی۔ اس میدان میں آنے کی وجہ آپ یوں بیان فرماتے ہیں:

بسا اوقات میرے دل میں یہ خیال موجزن ہوا کرتا تھا کہ تبلیغ احکام کرنا بھی ضرور چاہئے۔ چوں کہ ملازمت کی پابندی سے زبانی وعظ وغیرہ تو ہو نہیں سکتا تھا اس لئے کئی رات دن اس سوچ بچار میں گزر گئے آخر القائے نبی سے تصنیف و تالیف کی طرف میلان طبع ہوا۔ اور یہ کام نہایت مستحسن تھا۔

(تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۱)

آپ نے کثیر تعداد میں تصانیف یادگار چھوڑیں۔ فقیر راقم الحروف نے ﴿منہاج القبول فی آداب الرسول﴾ اور ﴿تحفۃ الاحباب فی مسئلۃ ایصال الثواب﴾ کے تعارف میں ۳۲ ﴿نداء یارسول اللہ مع زیارت قبور﴾ کی تقدیم میں ۳۴ تصانیف کے نام درج کئے ہیں۔ کتاب ہذا کے آخر میں حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چند مزید تصانیف کے نام درج کئے ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

۱..... نور مجسم۔ ۲..... بشریت رسول ﷺ۔ ۳..... اختیارات و تصرّفات رسول ﷺ۔

۴..... معراج رسول ﷺ۔ ۵..... شفاعت رسول ﷺ۔ ۶..... فضائل درود۔

۷..... عید میلاد۔ ۸..... حب رسول ﷺ۔ ۹..... حب خدا عزوجل۔

۱۰..... مواعظ الصالحین۔ ۱۱..... فضائل علم۔ ۱۲..... حقوق والدین۔

۱۳..... حقوق میاں بیوی۔ ۱۴..... حقوق اولاد۔ ۱۵..... احکام شادی و غمی۔

۱۶..... احکام حلال و حرام۔ ۱۷..... تذکرۃ الموتی والقبور۔ ۱۸..... إعجاز قرآن۔

۱۹..... فضائل حفظ قرآن۔ ۲۰..... نزول قرآن۔ ۲۱..... ہمدردی۔

۲۲..... تاثیر صحبت۔ ۲۳..... حالات قیامت۔ ۲۴..... فضائل صحابہ۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر خطاب،

حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

۲۵..... فضائل امہات المؤمنین۔

اس طرح آپ کی ۵۹ تصانیف کے نام معلوم ہو سکے جن میں چند ایک جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں طبع ہوئیں خال خال قدیم کتب خانوں میں ملتی ہیں، اندازہ ہے کہ باقی جو طبع نہ ہو سکیں زمانہ کی دستبرد کا شکار ہو گئیں۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَاَن۔

ان کتابوں کی افادیت کے پیش نظر ادارہ مظہر علم لاہور، جہلم، میرپور کے روح رواں دامت برکاتہم القدسیہ کے زیر اہتمام اب تک یہ کتابیں چھپ چکی ہیں:

۱..... منہاج القبول فی آداب الرسول ﷺ۔

۲..... تحفۃ الاحباب فی مسئلۃ ایصال الثواب۔

۳..... ندائے یار رسول اللہ ﷺ مع زیارت قبور۔

اسی مصنف کی چوتھی کتاب ﴿الاستمداد والتوسل﴾ اب چھپ رہی ہے۔ یہ کتاب درحقیقت علامہ ابن تیمیہ کے باطل نظریات کی تردید میں لکھی گئی ہے۔ جب سے حجاز مقدس میں نجدیوں نے اپنا تسلط جمایا ہے، علامہ ابن تیمیہ اور ابن عبد الوہاب کے زہریلے نظریات کو سرکاری سرپرستی میں بھرپور انداز سے پورے عالم اسلام میں پھیلا یا جا رہا ہے جو کتاب ان نظریات کے مطابق نہ ہو اس ملک کی حدود میں اس کی خرید و فروخت، طباعت و اشاعت اور داخلے پر پابندی ہے۔ متحدہ ہندوستان میں مولانا اسماعیل دہلوی بھی انہی نظریات کے اولین داعی تھے جن کی معنوی اولاد موسم برسات کے حشرات الارض کی طرح مملکتِ خداداد پاکستان میں روز بروز زُور و بترقی ہے۔ اس طرح کی سنجیدہ علمی کتاب کی طباعت و اشاعت وقت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کے سرپرست اور روح رواں دامت برکاتہم العالیہ کو اپنے مقاصدِ حسنہ میں کامیاب و کامران فرمائے۔ انہیں اور دیگر خدام کو دنیا و آخرت میں اپنی رحمتوں کے سایہ میں رکھے۔

کتاب کے دستیاب مطبوعہ ایڈیشن میں کتابت اور طباعت کی اغلاط کثرت سے ہیں بعض مقامات پر عربی فارسی عبارات کے تراجم وغیرہ کی غلطیاں بھی ہیں جن کو حتی الامکان درست کر دیا گیا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَسَلَّمَ۔

محمد علیم الدین نقشبندی عفی عنہ

۲/ مارچ ۲۰۰۶ء

پیشکش

اس دربار رسالت میں جہاں صدیقین و مقربین اپنے صدق و تقرب کی بھاعتِ شمیمہ بطور پیشکش لئے کھڑے ہیں، جہاں اقطاب و ابدال اپنے عرفان و یقین کا متاع گراں مایہ بطریقِ نذرانہ لائے ہیں، جہاں شہداء و صالحین اپنی صلاح و سعادت کا سرمایہ و فراواں ثمار کر رہے ہیں اور زہاد و عباد اپنے تقویٰ و طاعت کی دولت بے پایاں لٹا رہے ہیں، اور وہ سرکارِ نبوت جہاں روئے زمین کے ائمہ و علوم کا علم و فضل خاکِ ضراعت پر جھک رہا ہے، جہاں ربیعِ مسکوں کے شعراء و ادبا کی بلاغت و زباں آوری آستانہء ادب کو چوم رہی ہے، جہاں ہفت اقلیم کے سلاطین کی سطوت و جبروت صفِ فعال میں یونہی ہے، ایک فقیر بے مایہ اور گدائے تہی دست کو نساہد یہ درخورِ حضرت پیش کر سکتا ہے، سوائے اس کے کہ چند اوراق کو بحر و نیاز کے رشتے میں منسلک کر کے اور خجالت و ندامت کے غلاف میں رکھ کر نذر گزارنے کی جرأت کرے اور یوں عرض پیرا ہوں:

زمہ جوری برآمد جانِ عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم
 ﴿ترجمہ﴾ ہجر اور دوری کے باعث دنیا کی جان نگیل جا رہی ہے یا رسول اللہ رحم کی درخواست ہے، رحم کی درخواست ہے۔
 نہ آخر رحمۃ للعالمین! زمحرو ماں چرا فارغ نشینی
 ﴿ترجمہ﴾ کیا آپ آخر رحمۃ اللعالمین نہیں ہیں، اپنے محروم دیدار جانثاروں سے کیوں آپ فارغ بیٹھے ہوئے ہیں۔
 تو ابرِ رحمتی آن بہ کہ گاہے کنی بر حال لب خشکان نگاہے
 ﴿ترجمہ﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کا بادل ہیں بہتر یہ ہے کہ خشک لب مسکینوں کے حال پر نگاہِ کرم فرمائیں۔
 چوں ہولِ روزِ رستا خیر خیزد بآتش آبروئے مانہ ریزد
 ﴿ترجمہ﴾ جب قیامت کے دن کا خوف پڑا ہو تو دوزخ سے ہماری بے عزتی نہ ہو۔
 کند با ایس ہمہ گمراہنی ما ترا اذن شفاعت خواہی ما
 ﴿ترجمہ﴾ کاش ہماری ان تمام گمراہیوں کے باوجود آپ کو ہماری شفاعت چاہنے کی اجازت ہو جائے
 بحسنِ اہتمامت کارِ جامی طفیلِ دیگراں یابد تمامی
 ﴿ترجمہ﴾ جامی کے معاملات آپ کے دوسروں کے طفیل آپ کے حسنِ انتظام سے پورے ہوں۔

ابوالبشیر محمد صالح علوی مجددی

بن حضرت مولانا مست علی مجددی بن مولانا شیخ احمد نادر قادری

مہتر الوالی، براستہ گکھڑ۔ (مغربی پاکستان)

اَلَا سَمِعْتُمْ اِدْوَالَ تَوَسُّلِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَخْتَصَّ اَخَصَّ عِبَادِهِ بِاِعَاثَةِ الْمُسْتَغْنِیْنَ. وَاَخْتَارَ خَیْرَ خَلَائِقِهِ لِاِعَاثَةِ الْمُسْتَغْنِیْنَ. وَالصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْمُصْطَفٰی الَّذِیْ جَاءَ مُعِیْنًا لِّلْمَلْهُوْفِیْنَ. وَمُجِیْبًا لِّلْدَاعِیْنَ. وَهَادِیًّا لِّلْحَائِرِیْنَ. وَنَاصِرًا لِّلْمَظْلُوْمِیْنَ وَعَلٰی اِلٰهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ.

مرحبا سید مکی مدنی العربی دل و جال با وفادانت چہ عجب خوش لقی
﴿ترجمہ﴾ اے مکی مدنی آقا! آپ پر آفرین ہو، جان و دل آپ پر قربان ہوں آپ کتنے اچھے لقب والے ہیں۔
ذات پاک تو کہ در ملک عرب کرد ظہور زان سبب آمدہ قرآن بزبان عربی
﴿ترجمہ﴾ آپ کی ذات پاک نے عرب کے ملک میں ظہور فرمایا اس لیے تو قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا۔
نسبت خود بسگت کردم و بس متعلم زانکہ نسبت بسگت کوئی تو شد بے ادبی
﴿ترجمہ﴾ میں نے اپنی نسبت آپ کے سگ کی طرف کی اس وجہ سے میں بہت شرمندہ ہوں اس لیے آپ کے کوچہ مبارک کے کتے سے نسبت کرنا بھی بے ادبی ہے۔

شب معراج عروج تو گذشت از افلاک بمقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی
﴿ترجمہ﴾ معراج کی رات آپ کا عروج آسمانوں سے برتر تھا، آپ اس مقام تک جا پہنچے جہاں کوئی نبی نہ پہنچا۔
نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را برتر از عالم و آدم توجہ عالی نسب
﴿ترجمہ﴾ بنی آدم کو آپ سے کوئی نسبت نہیں ہے آپ اس عالم اور تمام انسانوں سے برتر ہیں آپ کا نسب مبارک کتنا عالی ہے۔
بر در فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز زنگی و رومی و الوسی یمنی و حلبی
﴿ترجمہ﴾ آپ کے دربار فیض بار پر ہر رنگ، ہر نسل کے انسان خواہ زنگی ہوں، رومی ہوں، الوسی ہوں، یمنی ہوں، حلبی ہوں، نہایت عجز و نیاز سے کھڑے ہیں۔

چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر اے قریشی بقی ہاشمی و مطلبی

﴿ترجمہ﴾ آپ رحمت کی آنکھ وافرمائیں میری طرف نظرِ رحمت فرمائیں، اے قریشی، مکی، اور مطلبی آقا!

نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مُدام زاں شدہ شہرہ آفاق بشیریںِ رطبی
﴿ترجمہ﴾ آپ کے طفیل مدینہ طیبہ کے باغ کی کھجوریں ہمیشہ سرسبز رہتی ہیں، اسی لئے تو وہ میٹھی اور تازہ کھجوروں کی بدولت دنیا بھر میں مشہور ہے۔

عاصیانیم زما نیکسُ اعمالِ مخوا سوئے مارونے شفاعت کن از بے سببی
﴿ترجمہ﴾ ہم گناہ گار ہیں ہم سے نیک اعمال طلب نہ فرمائیں، بغیر کسی سبب کے ہماری طرف شفاعت کا چہرہ فرمادیں۔
من بے دل بجمالِ تو عجب حیرانم اَللّٰہُ اَللّٰہُ چہ جمالست بدیں بوالعجبی
﴿ترجمہ﴾ میں بے اختیار آپ کے جمال کو دیکھ رہا ہوں اور میں عجیب حیران ہوں سبحان اللہ ان عجائب کے ساتھ آپ کا حسن کس جو بن پر ہے۔

ما ہمہ تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات لطف فرما کہ زحدِ مرے گزرد تشنہ لبی
﴿ترجمہ﴾ ہم سب پیاسے ہیں آبِ حیات آپ کی ذاتِ پاک ہے، مہربانی فرمائیے کے ہماری پیاس حد سے گزر رہی ہے۔
سیدی انت حبیبی و طیب قلبی آمدہ سوئے توقدسی پئے درماں طلبی
اے میرے آقا! آپ میرے محبوب اور میرے دل کے طیب ہیں، یہ قدسی آپ کی جانب علاج کی طلب میں آیا ہے۔
کچھ عرصہ گزرتا ہے کہ ”راقم الحروف نے ”نداء یا رسول اللہ ﷺ“ کا مضمون شائع کیا تھا، جس میں حیات الانبیاء اور الاستمداد والتوسل کا مضمون بھی نہایت مختصر تھا، لیکن بعد میں حیات الانبیاء کا مضمون بڑھا کر علیحدہ شائع کر دیا، اتفاق سے یہ دونوں کتابیں نایاب ہو گئیں، اس لئے ان کو دوبارہ چھاپنے کی ضرورت پڑی پس ان پر نہایت محنت سے نظر ثانی کی گئی اور بہت مفید مضامین کا اضافہ کر کے شائع کر دیا گیا۔ ان کے بعد ”استمداد والتوسل“ کا معرکہ الآراء مضمون شائع کیا جاتا ہے۔ الاستمداد والتوسل کے سب سے زیادہ مخالف شیخ ابن تیمیہ ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ”زیارت قبور“ میں ایک شخص کے پانچ سوال لکھ کر ان کے جواب دیئے ہیں، جن میں سے تین سوال اہل قبور سے استمداد کے بارے میں ہیں، چنانچہ وہ سوال یہ ہیں:

﴿۱﴾ بعض لوگ مزارات پر جا کر اپنی اور اپنے مال مویشی وغیرہ کے ازالہ مرض کے لئے استعانت کرتے ہیں اور اہل قبور سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

یا سیدی! آپ میری پشت و پناہ ہیں فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے، فلاں میری ایذا کے درپے ہے۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ صاحبِ قبر ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہے۔

﴿۲﴾ بعض لوگ مسجدوں اور خانقاہوں میں زندہ یا مُردہ پیروں کے نام پر نقدی یا جانور یا تیل، بٹی وغیرہ کی نذریں مانتے ہیں اور یوں کہتے ہیں:

کہ اگر میرا بیٹا صحت یاب ہو گیا تو پیر کے نام کی فلاں فلاں چیز مجھ پر واجب ہو جائے گی۔

﴿۳﴾ بعض لوگ طلب حاجات میں کسی بزرگ یا ولی سے مخاطب ہو کر یوں کہتے ہیں:

یا پیر! آپ کی برکت سے میری آرزو بر آئے۔ یا یوں کہتے ہیں: کہ خدا اور مرشد کی برکت سے میری آرزو پوری ہو۔

ان کے جو جواب شیخ موصوف نے دیئے ہیں وہ بالکل تشدد اور تعصب پر مبنی ہیں اور سلف صالحین کی تحقیق کے بالکل خلاف ہیں، اور جو دلائل انہوں نے قرآن و احادیث سے کھینچ کر استنباط کئے ہیں وہ اُن کا غلط استدلال ہے۔ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے حاضر اور غائب، قریب اور بعید، زندگی میں اور وصال کے بعد امداد مانگنا اور توسل کرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک علماء و صلحاء کے نزدیک متفق علیہ چلا آیا ہے اور ان کو شرک کہنا سراسر جہالت ہے کیونکہ۔

مظہر اوصاف حق ہیں اولیاء ان کی ہے امداد امداد خدا

غرض وہ لوگ جو عقل سلیم رکھتے ہیں میرے ان اوراق کو پڑھ کر انصاف کی عینک لگا کر اُن کے دلائل سے میری تحقیق کا مقابلہ اور موازنہ کریں، میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ شیخ موصوف اور ان کے ہم خیالوں کی غلط فہمی کا اعتراف کرتے ہوئے راقم الحروف کو دعائے خیر سے یاد کریں گے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مُنِيبٌ

ابوالبشیر محمد صالح بن حضرت مولانا مست علی مجددی

خاصانِ خدا خدا نباشند

لیکن ز خدا جدا نباشند

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے خدا نہیں ہوتے لیکن وہ خدا سے کبھی بھی جدا نہیں۔

مبادیات

استمداد و توسل کے متعلق بعض ابتدائی مباحث

توسل، استمداد و استغاثہ کے معنی:

توسل، تشفع، استعانت اور استمداد وغیرہ الفاظ استعمالاً قریب المعنی ہیں۔

چنانچہ کتب لغت قاموس، صراح اور لسان العرب وغیرہ میں ان کے معنی اس طرح مرقوم ہیں:

التَّوَسَّلَ وسیلہ جستن، تفرُّب حاصل کردن۔

اِسْتَمَدَاد طلب مدد۔

اِسْتِعَانَتْ طلب نصرت، طلب رحمت، طلب باراں، طلب فریادری۔

مطلب ان سے یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایک برگزیدہ بزرگ کے ذریعے سوال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کا مقبول و محبوب ہے تاکہ

اللہ تعالیٰ اُس محبوب کے صدقے یا برکت یا مرتبے کے ذریعے سوال پورا کر دے۔

توسل کر نہیں سکتے خدا سے اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

اس کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ سوال کرنے والا اللہ تعالیٰ سے کسی بابرکت بزرگ کے وسیلے سے سوال کرے، یعنی یوں کہے کہ

خداوند! فلاں بزرگ کے طفیل میری یہ حاجت پوری فرما مثلاً:

یا رب بمحمد و علی و زهرا یا رب به حسین و حسن و آلِ عبا

﴿ترجمہ﴾ اے پروردگار! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰ اور فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کے طفیل،

اے پروردگار! حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت آلِ عبا کے طفیل۔

از لطف برآر حاجتم ہا دوسرا بے منت خلق یا علیٰ الّا علی

﴿ترجمہ﴾ اے سب سے برتر ذات! دونوں جہانوں میں مخلوق کے احسان کے بغیر میری حاجت پوری فرما۔

اس صورت میں سوال درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے کیا گیا ہے بزرگ کا محض واسطہ ہے منقطع اور مؤجد تو اللہ تعالیٰ ہی ہے نہ کہ بزرگ۔

دوسری صورت یہ ہے کہ: سوال کرنے والا کسی زندہ بزرگ سے کہے، یا مراقبے میں کسی متوفی بزرگ کی روحانیت سے خطاب کر کے

کہے کہ: میری فلاں مراد بر لائے اور میری فلاں تکلیف دور کرے مثلاً:

نَبِيُّ الْوَدْيِ ضَاقَتْ بِي الْحَالُ فِي الْوَدْيِ وَأَنْتَ لِمَا أَمَلْتُ فِيكَ جَدِيرٌ
فَسَلْ خَالِقِي تَفَرِّجْ كَرْبِي فَإِنَّهُ عَلَى فَرْجِي ذُوْنُ الْأَنَامِ قَدِيرٌ

مطلب یہ ہے کہ اے خدا کے نبی! میرا حال تنگ ہے، آپ خدا سے دُعا کر کے میری تنگی دور کرائیے کیونکہ وہ اس پر قادر ہے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند یہ فرماتے ہیں:۔

دعا تری مرے مطلب کے ہو اگر حامی تو بختِ بد کو ملے حق کے گھر سے بھی پھٹکار

اس صورت میں بھی سوال اللہ تعالیٰ سے ہی ہے بزرگ محض دعا گو ہے نہ مُعْطٰی و مُوْجِد، عطاء و ایجاد صرف اللہ تعالیٰ کا ہی خاصہ ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ: کسی بزرگ کو مُسْتَمِد و مُسْتَغَاث کر کے خطاب کیا جائے، اور بے قراری میں عرض کیا جاتا ہے کہ عالی جاہ مجھے مصیبتوں نے ہر طرف سے آگھیرا ہے، خدا کے لئے آپ میرے حال زار پر رحم کر کے میری امداد فرمائیے، آپ اُس قادرِ مطلق کے پیارے محبوب ہیں، مثلاً مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

ز مہجوری برآمد جانِ عالم تَرْحَمْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ تَرْحَمْ

﴿ترجمہ﴾ آپ سے ہجر اور فراق کے باعث ایک جہان کی جان لگی جا رہی ہے یا رسول اللہ! رحم کی درخواست ہے رحم فرمائیے۔

بدہ دستے ز پا افتاد گساں را بکن دلدارئ دلداد گساں را

﴿ترجمہ﴾ گرے ہوؤں کی مدد فرمائیے، اپنی ذات پر فریفتہ افراد کی دل نوازی فرمائیے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

يَا حَيِّبَ اللَّهِ خُذْ بِيَدِي مَا الْعِزُّ سِوَاكَ مُسْتَدِي

﴿ترجمہ﴾ اے اللہ کے پیارے! میری مدد فرماؤ آپ کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔

صاحبِ قصیدہ بردہ فرماتے ہیں:۔

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِي مِنَ الْوُدِّهِ سِوَاكَ عِنْدَ خُلُولِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے اشرف الخلق! آفات نازل ہونے کے وقت تیرے سوا میری کوئی پناہ نہیں ہے، مدد فرمائیے۔

غرض ان تینوں صورتوں میں کوئی محذور شرعی اور عقلی لازم نہیں آتا جس کی بناء پر یہ ممنوع ہوں۔

مجاز اور حقیقت کے دلائل

﴿۱﴾ اُنْبِتَ الرَّبِيعُ الْبَقْلَ ”بارش نے ساگ اُگایا“

دیکھئے اس میں بارش کو ساگ اُگانے والا بتلایا ہے حالانکہ حقیقتاً اُگانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ تو گویا یہاں بارش بطور مجاز عقلی اُگانے والی ہے۔ اس قسم کے نظائر قرآن مجید میں موجود ہیں چنانچہ:

﴿۲﴾ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ مَّ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسُهَا وَبَصَلِهَا﴾

ترجمہ: اُس سے جو زمین اُگاتی ہے ساگ اور کلثری اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔

اس میں زمین کو اُگانے والا بتلایا ہے، حالانکہ حقیقتاً اُگانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو گویا یہاں زمین بطور مجاز عقلی اُگانے والی ہے۔

﴿۳﴾ سورہ مومن رکوع ۴۶ میں ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَآمَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ . أَسْبَابَ السَّمَوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى إِلَهِ مُوسَى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا .

﴿ترجمہ﴾ ”اور کہا فرعون نے اے ہامان! میرے لئے ایک محل (مینار) بنا، تاکہ میں جا پہنچوں ان راستوں سے آسمانوں کے راستوں میں، پھر میں جہاں تک دیکھوں موسیٰ کے معبود کو، اور میں تو اس کو جھوٹا ہی خیال کرتا ہوں۔“

دیکھئے اس میں مینار یا محل کی بناء کی نسبت ہامان کی طرف کی گئی ہے، جو بطور مجاز کے ہے، اس لئے کہ وہ تو سبب اور حکم دینے والا ہے، ورنہ دراصل مینار بنانے والے تو معمار تھے۔

﴿۴﴾ اللہ تعالیٰ دین حق کی تبلیغ کے لئے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام کو مقرر کرتے ہوئے سورہ قصص رکوع ۴۶ میں ارشاد فرماتا ہے:

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا بِأَيِّئِنَّا .

﴿ترجمہ﴾ ”ہم قوت دیں گے تیرے بازو کو تیرے بھائی سے اور دیں گے تم دونوں کو غلبہ، پھر وہ لوگ تم تک پہنچ ہی نہ سکیں گے ہماری نشانہوں کے باعث۔“

دیکھئے بازو کو قوت دینے کی نسبت ہارون علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ قوت دینے والا ہے مگر بطور مجاز کے ایسا فرمایا کیونکہ یہ عالم اسباب کا ایک سبب ضروری تھا۔

﴿۵﴾ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو کلمہ حق کی طرف پکار پکار کر تھک جاتے ہیں تو بارگاہ الہی میں یوں عرض کرتے ہیں:

﴿قَالَ نُوحٌ رَبِّ انْهَمْ عَصَوْنِي وَاتَّبِعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالَهُ وَوَلَدَهُ إِلَّا خَسَارًا وَمَكَرُوا مَكْرًا كَبِيرًا﴾

(سورۃ نوح رکوع ۲)

﴿ترجمہ﴾: حضرت نوح نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! انہوں نے میرا کہا نہ مانا اور ایسے کا کہا مانا جس کے حق میں اس کے مال اور اس کی اولاد نے نقصان ہی بڑھایا، اور انہوں نے فریب کیا بڑا فریب۔

یہاں خسران و نقصان کی نسبت مال و اولاد کے ساتھ مجازی ہے کیونکہ یہ چیزیں نقصان رساں نہیں بلکہ ان کو نقصان پہنچتا ہے اور نقصان رساں اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿۶﴾ قرآن مجید کی تعلیم کی بابت سُورۃ الرَّحْمٰن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ﴾

﴿ترجمہ﴾: رحمن نے قرآن مجید سکھایا۔

اور سُورۃ النَّجْم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى﴾

﴿ترجمہ﴾: اس قرآن مجید کو بڑے طاقت ور زور آور فرشتے (جبرئیل) نے سکھایا۔

دیکھئے بظاہر دونوں آیتیں متضاد معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر بظہر غور دیکھا جائے تو بالکل متضاد نہیں ہیں، کیونکہ آیتِ اوّل حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ دراصل قرآن مجید کا سکھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور دوسری آیت مجاز کو ظاہر کرتی ہے، یعنی بظاہر جبرئیل علیہ السلام نے قرآن مجید کو سکھلایا۔

﴿۷﴾ ارواح کو قبض کرنے کی بابت سورۃ الزُّمَر، رکوع ۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا﴾

اللہ تعالیٰ روہیں قبض کر لیتا ہے ان کے مرنے کے وقت۔

اور سورۃ بَجَدہ رکوع اوّل میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ﴾

﴿ترجمہ﴾: کہہ دو کہ تمہاری روح قبض کرے گا ملک الموت جو تم پر تعینات ہے۔

دیکھئے دونوں آیتیں بظاہر متضاد معلوم ہوتی ہیں، اگر بظہر غور دیکھا جائے تو ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ آیتِ اوّل حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ دراصل مارنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور آیتِ دوسری مجاز کو ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر ملک الموت مارنے والا ہے۔

﴿۸﴾ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے بیعت لی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الدِّينَ يُبَايِعُكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ (سورہ فتح۔ رکوع ۲)

﴿ترجمہ﴾ بے شک جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

دیکھئے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کو اللہ تعالیٰ کا فعل اور آپ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فرمایا گیا ہے، گویا اس میں حقیقت اور مجاز دونوں ہیں، کیونکہ بظاہر تو صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرتے تھے اور آپ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہوتا تھا، مگر دراصل یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع اور خلیفہ اللہ تھے، اس واسطے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کا فعل قرار پایا۔

جب جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کی طرف کنکروں اور مٹی کی مُشت بھر کر پھینکی تو وہ ان سب کی آنکھوں، منہ اور ناک میں جا پہنچی، جس کے باعث ان (کفار) کو شکستِ فاش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال کے دوسرے رکوع میں ارشاد فرمایا:

﴿وَمَارَمَيْتُ إِذْ رَمَيْتُ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ﴾

﴿ترجمہ﴾ یعنی اور تو نے نہیں پھینکی ایک مٹھی خاک جس وقت کہ پھینکی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ پھینکی تھی۔

دیکھئے اس آیت میں حقیقت اور مجاز دونوں ہیں، گو آیت میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن اگر بنظر غور دیکھا جائے تو اس میں بالکل اختلاف نہیں ہے، کیونکہ مَارَمَيْتُ (یعنی نہیں پھینکی تو نے) سے حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ حقیقت میں پھینکنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ إِذْ رَمَيْتُ (یعنی جب تو نے پھینکی) سے مجاز کی طرف۔ کیونکہ بظاہر اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی پھینکا تھا۔

﴿۹﴾ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سورہ شوریٰ رکوع ۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ﴾

﴿ترجمہ﴾ بے شک تو البتہ سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اس اللہ کے راستے کی جانب کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

اور جو کچھ زمین میں ہے۔

اور سورہ قصص رکوع ۶ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾

﴿ترجمہ﴾ تو ہدایت نہیں دے سکتا جس کو تو چاہے، لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔

دیکھئے بظاہر یہ دونوں آیتیں متضاد معلوم ہوتی ہیں، لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے ان میں بالکل اختلاف نہیں ہے، کیونکہ آیتِ اوّل

مجاز کو ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر ہدایت دینے والے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور دوسری آیت حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ دراصل

ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

﴿۱۰﴾ اللہ تعالیٰ سورہ شوریٰ رکوع ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقْ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنْفَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الدُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذَكَرًا وَاُنْثٰوًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا﴾

﴿ترجمہ﴾ اللہ ہی کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین میں پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے۔ عطاء فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں اور عطاء فرماتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹے، یا ان دونوں قسم کو ملا کر بیٹے اور بیٹیاں دیتا ہے اور بنادیتا ہے جسے چاہتا ہے۔

دیکھو ان آیات میں بیٹے بیٹیاں پیدا ہونا یا بانجھ ہونا حکم الہی مذکور ہے جس میں تبدیلی ناممکن ہے ایسے صریح حکم کے باوجود پھر بھی ان صورتوں کا مریض ضرور علاج معالجہ کرتا ہے۔ بعض اوقات ادویات سے کامیاب بھی ہو جاتا ہے تو وہ مجازاً کہہ دیتا ہے کہ فلاں دوا یا فلاں حکیم کے علاج سے میں تندرست ہوا، اور میرے ہاں بیٹا ہوا۔ تو یہ سب مجازی صورتیں ہیں ایسا کہنا جائز ہے۔ ہاں فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو دل میں جانا چاہئے۔

﴿۱۱﴾ اللہ تعالیٰ سورہ مریم رکوع ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ اِذْ اتَّخَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۚ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَارْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۚ قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝﴾

﴿ترجمہ﴾ اور ذکر کر کتاب میں مریم کا، جب الگ جائیٹھی اپنے لوگوں سے ایک پورب رخ جگہ میں پھر کر لیا ان کے درے پردہ۔ تو ہم نے بھیجا اس کی جانب اپنا روح (یعنی جبریل) تو وہ بن آیا اس کے آگے اچھا خاصا آدمی، مریم کہنے لگی کہ میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں اگرچہ تو پرہیزگار ہے۔

مریم علیہا السلام کو تیرھواں یا پندرھواں سال تھا کہ حیض ہوا، بعد ایام معمولی نہانے کے لئے لوگوں کی طرف سے پردہ کر کے ایک پورب رخ جگہ جائیٹھیں تو جبریل علیہ السلام خوبصورت جوان مرد بن کر ان کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ مریم علیہا السلام نے اجنبی مرد کو دیکھ کر خدا کا واسطہ دیا اور نامحرم کے اپنے سامنے سے ہٹ جانے کی خواہاں ہوئیں تو جبریل علیہ السلام نے اپنے فرشتہ ہونے کا اظہار کر کے آنے کی وجہ ظاہر کی:

﴿قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكَ لَا هَبْ لَكَ غُلْمًا زَكِيًّا ۝﴾

﴿ترجمہ﴾ وہ کہنے لگا کہ میں تو بس بھیجا ہوا فرشتہ ہوں تیرے پروردگار کا تاکہ تجھ کو دے جاؤں ایک پاکیزہ لڑکا۔

دیکھئے یہاں جبریل علیہ السلام نے لڑکا عطاء کرنے کی نسبت اپنی طرف کی حالانکہ دراصل لڑکا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

﴿۱۲﴾ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَنۡتٰی قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنۡ رَبِّكُمْ اَنۡتٰی اَخْلَقْتُ لَکُم مِّنَ الطَّیْنِ کَهَیۡئَةِ الطَّیْرِ فَاَنۡفُخُ فِیْهِ فِیَکُوۡنُ طَیۡرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الَاَکْمَهٗ وَالْاَبْرَصَ وَاُخِی الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاَنْتَبِکُمۡ بِمَاۡ تَاۡکُلُوۡنَ وَمَا تَدۡخِرُوۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ﴾ (آل عمران رکوع ۵)

﴿ترجمہ﴾ میں تمہارے پاس آیا ہوں نشانیاں لے کر تمہارے رب کی جانب سے، میں بناؤں گا تمہارے واسطے مٹی سے پرند کی سی شکل کا، پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ ہو جائے گا اڑتا ہوا جانور اللہ کے حکم سے، اور میں بھلا چنگا کر دوں گا مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو، اور زندہ کر دوں گا مردوں کو اللہ کے حکم سے۔ اور تم کو بتا دوں گا جو کچھ تم کھا کر آؤ گے اور جو ذخیرہ رکھاؤ گے اپنے گھروں میں۔

دیکھئے یہاں بظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اندھے اور کوڑی کو شفا یاب کر دینے اور غیب کے احوال بتا دینے کی نسبت اپنے ساتھ مجاز کی ہے ورنہ ان باتوں کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿۱۳﴾ حدیث شفاعت کو دیکھئے کہ لوگ بروزِ حشر آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے، پھر درجہ بدرجہ دوسرے نبیوں سے فریاد کریں گے، پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کریں گے، انبیاء علیہم السلام کا فریاد کو پہنچنا مجاز کے طور پر ہے، ورنہ حقیقی فریاد رس اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

نداریم غیر از تو فریاد رس توئی عاصیاں را خطا بخش و بس
﴿ترجمہ﴾ ہم تیرے سوا کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں رکھتے تو ہی گناہ گاروں کے گناہ معاف فرمانے والا ہے اور بس۔

﴿۱۴﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک گنوار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا:

بِمَا عَرِفْتُ اَنْتَکَ نَبِیٌّ ؟

﴿ترجمہ﴾ میں کس دلیل سے جانوں کہ آپ نبی ہیں؟

آپ نے فرمایا:

قَالَ اِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعَلْدُقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ یَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

﴿ترجمہ﴾ میں اس کھجور کے درخت میں سے اس خوشہ کو بلاؤں اس حال میں کہ گواہی دے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

فَدَعَاہُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم فَجَعَلَ یَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰی سَقَطَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

عَلَیْہِ وَسَلَّم. قَالَ: اِرْجِعْ فَعَادَ. فَاسْلَمَ الْاَعْرَابِیُّ. (مشکوٰۃ)

﴿ترجمہ﴾ پس آپ نے اس کو بلایا وہ خوشہ کھجور کا اترنے لگا، یہاں تک کہ وہ زمین پر آپ کی طرف آگرا، اور گواہی دی، پھر

فرمایا: چلا جا، پس وہ جہاں سے آیا تھا چلا گیا، پھر وہ اعرابی اسلام لایا۔ (رَوَاہُ تِرْمِذِیُّ وَ مَشْکُوۡة)

﴿۱۵﴾ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، ایک گنوار

آیا، جب وہ نزدیک ہوا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ؟

﴿ترجمہ﴾ کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور اس بات کی کہ محمد اس کا بندہ ہے اور اس کا رسول۔؟

گنوار نے کہا:

وَمَنْ يُشْهَدُ عَلَى مَا تَقُولُ ؟

﴿ترجمہ﴾ اور کون ہے جو اس پر گواہی دے جو تم کہتے ہو؟

یعنی رسالت کا دعویٰ جو کرتے ہو کوئی چیز غیر جنس انسان سے بطور معجزے کے گواہی دے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

هَذِهِ السَّلْمَةُ فَدَعَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِي الْوَادِي فَأَقْبَلْتُ تَخَذُ الْأَرْضَ حَتَّى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَ ثَلَاثًا فَشَهِدْتُ ثَلَاثًا أَنَّهُ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى مَنْبَتِهَا.

﴿ترجمہ﴾ یہ یکسر کا درخت گواہی دے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس حال میں بلایا کہ آپ نالے کے کنارے پر ٹھہرے ہوئے تھے، وہ درخت زمین کو پھاڑتا ہوا آیا، یہاں تک کہ وہ آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تین بار گواہی طلب کی، درخت نے تین بار گواہی دی کہ واقع میں اسی طرح پر جیسے آپ نے فرمایا، پھر وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا (دارمی)

﴿۱۶﴾ عَنْ طَاوُسٍ مُرْسَلًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَخْبَنِي مَوَاتِمَنَ الْأَرْضِ فَهُوَ لَهْ وَعَادِي الْأَرْضِ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ مَتْنِي. (رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت طاؤس سے بطریق ارسال کے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص بے آباد زمین کو آباد کرے وہ اس کے واسطے ہے۔ اور قدیم زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے واسطے (یعنی اُس میں تصرف کرتا ہوں جس طرح چاہتا ہوں اور اس کے آباد کرنے کا اذن دیتا ہوں) پھر وہ میری طرف سے تمہارے واسطے ہے۔

(یعنی آنحضرت کا حکم اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے۔)

دیکھئے! اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صاف فرمادیا کہ قدیم زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ہے، بھلا اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونے میں تو کسی کو شک نہیں ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت کس طرح ہو سکتی ہے، یہ اختیار ان کو کس نے دے رکھا تھا حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾

﴿ترجمہ﴾ یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کی ہی ملکیت ہے۔

باجو ایسے صریح حکم کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کس دعوے سے یہ فرمادیا کہ یہ زمین اللہ و رسول کے واسطے ہے، معلوم ہوا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ہے، اسی واسطے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ارشاد
هِيَ لَكُمْ مِثْنِي.

یعنی وہ میری طرف سے تمہارے واسطے ہے۔

گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے آپ کی تابعداری اللہ تعالیٰ کی تابعداری ہے۔

چنانچہ سورہ نساء رکوع ۱۱ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ.﴾

﴿ترجمہ﴾ یعنی جو کوئی رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ گویا میری اطاعت کرتا ہے۔

در اصل یہ اختیار مجاز عقلی ہے، ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مختار ہے۔

﴿۱۷﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ إِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ مَا بَيْنَ لَا بَتَيْهَا لَا يَقْطَعُ عَصَاهَا وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا.

﴿ترجمہ﴾ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ

السلام نے مکہ معظمہ کو حرم قرار دیا، اور میں نے مدینہ منورہ کو حرم بنایا ہے اس کی دو سنگلاخ زمینوں کے مابین اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں شکار کیا جائے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ:

جو کوئی ایسا کرے اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے۔

اس حدیث شریف سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کس قدر اختیار ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ کو حرم بنایا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا۔ اگر آپ کو کوئی اختیار نہ تھا تو آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیوں کر ارشاد فرمایا۔ کیا آپ خلاف حکم خدا کوئی امر فرما سکتے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ آپ کا فرمانا عین خدا تعالیٰ کا

فرمانا ہے۔ غرض آپ کو اختیار مجاز عقلی ہے ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مختار کل ہے۔

توسل بالغیر کی قسمیں

توسل بالغیر کی چار قسمیں مفصل ذیل ہیں:

﴿۱﴾ کسی غیر اللہ کو تمام امور عادیہ وغیر عادیہ یا بعض میں ہر وقت اور ہمیشہ یا خاص وقت میں بغیر اعطائے الہی قادر بالذات جان کر امر مقدور میں استعانت کرے۔

﴿۲﴾ غیر اللہ سے جب استمداد کی جائے تو اس کو قادر بالذات نہ سمجھا جائے اور جو امور عادیہ عادتاً طاقت بشریہ میں داخل ہیں اور عادتاً بحسب الاسباب بندہ کو ان کا فاعل مختار کیا جائے اور شرعاً بھی وہ افعال بندہ کی طرف منسوب ہوتے ہوں اور باوجود طاقت بشریہ میں داخل ہونے کے جس سے استعانت کی گئی ہے اس سے استقلال قدرت کا توہم نہ ہو ایسے امور عادیہ میں استعانت کی جائے۔

﴿۳﴾ کوئی نبی اعجاز ایا کر اپنی ذات کے لئے یا دوسرے نبی یا ولی کے لئے کسی شخص خاص یا خاص گروہ سے خاص وقت میں کسی خاص امر کی نسبت یوں فرمائے کہ فلاں شخص فلاں وقت جو چاہے، یا فلاں کام جب چاہے ہم سے یا فلاں سے چاہے تو اس کا مطلب ہو جائے گا ہم کر دیں گے۔ (اور مثل انجبت الریح کے یہ اسناد مجازی ہی ہوتی ہے) یا کسی شخص نے بدوں اجازت اپنی حالت شوق و بے اختیاری میں کسی برگزیدہ بندے سے استعانت کی اور وہ امر مقدر تھا ہو گیا جس میں اس ولی یا نبی کو کچھ بھی نہیں بلکہ ممکن ہے کہ اسے اطلاع بھی نہ ہو یا اطلاع بھی ہو اور دخل بھی ہو مگر وہی اعجاز یا کرامت کی صورت ہو۔ یا کسی صاحب کشف کو معلوم ہو۔ مگر یہ کام جب ہوگا کہ فلاں بزرگ کی طرف توجہ کی جائے اور اس میں اس کی ہمت کی ضرورت بطور کرامت ہوگی۔ یا مرید حسب استعداد امور تعلیمیہ، سلوک میں اپنے شیخ سے استعانت اور استمداد کرے جیسے ظاہری علوم کے تلامذہ اپنے اساتذہ سے استفادہ کرتے ہیں۔

﴿۴﴾ کسی غیر اللہ میں حتی یا میت کی طرف یہ عقیدہ ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا ہے اور قدرت کاملہ تامہ عنایت فرمائی ہے کہ وہ شخص ہر قسم کی مرادات جس کو جس طرح جس وقت چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے، اب وہ بعد اعطائے الہی مستقل ہے، وہ بزرگ جب کسی شے کے عطاء کرنے کا ارادہ کسی کو فرمائے تو ملنا ضرور ہے، جس وقت کہیں سے کوئی شخص اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا کسی جنگل کوہ بیاباں یا آبادی میں ندا کرتا ہے وہ اس کی توجہ قلبی کو جانتا ہے اس کی آواز کو سنتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کو یہ قدرت کاملہ عطاء فرمائی تو اب سوال کرنا اور دعا مانگنا بھی اسی کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے۔

حکم اقسام مذکور:

پہلی صورت بالاتفاق کفر اور شرک ہے، چنانچہ شواہد الحق میں ہے:

وَأَنْتَ إِذَا نَظَرْتَ إِلَى كُلِّ فَرْدٍ مِّنْ أَفْرَادِ الْمُسْلِمِينَ عَامَّتِهِمْ وَخَاصَّتِهِمْ لَا تَجِدُ فِي نَفْسِ أَحَدٍ مِّنْهُمْ غَيْرَ مُجَرِّدِ التَّقَرُّبِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى لِقَضَاءِ حَاجَتِهِمُ الدُّنْيَوِيَّةِ وَالْآخِرَوِيَّةِ بِالِاسْتِعَانَاتِ وَالزِّيَارَاتِ لِأَوْلِيكَ السَّادَاتِ مَعَ عِلْمِهِمْ بِأَنَّهُمْ عِبِيدُ اللَّهِ تَعَالَى لَيْسَ لَهُمْ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ فَقُلُوبُ الْمُسْلِمِينَ وَجَوَارِحُهُمْ وَلَحْمُهُمْ وَدَمُهُمْ مَجْبُولَةٌ

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى تَوْحِيدِ اللَّهِ تَعَالَى وَاعْتِقَادِ أَنَّهُ الْفَعَالُ الْمُطْلَقُ الْمُسْتَحَقُّ لِلتَّعْظِيمِ بِالْإِصَالَةِ وَخُدَّةَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَتَعْظِيمُهُمْ لِسِوَاهُ مِنْ خَوَاصِّ عِبِيدِهِ إِنَّمَا يَكُونُ بِقَدْرِ مَنْزِلَةِ ذَلِكَ الْعَبْدِ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى لِحَسَبِ مَا عِلْمُوهُ.

﴿ترجمہ﴾ اگر مسلمانوں کے ہر فرد خاص و عام کو تو دیکھے گا تو ان کے دل میں (بزرگوں کے متعلق) سوائے اس کے اور کوئی بات نہ پائے گا کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں اپنی قضائے حاجات کے لئے وسیلہ گردانتے ہیں اور اپنی دینی، دنیاوی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے ان کے تقرب کے طفیل مانگتے ہیں، نہ یہ کہ ان کو مستقل سمجھتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ حضرات بذات خود اور بالاستقلال کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتے۔ پس ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے دل کیا بلکہ اُن کے جوارح اور دل اور خون بھی ایسے ہیں کہ جن سے توحید کے قطرے ٹپکتے ہیں اور وہ باور کرتے ہیں کہ دینے والا وہی قادر مطلق ہے۔ باقی رہا دوسروں کی تعظیم تو وہ اس لئے کہ وہ خاص اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں شرعاً مستحق تعظیم ہیں۔

حضرت قطب مداد ارشاد فرماتے ہیں:

فَمَنْ اعْتَقَدَ أَنَّ لِلْوَلِيِّ أَوْ غَيْرِهِ تَأْثِيرًا فِي شَيْءٍ فَهُوَ كَافِرٌ بِاللَّهِ تَعَالَى.

﴿ترجمہ﴾ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ولی یا غیر ولی کو کسی امر میں بالاستقلال تاثیر کرنے کا اختیار حاصل ہے پس وہ کافر ہے۔

اسی طرح چوتھی قسم بھی شرک اور کفر ہے۔ البتہ دوسری اور تیسری صورتیں جائز ہیں ان میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

استعانت کی جائز و ناجائز صورتیں:

السوال طریقِ اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضیاء القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”اِسْتِعَانَتْ وَاِسْتِمْدَادُ از ارواحِ مشائخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ ایم

استعانت و استمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں۔ غیر اللہ سے استعانت و استمداد بطریقِ جائز کس طرح کرتے ہیں؟ خالی الذہن ہونے کی تاویل کی تو جیہہ بالکل جی کو نہیں لگتی ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب جو استعانت و استمداد بالخلق باعقاد علم و قدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے۔ اور جو باعقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو، اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت نہ ہو معصیت ہے۔ اور جو باعقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم و قدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت ہو جائز ہے، خواہ وہ مستمد منہ جی ہو یا میت، اور جو استمداد بلا اعتقاد علم و قدرت ہو، نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریقِ استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے، جیسے: اِسْتِمْدَادُ بِالنَّارِ وَالْمَاءِ وَالْوَأَقَاتِ النَّارِ بِنَحِيَّةٍ، ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہیں۔ پس استمداد اور ارواحِ مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے۔ اور غیر صاحب کشف کے لئے محض ان حضرات کے تذکرہ و تہوّر سے قسم رابع کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریقِ مفید ہے۔ اور غیر صاحب کشف کے لئے (جو مفید نہ ہو) قسم خامس ہے۔

(فتاویٰ اشرفیہ جلد دوم)

استِيعانت از ارواح کے جواز پر مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فتویٰ:

سوال..... کسے صاحبِ باطن یا صاحبِ کشف بر قبورِ ایشان مراقب شدہ چیزے اخذ مے تواند نمود یا نہ؟

سوال..... کوئی شخص جو صاحبِ باطن ہو یا کشف والا ہو ان بزرگوں کی قبروں پر مراقبہ کر کے کوئی بات اخذ کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب..... مے تواند نمود۔

جواب..... کر سکتا ہے۔

ٹھیک فرمایا حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۔

برسرِ تربتِ ما چوں گزری ہمت خواہ کہ زیارت گہ رندانِ جہاں خواہد بود
﴿ترجمہ﴾ ہماری قبر کے پاس سے جب تو گزرے دعا مانگ کیوں کہ دنیا بھر کے رند لوگوں کے لئے ہماری قبر زیارت گاہ ہوگی۔
صائب نے بھی خوب لکھا ہے ۔

مشو بمرگ ز امدادِ اہلِ دل نومید کہ خوابِ مردم آگاہ عینِ بیداری ست
﴿ترجمہ﴾ موت کی وجہ سے اہلِ دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیوں کہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عینِ بیداری ہوتی ہے۔
اور غنی نے خوب ہی گل کھلایا ہے ۔

آب و رنگِ ما بعالمِ عاقبت گل میکند بر زمیں ہر چند چوں برگِ حنا افتادہ ایم
﴿ترجمہ﴾ ہماری چمک دھمک آخر کار دنیا میں اتنے پھول کھلایا کرتی ہے ہم زمین پر جس قدر برگِ حنا کی طرح گرے ہوئے ہیں۔

مظہرِ اوصافِ حق ہیں اولیاء
اُن کی ہے امدادِ امدادِ خدا

استعانت واستمداد متنازعہ فیہ

استعانت کے تین محل ہیں:

اول..... کسی انسان کی زندگی میں ہو۔

دوم..... قیامت میں ہو۔

سوم..... دونوں کے مابین، یعنی بعد ممات عالم برزخ میں ہو۔

پہلی اور دوسری صورت میں تو اختلاف نہیں ہے، البتہ تیسری صورت متنازعہ فیہ ہے۔

تیسری صورت یعنی بَعْدَ الْمَمَاتِ استعانت بالغیر حق ہے، اور باستثنائے بعض فقہا باقی اہل سنت کا اس پر اعتقاد و اتفاق ہے، یہ شرعاً جائز ہے کوئی عقلی اور نقلی محذور لازم نہیں آتا۔

امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

إِعْلَمُ أَنَّهُ يَجُوزُ وَيَحْسُنُ التَّوَسُّلُ وَالِاسْتِعَاثَةُ وَالتَّشْفَعُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَبِّهِ
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَجَوَازُ ذَلِكَ وَحُسْنُهُ مِنَ الْأُمُورِ الْمَعْلُومَةِ لِكُلِّ ذِي دِينٍ الْمَعْرُوفَةِ مِنْ فِعْلِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ وَسِيرِ السَّلَفِ الصَّالِحِينَ وَالْعُلَمَاءِ وَالْعَوَامِّ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالتَّوَسُّلُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ جَائِزٌ فِي كُلِّ حَالٍ قَبْلَ خَلْقِهِ وَبَعْدَهُ فِي مُدَّةِ حَيَاتِهِ فِي الدُّنْيَا وَبَعْدَ مَوْتِهِ فِي مُدَّةِ الْبَرَزَخِ وَبَعْدَ الْبَعْثِ فِي
عَرَصَاتِ الْقِيَامَةِ وَالْجَنَّةِ.

﴿ترجمہ﴾ واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں لے جانا جائز اور مستحسن ہے، اور دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام، سلف صالحین، علماء اسلام اور عامہ مسلمین کا یہی وتیرہ رہا ہے، گویا یہ ایک معروف و معلوم چیز ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی حیات سے پیشتر اور حیات میں اور عالم برزخ میں اور قیامت کے میدانوں میں اور جنت میں جائز ہے۔

علامہ شیخ رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلِلرُّسُلِ وَالْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ إِغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ لَأَنَّ مُعْجِزَةَ الْأَنْبِيَاءِ وَكَرَامَةَ الْأَوْلِيَاءِ لَا تَنْقَطِعُ بَعْدَ مَوْتِهِمْ
أَمَّا الْأَنْبِيَاءُ فَإِنَّهُمْ أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ وَيُحْجُونَ كَمَا وَرَدَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ فَتَكُونُ الْإِغَاثَةُ مِنْهُمْ مُعْجِزَةً لَهُمْ
وَالشَّهَدَاءُ أَيْضًا أَحْيَاءُ شَوْهَدُوا نَهَارًا جَهَارًا يُقَاتِلُونَ الْكُفَّارَ وَأَمَّا الْأَوْلِيَاءُ فَهِيَ كَرَامَةٌ لَهُمْ.

﴿ترجمہ﴾ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے لئے بعد ممات فریادری ثابت ہے، وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا معجزہ اور اولیاء کرام کی کرامت موت کے بعد منقطع نہیں ہوتی۔ معجزہ انبیاء علیہم السلام تو اس لئے کہ اپنی قبروں میں وہ زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے اور حج کرتے ہیں پس اُن کی فریادری تو ان کے لئے ایک قسم کا معجزہ ہے۔ اسی طرح شہید بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ بظاہر روز روشن میں کفار سے جہاد کرتے ہیں اور اولیاء کرام کے لئے ایک کرامت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تکمیل الایمان میں تحریر فرماتے ہیں:

وَدَرِ اسْتِعَانَتِ وَاسْتِمْدَادِ از قبور فقہاء راسخن است، ایشان گویند کہ زیارتِ قبور در غیر انبیاء علیہم السلام از برائے عبرتِ اِعتبار و تذکّرِ موت بودیا برائے ایصالِ نفع و استغفار برائے موتی باشد، چنانچہ فعلِ آنحضرت در زیارتِ بقیع بصحت رسیده است و مشائخ صوفیہ قَدْ سَ اللّٰهُ اسْرَارَهُمْ گویند کہ تصرفِ بعضی اولیاء در عالمِ برزخ دائم و باقی است و توسّل و استِمْدَادِ بارواحِ مقدسہ ایشان ثابت و مؤثّر۔

﴿۱﴾ و امام حجة الاسلام محمد غزالی میگویند کہ ہر کہ در حیاتِ وِے بویے توسّل و تبرّک جویند بعد از موتش نیز توان جُست، و این سخن مُوافِقِ دلیل است چہ بقائے روح بعد از موت بدلالِ احادیث و اجماعِ علماء ثابت است، و متصرّف در حیات و ممات روح است نہ بدن و متصرّف حقیقی حق تعالی است، و ولایت عبارت از فنا فی اللّٰہ و بقاء بدوست۔ و این نسبت بعد از موت اتمّ و اکمل است و نزد اربابِ کشف و تحقیق مقابله روح زائر بارواحِ مزور موجب انعکاسِ اشعۃ لمعاتِ انوار و اسرار شود در رنگِ مُقابلهِ مِرّاتِ بَمِرّاتِ و اولیاء را اَبْدَانِ مُکْتَسِبِہ مثالِیہ نیز بود کہ بعد آن ظہور نمایند و اِمْدَادِ و ارشادِ طالبان کنند۔ و مُنْکِرانِ را دلیل و برهان بر انکارِ آن نیست۔

﴿۲﴾ یکے از مشائخ گفته است کہ چہار کس از اولیاء را دیدم کہ در قبرِ خود تصرفِ مے کنند مثلِ تصرفِ ایشان در حالتِ حیات۔ یا بیشتر۔ از اں جملہ شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر

جیلانی و دو دیگر را از اولیاء را نیز شمرده۔ الخ

﴿ترجمہ﴾ اور قبور سے مدد و اعانت طلب کرنے میں فقہاء کو کلام ہے، وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا باقی لوگوں کی قبروں کی زیارت کرنا عبرت و نصیحت حاصل کرنے اور موت کو یاد کرنے کے لئے ہوتا ہے، یا مردوں کے لئے ثواب پہنچانے یا بخشش طلب کرنے کے لئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بقیع کے گورستان کی زیارت کو جانے عمل صحت کو پہنچ چکا ہے، اور مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرار ہم فرماتے ہیں: کہ بعض اولیاء کا تصرف عالم برزخ میں دائم و قائم ہے اور ان کی ارواح مقدسہ سے امداد چاہنا ثابت اور مفید ہے۔

﴿۱﴾ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کہ جس شخص کی زندگی میں اس کے ساتھ تڑک و توٹل کیا جائے تو اس کی وفات کے بعد بھی کر سکتے ہیں، اور یہ بات دلیل شرعی کے موافق ہے، کیونکہ موت کے بعد روح کا باقی رہنا احادیث و اجماع علماء کی دلالت سے ثابت ہے، اور زندگی و موت میں مصترف روح ہے نہ کہ بدن اور مصترف حقیقی حق تعالیٰ ہے، اور ولایت مراد فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے ہے۔ اور یہ نسبت موت کے بعد اتم و اکمل ہے۔ اور ارباب کشف و تحقیق کے نزدیک زائر کی روح کا مقابلہ اہل مزارات کی ارواح کے ساتھ انوار و اسرار کے پرتو پڑنے کا باعث ہے، جیسے آئینہ کا مقابلہ آئینہ سے ہو۔ اور اولیاء اللہ کے لئے حاصل کردہ مثالی بدن بھی ثابت ہیں جن کے ساتھ وہ ظہور کرتے ہیں اور طالبوں کو امداد و ارشاد فرماتے ہیں۔ منکروں کو اس کے انکار پر کوئی دلیل و برہان نہیں ملتی۔

﴿۲﴾ مشائخ میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے چار ولی ایسے دیکھے جو اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں جس طرح وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ، منجملہ اُن کے شیخ معروف کرنی اور شیخ عبدالقادر جیلانی علیہما رحمہ اور دو اور اولیاء کرام شمار کئے۔ الخ علامہ شیخ سید احمد دحلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ”تَقْرِيبُ الْأَصُولِ تَسْهِيلُ الْوُصُولِ“ میں فرماتے ہیں:

قَدْ صَرَّحَ كَثِيرٌ مِنَ الْعَارِفِينَ أَنَّ الْوَلِيَّ بَعْدَ وَفَاتِهِ مُتَعَلِّقٌ رُوحُهُ بِمُرِيدِيهِ فَيَحْضُلُ لَهُمْ بِبَرَكَاتِهِ أَنْوَارٌ وَفَيُوضَاتٌ قَالَ وَمِمَّنْ صَرَّحَ بِذَلِكَ قُطْبُ الْإِرْشَادِ سَيِّدِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَلَوِي الْحَدَّادُ فَإِنَّهُ قَالَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ الْوَلِيُّ يَكُونُ اِعْتِنَائُهُ بِقَرَابَتِهِ وَمَلَاوِذِينَ بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ أَكْثَرَ مِنْ اِعْتِنَائِهِ بِهِمْ فِي حَيَاتِهِ لِأَنَّهُ فِي حَيَاتِهِ كَانَ مَشْغُولًا بِالتَّكْلِيفِ وَبَعْدَ مَوْتِهِ طُرِحَ عَنْهُ الْأَعْبَاءُ وَتَجَرَّدَ وَالْحَيُّ فِيهِ خُصُوصِيَّةٌ وَبَشَرِيَّةٌ وَرُبَّمَا غَلَبَتْ اِخْلَاقُهُمَا الْأُخْرَى وَخُصُوصًا فِي هَذَا الزَّمَانِ فَإِنَّهَا تَغْلِبُ الْبَشَرِيَّةَ وَالْمَيْثَ مَا فِيهِ إِلَّا الْخُصُوصِيَّةَ.

﴿ترجمہ﴾ بہت سے اولیائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ ولی کی روح بعد وفات اپنے مریدوں سے متعلق ہوتی ہے جس کی وجہ سے مریدوں کو انوار اور فیوضات حاصل ہوتے ہیں اور فرمایا تصریح کرنے والوں میں سے حضرت قطب الارشاد سیدی عبداللہ بن علوی الحداد ہیں انہوں نے فرمایا: کہ ولی اپنی موت کے بعد اپنے قرابت داروں اور پناہ گیروں کی ایسی حمایت کرتا ہے جو اس کی بحالت زندگی کی حمایت سے زیادہ ہوتی ہے، کیوں کہ زندگی میں مکلف تھا اور بعد موت یہ بوجھ اٹھایا گیا اور وہ محض مجرد ہو جاتا ہے اور زندہ میں ایک خصوصیت اور بشریت ہوتی ہے جو آپس میں متغالب رہتی ہیں خصوصاً اس زمانے میں تو بشریت ہی اکثر غالب آتی ہے اور میت میں محض

خصوصیت ہوتی ہے۔

توئل عقلاً اس لئے درست ہے کہ جب زمانہ حیات میں توئل جائز اور میدان قیامت میں نیز جائز تو بھلا کیوں؟ کیا انبیاء علیہم السلام ان ہر دو مقام میں خود مستقل ہو جاتے ہیں؟ اجازت الہی کی ضرورت اٹھ جاتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں کوئی عاقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتا، بلکہ وجہ وہی ہے جو پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ توئل کے معنی ہیں ”دعا کرنا“ یا ”اللہ تعالیٰ سے بذریعہ کسی بزرگ مقبول معزز کے کوئی چیز طلب کرنا“ پس اس میں کوئی محذور شرعی اور فتور عقلی لازم نہیں آتا۔ لہذا اسی معنی پر بعد ممت توئل اور وسیلہ کیوں منع کیا جاتا ہے کیا محذور شرعی لازم ہے؟ کچھ نہیں محض جہالت ہے اور دیدہ دانستہ انصاف سے چشم پوشی ہے۔ علاوہ اس کے جبکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تبلیغ احکام شرعی میں وسیلہ ٹھہرایا ہے تو اس کے بندہ نے اگر اللہ تعالیٰ کی درگاہ تک پہنچنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کو وسیلہ ٹھہرایا ہے تو کونسا کفر لازم آ جاتا ہے؟ بلکہ یوں کہئے کہ ان حضرات کی پیدائش ہی محض اس لئے ہوتی ہے کہ مخلوقات کے لئے وسیلہ بنیں، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی انبیاء علیہم السلام کی حیات پر ہی منحصر نہیں بلکہ جیسا کہ ان کی حیات میں بندے اس بات کے محتاج ہیں کہ ان کے وسیلہ سے درگاہ ایزدی میں پہنچیں ویسے ہی بعد ممت عالم برزخ میں ان کی طرف محتاج ہیں کہ ان کے ذریعہ سے بارگاہ الہی میں مقبول ہو جائیں۔ کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ مجھے اب کوئی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب بن جاؤں اور وہاں تک پہنچ جاؤں؟ ہرگز نہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بلا وسیلہ تقریب ممنوع ہے، ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بعد ممت بھی وسیلہ ہیں۔

استدلال مخالفین:

شیخ ابن تیمیہ اور اس کے پیرو غیرہ قرآن مجید کی ان آیتوں کو جو کفار کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں ان سے توئل کے عدم جواز کا استدلال کرتے ہیں: جیسے:

﴿۱﴾ ﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (سورۃ جن ع/ ۲)

﴿ترجمہ﴾ پس نہ پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو۔

﴿۲﴾ ﴿مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾

(سورۃ احقاف ع/ ۲)

﴿ترجمہ﴾ اُس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس شخص کو پکارتا ہے جو کہ قیامت تک اس کو جواب نہ دے اور

اس کی پکار سے بے خبر ہو۔

﴿۳﴾ ﴿وَإِذَا أَحْشَرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ﴾ (سورۃ احقاف ع/ ۱)

﴿ترجمہ﴾ اور جس وقت لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا ان کے لئے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کے ساتھ کفر کریں گے۔

﴿۴﴾ ﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ الْمُعَذِّبِينَ﴾ (سورۃ الشعراء، ع/ ۱۱)

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو ورنہ عذاب پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

﴿۵﴾ ﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (سورہ یونس ع/۱۰)

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ایسی چیز کو نہ پکارو جو تمہارے نفع و نقصان کی مالک نہ ہو، پس اگر ایسا کیا تو اُس وقت ظالم لوگوں سے

ہو جاؤ گے۔

﴿۶﴾ ﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطٍ كَفِّهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ

وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دَعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾ (سورہ رعد ع/۲)

﴿ترجمہ﴾ حقیقت اس کو پکارنا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کو پکارتے ہیں اُن کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی اپنی ہتھیلیوں کو اس لئے پھیلاتا

ہے تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ ایسے قطعاً نہیں پہنچ سکتا۔ کافروں کا اس طریقہ سے پکارنا محض جہالت کا پکارنا ہے۔

﴿۷﴾ ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ۚ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دَعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا

لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ (سورہ فاطر ع/۲)

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کو تم پکارتے ہو وہ سمجھور کی گتھلی کے باریک پوست برابر بھی قدرت نہیں رکھتے اگر ان کو پکارو

تو تمہاری دعا کو وہ سنتے تک نہیں اور اگر سنیں بھی تو جواب نہیں دیں گے روز قیامت میں تمہارے شرک کا انکار کریں گے ہماری طرح تمہیں کوئی

خبر دینے والا نہیں ملے گا۔

﴿۸﴾ ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ رَعَيْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفِ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا﴾

﴿ترجمہ﴾ کہئے اُن کو پکارو جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا گمان کر رکھا ہے وہ تو تمہاری تکلیف کے اٹھانے کی ہرگز قدرت نہیں رکھتے

اور نہ ہی اس کو پھیر سکتے ہیں۔

﴿۹﴾ ﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ (سورہ انعام ع/۲)

﴿ترجمہ﴾ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ضرر اور تکلیف تمہیں آئے تو اس کے سوا کوئی دوسرا اس کو ہرگز نہیں رفع کر سکتا۔

﴿۱۰﴾ ﴿قُلِ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا﴾ (سورہ جن ع/۲)

﴿ترجمہ﴾ آپ کہئے کہ میں تمہارے نفع اور نقصان کا بالکل مالک نہیں ہوں۔

﴿۱۱﴾ ﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا فِيهَا النَّارُ وَاللَّظْلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (سورہ مائدہ ع/۱)

﴿ترجمہ﴾ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر جنت حرام کر دی گئی ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کے لئے

کوئی مددگار نہیں۔

غرض اور بہت سی آیتیں اور حدیثیں اور اقوال سلف و خلف ہیں جن سے وہ لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو شخص کسی

شخص کے ساتھ تو سُل اور وسیلہ پکڑے یا حالتِ غائبانہ میں اس کو پکارے یا اُس سے شفاعت چاہے یا کسی کی قبر کی طرف زیارت کے لئے جائے وہ مشرک ہے کیونکہ مشرک بھی بتوں کو خدا نہیں تصور کرتے تھے بلکہ محض تَقَرُّب کے لئے ان کو مانتے اور ان کی عظمت و توقیر کرتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾. (سورۃ الزُّمَر، ع/۱)

﴿ترجمہ﴾ مشرک کہتے ہیں کہ ہم تو بتوں کو محض تَقَرُّبِ بِلَی اللہ مانتے ہیں اور ایک قسم کا وسیلہ خیال کرتے ہیں۔ ورنہ توحید کے وہ کسی حد تک قائل ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ متعدد مقامات میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿۱﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ. (سورۃ زخرف ع/۷)

﴿ترجمہ﴾ اگر کوئی مشرکوں سے سوال کرے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا تو جواب میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے۔

﴿۲﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ. (سورۃ لقمان ع/۳)

﴿ترجمہ﴾ اگر آپ پوچھیں گے کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے۔

اسی طرح وسیلہ پکڑنے والے بھی خیال کرتے ہیں کہ معبود تو خدائے واحد ہے ہم ان بزرگوں کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔ پس جیسا کہ کفار کو محض اس لئے مشرک کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے وسیلہ کے متلاشی تھے اور شفاعت کا اعتقاد رکھتے تھے ویسے ہی (معاذ اللہ) یہ لوگ بھی مشرک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ ہماری شفاعت کرے گا اور ہمارا وسیلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا۔

جواب..... ان آیات اور احادیث سے یہ مطلب نکالنا دیدہ دانستہ مسلمانوں کو ناحق مشرک بنانا ہے، کیونکہ مسلمانوں نے ہرگز کسی نبی یا ولی کو خدا نہیں سمجھا اور نہ ہی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بذاتِ خود اپنی خاص قدرت کے ساتھ کسی چیز پر قادر ہیں یا کسی کے نفع اور نقصان کے مالک ہیں یا کسی چیز کو پیدا کرتے ہیں، بلکہ ہر مُسْلِم کا یہی اعتقاد ہے کہ وہ خدا کے خاص بندے ہیں اور اُس کے پیدا کئے ہوئے ہیں کسی طرح وہ عبادت کا استحقاق نہیں رکھتے کہ اُن کی عبادت کی جائے اور اُن کو ایک علیحدہ معبود بنالیا جائے۔ ہاں چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا، مقرب بنایا، اعلیٰ اعلیٰ انعامات سے ممتاز فرمایا اور وہ ان کی برکت سے اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے، اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے، اُن کے ذریعہ سے اپنے بندوں کی تکلیفوں کو دور فرماتا ہے، اُن کے طفیل اپنے بندوں پر عجیب عجیب تجلیاں فرماتا ہے جس کی شہادتیں قرآن و حدیث اور اقوالِ سلف و خلف سے بے شمار مل سکتی ہیں اور ان کی تفصیل اپنے محل پر کی گئی ہے۔

لہذا وسیلہ پکڑنے والے اللہ تعالیٰ ہی کو خالق مالک ضار، نافع، کاشف، قادر، قہار، ستار حقیقی تصور کرتے ہوئے اُن بزرگوں سے تبرُّک حاصل کرتے ہیں اور اپنی قضائے حاجات کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں ایک وسیلہ گردانتے ہیں اور اُن کے ذریعہ بارگاہِ الہی میں رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں، جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی عاجزانہ دعاؤں کو

قبول فرماتا ہے اور طرح طرح کے انعامات سے ممتاز فرماتا ہے۔

مشرکوں کا بتوں کو وسیلہ بنانا:

ساہا سال گزر گئے عمریں ختم ہو گئیں مگر آج تک ظاہر پرست ملاؤں کا ہنگامہ تکفیر ختم ہونے میں نہ آیا، جا بجا یہی چرچے ہیں کہ فلاں صوفی کافر ہو گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے یا رسول اللہ کہا۔ فلاں درویش مشرک ہو گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے فلاں بزرگ کو اپنی فلاں حاجت کے لئے وسیلہ ٹھہرایا ہے۔ فلاں بدعتی ہو گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ فلاں بزرگ کی قبر پر زیارت کے لئے گیا۔ غرض ہزاروں اور لاکھوں مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک بنایا جاتا ہے۔ اور ان کے ایسے فعل کو بلا فرق مشرکوں کا سا فعل قرار دیا جاتا ہے حالانکہ مسلمانوں کا تو شل خدا کی وحدانیت و معبودیت میں قطعاً مخل نہیں اور مشرکوں کا تو شل صاف شرک پر مشتمل ہے، ان دونوں صورتوں کو یکساں قرار دینا سراسر جہل اور محض تعصب ہے۔

دیکھئے آیت یہ ہے:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾

یعنی کفار عرب جو بتوں کی پرستش کرتے تھے، جب ان سے پوچھا گیا کہ تم خدائے واحد کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو کیا تم خدا کو نہیں مانتے؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہم خدا کو تو مانتے ہیں ﴿مگر بتوں کو اس لئے پوجتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ ہم خدا کے ہاں باریاب ہو جائیں﴾۔

اب کوئی ان معصوب معترضین سے پوچھے کیا صوفیہ متوسلین کا یہی عقیدہ ہے؟ کیا وہ بھی انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی (معاذ اللہ) پرستش کرتے ہیں حاشا و سگلا بلکہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو اللہ کے بندے مگر مقبول و محبوب بندے سمجھتے ہیں اس لئے وہ شرک سے پاک ہیں، بخلاف ان کے کفار عرب نے بتوں کو معبود اور مستحق عبادت سمجھ رکھا تھا لہذا وہ مشرک ٹھہرے کیونکہ وہ مشرک فی العبادت ہیں۔

خلاصہ یہ کہ گو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے، لیکن جب انہوں نے عبادت میں دوسری چیز کو خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے بتوں کی عبادت میں مشغول ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرک اور کافر کہا۔ مسلمان بشرطیکہ وہ صحیح معنی میں مسلمان ہو کبھی اس امر کا معتقد نہیں ہو سکتا نہ ہوا اور نہ ہوگا کہ کسی مخلوق کو مستحق عبادت ٹھہرائے۔

شواہد الحق میں ہے:

نَعَمْ مَنِ اعْتَقَدَ أَنَّ النَّبِيَّ أَوْ الْوَلِيَّ هُوَ الْفِعَالُ لِمَا أَرَادَ مِنْ دُونِ اللَّهِ تَعَالَىٰ فَهَذَا كَافِرٌ بِالْإِتِّفَاقِ وَلَكِنْ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَلَوْ كَانَ مِنْ أَجْهَلِ الْجَاهِلِينَ يَعْتَقِدُ ذَلِكَ مِمَّا أَعْلَمُ فَإِنَّهُمْ يَعْتَقِدُونَ أَنَّهُمْ خَوَاصُّ عِبِيدِ اللَّهِ وَأَنَّهُ هُوَ الْفِعَالُ الْمُطْلَقُ لَيْسَ لَهُمْ وَلَا لغيرِهِمْ مَعَهُ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ سُبْحَانَهُ تَعَالَىٰ.

﴿ترجمہ﴾ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی یا ولی خود بخود کسی چیز کا جب ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے بغیر وہ کر سکتا ہے وہ بالاتفاق

کافر ہے، لیکن کوئی بھی مسلمان کیسا بھی جاہل کیوں نہ ہو ایسا اعتقاد نہیں رکھتا جیسا کہ مجھے معلوم ہے، اس لئے کہ ہر مسلمان کا یہی اعتقاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور فعال مطلق اور ہر چیز کا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سوائے اُن کوئی نفس کوئی قدرت نہیں، اور خود بخود کسی چیز کے نفع و نقصان کے وہ قطعاً مالک نہیں۔

شواہد الحق میں ہے:

وَالْحَاصِلُ أَنَّ مَذْهَبَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ صِحَّةُ التَّوَسُّلِ وَجَوَازُهُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ وَكَذًا بِغَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ كَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْأَحَادِيثُ السَّابِقَةُ لِأَنَّا مَعَاشِرُ أَهْلِ السُّنَّةِ لَا نَعْتَقِدُ تَأْثِيرًا وَلَا خَلْقًا وَلَا إِيجَادًا وَلَا إِعْدَامًا وَلَا نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا لِلَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فَلَا نَعْتَقِدُ تَأْثِيرًا وَلَا نَفْعًا وَلَا ضَرًّا بِاعْتِبَارِ الْخَلْقِ وَالْإِيجَادِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّأْثِيرِ وَلَا لِغَيْرِهِ مِنَ الْأَحْيَاءِ أَوْ الْأَمْوَاتِ.

﴿ترجمہ﴾ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے اُن کی حیات میں اور اُن کی وفات کے بعد توسُّل جائز ہے جیسا کہ احادیث سابقہ سے معلوم ہوا، کیونکہ ہم اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کسی چیز کے لئے یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ اس کے لئے کسی چیز میں تاثیر حقیقی یا خلق و ایجاد و اعدام یا نفع و ضرر کا دخل ہے۔ پس ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے لئے ان کی حیات و ممات میں کوئی ایجاد و اعدام خلق و تاثیر ثابت نہیں کرتے۔

شواہد الحق میں ہے:

إِذَا قُلَّ وَاحِدٌ مِنْهُمْ يَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ هُوَ وَلَا أَحَدٌ مِنَ الْخَلْقِ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا أَنْفُسِهِمْ وَلَا لِيُغَيِّرَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَهَذَا كَذَلِكَ مِنَ الْأُمُورِ الْمَعْلُومَةِ مِنَ الدِّينِ بِالضَّرُورَةِ الَّتِي اسْتَوَى فِيهَا أَعْلَمُ الْعَالَمِينَ وَأَجْهَلُ الْجَاهِلِينَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

﴿ترجمہ﴾ ادنی مسلمان جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، اور وہ اور دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے بغیر اپنے اور غیر کے لئے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں، اور یہ بات دین اور مذہب میں ایسی کھلی ہے کہ گویا ایک بدیہی امر ہے اور اس میں عالم اور جاہل برابر ہیں اور دونوں جانتے ہیں (کہ واقعی قدرت اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔)

کیا کسی بزرگ کی طرف اپنی سوال کی اجابت کو منسوب کرنا مشرک بنا دیتا ہے؟

نہیں ہرگز نہیں بلکہ اگر کسی مسلمان نے اپنے سوال کی اجابت یا اپنی کسی حاجت کا دفعیہ کسی بزرگ کی طرف منسوب کیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مشرک اور کافر ہو گیا کیونکہ یہ نسبت مجاز اہوا کرتی ہے اور مؤسِّل بزرگ کو مستقل نہیں سمجھتا ہے، مگر مخالف اپنی جہالت سے کہتا ہے کہ یہ محض ایک حیلہ ہے اور مجاز کا ایک اختراعی اور مصنوعی ڈھکوسلا ہے۔ لہذا اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ کیا مجاز کا ثبوت قرآن و حدیث میں

ہے اور کیا مجاز کسی کی طرف کوئی چیز منسوب ہو سکتی ہے۔

بحث مجاز:

کسی کلمہ کو جب کسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے تو یا تو وہ اسی معنی میں استعمال کیا جائے گا جس کے مقابلے میں واضح نے اس کو مقرر کیا ہے، یا کسی مناسبت کی وجہ سے کسی دوسرے معنی میں استعمال کیا جائے گا۔ پہلی صورت میں کلمہ حقیقت معنوی کہلاتا ہے، کیونکہ اس وقت وہ اپنے حقیقی اور اصل معنی میں مستعمل ہوا ہے، جیسے زید کا لفظ بول کر اس کی ذات مراد لی جائے۔

اور دوسری صورت میں کلمہ مجاز لغوی کہلاتا ہے، کیونکہ اس وقت وہ اصلی معنی کے علاوہ دوسرے معنی میں بوجہ کسی مناسبت کے مستعمل ہوا ہے۔ جیسے شیر بولا اور مراد زید لیا اب شیر کے لفظ سے زید جو بوجہ مناسبت شجاعت اور بہادری کے مراد لیا گیا ہے وہ مجازی ہے۔

اس قسم کی مثالیں قرآن مجید میں بھی موجود ہیں:

أَفَمَنْ كَانَ مَيِّتًا أَمْيَ كَافِرًا۔

یہاں میت سے مراد کافر ہے۔

اور دوسری جگہ وارد ہے:

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ أَيْ النُّطْفَةِ۔

یہاں میت سے مراد نطفہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سینکڑوں مثالیں حدیث شریف میں بھی موجود ہیں۔

اسی طرح کبھی کلمہ کو ایسی چیز کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جس کا وہ فعل نہیں ہوتا، اس کو مجاز فی النسبہ اور مجاز عقلی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں پر مجاز صرف نسبت میں ہوتی ہے کہ جس کی طرف کلمہ منسوب حقیقتہً ہونا چاہئے تھا اس کی طرف نہیں ہوا، بلکہ کسی تعلق کی وجہ سے دوسری چیز کی طرف منسوب ہوا ہے۔ چنانچہ عرب کا عام محاورہ ہے۔



استمداد و توسل کے دلائل مؤیدہ

﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ سورہ نساء رکوع ۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾

﴿ترجمہ﴾ اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا تیرے پاس آجاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور معافی چاہتا ان کے لئے رسول تو ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول فرمانے والا مہربان۔

ذرا غور کیجئے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا پھر یہ کیوں فرمایا کہ اے نبی! تیرے پاس حاضر ہوں اور تو اللہ تعالیٰ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت و نعمت پائیں گے۔

اگر آیت اِنَّاكَ نَسْتَعِينُ میں مطلق استعانت کا ذات الہی میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ہی سے استعانت شرک ہوگی، کیا یہی غیر خدا ہیں اور سب اشخاص و اشیاء جن سے مدد لینا متعارف ہے خدا ہیں؟ نہیں نہیں جب مطلقاً ذات احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح سے شرک ہی ہوگی، انسان ہوں یا جمادات، احياء ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں۔ تو اب کیا جواب ہے آیت کریمہ کا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾

﴿ترجمہ﴾ استعانت کرو صبر اور نماز سے۔

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کا ارشاد کیا ہے؟

اگر غیر خدا سے مدد ملنی مطلقاً محال ہو تو اس حکم الہی کا حاصل کیا؟ اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا

قباحت؟۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنا موجب مغفرت ہے، چنانچہ صحیح

روایت میں ہے کہ:

”ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد اسی آیت کے ذریعہ سے مغفرت چاہی تھی روضہ مبارک

سے آواز آئی:

قَدْ غَفَرَ لَكَ -

یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بخش دیا۔

غرض اللہ تعالیٰ نے وَاسْتَغْفَرُ لَهُمُ الرَّسُولُ بِرَسِيلِ الْتَقَاتِ فرمایا، اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان کی بزرگی اور آپ کے استغفار کی تعظیم مقصود ہے اور اس امر پر آگاہ کرنا تھا کہ آپ کی شفاعت مقبول ہوگی۔

از گناہ مے کشاں خواہد گذشتن کردگار چوں شفیع خویشتن ساقی کوثر کردہ اند ﴿ترجمہ﴾ مے کشوں کے گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا جب کہ انہوں نے اپنی شفاعت کرنے والا حضرت ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا ہے۔

﴿۲﴾ اللہ تعالیٰ سورۃ انفال رکوع ۴ میں فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ طَوْماً كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا کہ آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک کہ وہ استغفار کرتے رہیں۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وجود کفار کے لئے بھی باعثِ رحمت تھا، چنانچہ جب تک آپ مکہ معظمہ میں رہے اس وقت کوئی عذاب ان میں نازل نہ ہوا مگر جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو پھر ان پر عذاب الہی نازل ہوا۔

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ گناہ گار کیسا ہی بڑے سے بڑا گناہ کر لے اس کے لئے دو چیزیں پناہ ہیں، ایک تو میرا وجود اور دوسرا استغفار۔

گفت پیغمبر شمارا اے مہاں چوں پدر هستم شفیق و مہرباں ﴿ترجمہ﴾ اے میرے سردارو! حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو کہا ہے کہ میں باپ کی مانند تم پر شفقت اور مہربانی فرمانے والا ہوں۔

زاں سبب کہ جملہ اجزائے منید جزو را از کل چرا بر مے کشید

﴿ترجمہ﴾ اس لیے کہ تم سب میرے اجزاء ہو جزو کو تم کل سے کیوں باہر نکالتے ہو۔

جو وجود باوجود اپنی برکت سے مانعِ عذاب ہے اس سے رفعِ تکالیف اور حصولِ مرادات میں مدد طلب کرنا کیوں مستبعد ہے اور کیوں داخلِ شرک ہے۔

﴿۳﴾ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول استمدا کی تائید میں:

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خلیفہ منصور عباسی نے حج کیا اور روضہ مقدسہ کی زیارت کی تو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے دریافت کیا کہ اے ابو عبد اللہ! میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف؟ امام مالک نے فرمایا: تم اس رحمۃ للعالمین کی طرف سے کیوں منہ پھرتے ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمہارے اور تمہارے دادا آدم علیہ السلام تک وسیلہ ہیں۔ لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہی منہ کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شفیع بناؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾

﴿ترجمہ﴾ اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں، آپ کے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، اور ان کے لئے رسول بھی استغفار کرے تو البتہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحیم پائیں گے۔ (شفافاضی عیاض، زرقانی، مواہب اللدنیہ)

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تھے تو زیارت کرنے والے کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کرنا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا پڑتی تھی، پس روضہ مقدسہ میں حاضر ہونے کے وقت یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا یہی احترام ہے۔ (زرقانی)

دیکھئے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے محدث کبیر امام کل پیشوائے اہل مدینہ کے الفاظ سے صاف تو ثل و استمدا کی تائید ہوتی ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف رخ کرنا، حضور کو وسیلہ سمجھنا اور حضور کو شفیع بنانا صاف استمدا کی تعلیم ہے۔

﴿۴﴾ اللہ تعالیٰ سورہ یونس کے پہلے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور خوشخبری سنا ایمان والوں کو کہ اُن کو سچا پایہ ہے ان کے پروردگار کے ہاں۔

قَدَمَ صِدْقٍ کی تفسیر جمل میں اس طرح آئی ہے:

قَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ هُوَ شَفَاعَتُهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

﴿ترجمہ﴾ زید بن اسلم نے کہا کہ قدم صدق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہے۔

اس آیت میں ایک بشارت عام مسلمانوں کو دی گئی ہے کہ وہ اس بات سے خوش ہوں کہ ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہوگی۔ اس آیت سے صراحتاً ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت کا اذن بارگاہ الہی سے مل چکا ہے۔

﴿ب﴾ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْمُودًا﴾

﴿ترجمہ﴾ قریب ہے کہ تجھے کھڑا کرے گا تیرا پروردگار مقام محمود میں۔

اس مقام پر عسلی کا کلمہ معنی قطعی الوقوع میں مستعمل ہے، مقام محمود مقام شفاعت کو کہتے ہیں، چنانچہ جلالین میں ہے:
وَهُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ فِي فَضْلِ الْقَضَاءِ۔

﴿ترجمہ﴾ وہ شفاعت کا مقام ہے مقدمات کے فیصلے میں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود پر ضرور سرفراز فرمائے گا۔

﴿ج﴾ سورہ طہ رکوع ۸ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَى﴾

﴿ترجمہ﴾ اور پڑھتا رہ اپنے رب کی خوبیاں سورج نکلنے سے پہلے، اور رات کی کچھ گھڑیوں میں پڑھا کر، اور دن کی طرفوں میں

(بھی پڑھا کر) تاکہ تو خوش ہو جائے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کے لفظ تَرْضَى کے تحت فرماتے ہیں:

مَاتَنَالَ مِنَ الشَّفَاعَةِ۔ ۱

یعنی شفاعت کا حکم ملنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم راضی ہوں گے۔

﴿د﴾ سورہ الضحیٰ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى﴾

یعنی اور آگے چل کر تجھ کو اتنا کچھ دے گا تیرا پروردگار کہ تو راضی ہو جائے گا۔

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

کہ چوں ایسی آیت نازل شد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیارانِ خود

فرمودند کہ من ہرگز راضی نشوم تا آنکہ یک یک کس را از اُمّت خود بہ بہشت داخل نہ

کنم۔ ۲

﴿ترجمہ﴾ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا کہ میں ہرگز راضی نہ ہوگا جب تک کہ

میں اپنے ایک ایک امتی کو بہشت میں نہ لے جاؤں گا۔

امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے: ۳

۱ تفسیر کبیر، ج ۲۲، ص ۱۳۴۔ مصر۔

۲ تفسیر عزیزی پارہ ۳۰، ص ۲۱۸۔ مطبوعہ لاہور۔

ماو گناہ چوکوہ ہر دم و غم نے کہ ہست بہ کتفِ نازکت بارِ گرانِ ہمہ
﴿ترجمہ﴾ ہم اور ہمارے گناہ ہر آن پہاڑ کی مانند ہیں پھر بھی غم نہیں کیوں کہ یہ سب کچھ آپ کے نازک کندھوں پر بوجھ ہے۔

﴿۵﴾ طبرانی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا خَيْرَ نَبِيٍّ رَبِّي أَنْفَا؟ قُلْنَا بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ خَيْرِنِي بَيْنَ أَنْ يَدْخُلَ ثُلُثِي أُمَّتِي الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا اخْتَرْتَ؟ قَالَ الشَّفَاعَةُ۔

﴿ترجمہ﴾ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو وہ اختیار بتاؤں جو ابھی مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ تہائی امت کو بغیر حساب و عذاب کے بہشت میں داخل کروں، یا شفاعت قبول کروں، پھر صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم آپ نے ان دونوں امور سے کس کو اختیار فرمایا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شفاعت کو۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دو امر میں اختیار دیا کہ جس کو چاہیں قبول فرمائیں اور اس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شفاعت کو اختیار کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مازون ہو چکے اور شفاعت عام ہوگی، اس میں قید ثلث یا نصف کی نہیں جیسا کہ دوسری حدیث سے مصرح ہوتا ہے:

احمد اور طبرانی سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

خَيْرْتُ بَيْنَ الشَّفَاعَةِ أَوْ يَدْخُلُ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ لِأَنَّهَا أَعْمُ وَأَكْفَى۔

﴿ترجمہ﴾ مجھے شفاعت میں اختیار دیا گیا اور اس امر میں کہ نصف امت کو بہشت میں داخل کروں، ان دونوں میں سے میں نے شفاعت کو اختیار کیا، اس لئے کہ شفاعت عام تر و کافی تر ہے۔ یعنی اس میں نصف یا ثلث کی قید نہیں ہے۔

ملاغیمت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ :- ۱۔

چوں در حرفِ شفاعت لب کند باز سزد بر رحمتِ ار عصیاں کند ناز
﴿ترجمہ﴾ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کی عرض داشت کے لب مبارک کھولیں گے اس وقت گناہ رحمتِ الہی کے سامنے ناز دکھائیں تو ان کو ایسا کرنا سزاوار ہے۔

سوالش تابزیر لب رسیدہ جوابش گفت عین اللہ بدیدہ

﴿ترجمہ﴾ آپ کی دعا ابھی زیر لب ہی پہنچی تھی کہ خود ذاتِ باری تعالیٰ نے اُس کے جواب میں فرمایا قبول ہے۔

دعایش عرضِ مطلب آرزو کرد شنیدن تالبِ استقبالِ او کرد

﴿ترجمہ﴾ آپ کی دعاء نے اپنے مطلوب کو بارگاہ الہی میں پیش کرنی کی آرزو کی توفیقِ الہیہ نے آپ کے لبوں تک اس کا استقبال کیا۔

﴿و﴾ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَعَدَنِي رَبِّي أَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِينَ أَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا. (رَوَاهُ تِرْمِذِي)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار آدمی بلا حساب و عذاب داخل جنت کرے گا، ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔ (مشکوٰۃ)

﴿ز﴾ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُ رَبِّي فَوَعَدَنِي أَنْ يُدْخِلَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِينَ أَلْفًا عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔ (رَوَاهُ بَيْهَقِي وَالْبَزَّازُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَاحْمَدُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میں نے پروردگار سے سوال کیا، اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میری امت سے ستر ہزار آدمی چودھویں رات کے چاند کی طرح داخل جنت کرے گا۔
(بیہقی، بزاز اور طبرانی اور احمد)

﴿۵﴾ اللہ تعالیٰ کا نعمتیں عطاء کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ شریک کرنا:

اللہ تعالیٰ سورہ توبہ رکوع ۷ میں فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ۔

﴿ترجمہ﴾ اور کیا اچھا ہوتا اگر اسی پر راضی ہو جاتے منافق جو ان کو دیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اور کہتے کہ ہم کو اللہ بس ہے، آگے کو بہتیرا دے گا اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحتاً فرمادیا کہ اگر منافق اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو عطا فرمایا تھا اور یہ کہتے کہ ہم کو اللہ ہی بس ہے اور وہ آگے اپنے فضل سے اور بہتیرا عطا فرمائے گا اور اس کا رسول بھی۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ ہر ایک قسم کی نعمتیں دینے دلانے میں اپنے رسول کو بھی شریک فرماتا ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح میں معطی ہوں اسی طرح رسول بھی ہے، اب اس لحاظ سے اگر کوئی انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے امداد کا طالب ہو تو وہ کس طرح مشرک ہو سکتا ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے عین مطابق امداد طلب کر رہا ہے؟۔

﴿۶﴾ اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو اپنے کاموں میں شریک کرنا:

اللہ تعالیٰ سورہ توبہ رکوع ۱۰ میں فرماتا ہے:

﴿إِنْ أَعْنَاهُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾۔

﴿ترجمہ﴾ یہ کہ ان کو کردیادولت مند اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے رسول کو دولت دینے میں اپنے ساتھ شامل اور شریک کیا جس نے بظاہر ہمارے فریق مخالف کے لئے مشکل پیدا کر دی ہے۔ مگر نا فہم لوگوں کی عقل کا قصور ہے کہ وہ خواہ مخواہ عوام الناس کو شرک کا مغالطہ دے کر ان کے پاؤں صراطِ مستقیم سے پھلاتے ہیں، جبکہ خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کاموں میں شریک فرماتا ہے تو پھر شرک کس طرح ہو سکتا ہے، حقیقت میں یہ لوگ شرک کی حقیقت سے بالکل ناواقف اور بے بہرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنے میں جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو شریک فرماتا:

اللہ تعالیٰ سورہ تحریم رکوع/۱ میں فرماتا ہے:

﴿فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَىٰ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ﴾.

﴿ترجمہ﴾ تو اللہ تعالیٰ اس (رسول) کا رفیق ہے اور جبرئیل اور نیک مسلمان اور نیز فرشتے اس کے بعد مددگار ہیں۔

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد میں اپنے ساتھ جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو بھی مددگار بناتا ہے تو اب اگر ان مددگاروں سے عوام الناس مدد طلب کریں تو یہ شرک کس طرح ہو سکتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے عین ارشاد کے مطابق ہے۔ جبکہ وہ خود اپنے ساتھ جبرئیل اور صالحین کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امداد کرنے میں اپنا شریک بتلاتا ہے، تو پھر اولیاء اللہ سے امداد طلب کرنا کس طرح شرک ہو سکتا ہے۔

﴿۸﴾ اللہ تعالیٰ کا اپنے ساتھ دوستی میں رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو شریک کرنا:

اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ رکوع/۸ میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾.

﴿ترجمہ﴾ پس تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول اور مسلمان ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور ہمیشہ خشوع کرتے ہیں اور جو دوستی کرے گا اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے تو بے شک اللہ والے ہی غالب ہیں۔

دیکھئے اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ دوستی میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اور مسلمانوں کو شریک کیا، جو بظاہر شرک معلوم ہوتا ہے، لیکن درحقیقت اس معیت میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صالحین کی عزت و توقیر ثابت ہوتی ہے، اور ان سے امداد طلب کرنا اصل میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگنا ہے۔ یہی ایک نکتہ ہے جو منکرین کی سمجھ میں نہیں آتا، اولیاء کرام انبیاء علیہم السلام سے امداد و اعانت طلب کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ہی اعانت طلب کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ ان کو اپنی معیت میں شریک گردانتا ہے تو اس معیت کے کسی وجود سے اگر امداد طلب کی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہوگی۔ عوام الناس بھی اس قوت سے امداد کے طالب

ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قوت ایسے نیک اور پاک وجودوں میں ودیعت کی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اُن کو اپنی معیت میں شریک کرتا ہے کہ وہ حقیقت میں غیر اللہ نہیں ہوتے۔ بتوں کے ساتھ اولیاء اللہ کو تشبیہ دینا یا جو آیات بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان کو اولیاء اللہ پر چسپاں کرنا صریحاً تحریفِ قرآن اور کفر ہے۔

﴿۹﴾ اللہ تعالیٰ سورۃ مومن رکوع ۱، میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾

﴿ترجمہ﴾ جو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں عرش کو اور جو عرش کے گردا گرد ہیں وہ تسبیح کرتے ہیں اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ

اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مغفرت مانگتے ہیں ایمان والوں کے لئے۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں کا کام اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور مخلوق خدا کی سفارش کرنا ہے۔

﴿مَنْ يُشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا﴾ (سورہ نساء)

﴿ترجمہ﴾ جو شخص سفارش کرے نیک بات میں اس کو ملے گا اس میں حصہ۔ (سورہ نساء رکوع ۱۱)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص کسی بھائی کی نیک امر میں سفارش کرے گا اس پر خدا کی نعمتیں نازل ہوں گی۔

﴿۱۰﴾ اللہ تعالیٰ سورۃ مائدہ کے پہلے رکوع میں فرماتا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور ایک دوسرے کے مددگار بنو نیک اور پرہیزگاری کے کاموں میں۔

ذرا لفظِ برّ اور تقویٰ پر غور و خوض کریں کہ کیا برّ اور تقویٰ خدا ہیں کہ جن کے پائے جانے کے باعث ایک دوسرے کی مدد کرنے کا

حکم ہوا ہے۔ عقلِ سلیم والا تو خود ہی بول اُٹھے گا کہ واقعی برّ اور تقویٰ تو خدا نہیں ہیں، لیکن ہاں یہ اوصاف جس وجودِ پاک میں ہوں گے ان میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے گی۔

مطلق استمداد و امداد کی مشروعیت کی تائید احادیث سے:

﴿۱﴾ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

أَطْلُبُوا الْخَيْرَ عِنْدَ حَسَنِ الْوُجُوهِ۔

﴿ترجمہ﴾ خیر طلب کرو خوش رُو لوگوں کے پاس۔

﴿۲﴾ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

أَطْلُبُوا الْخَيْرَ وَالْحَوَائِجَ مِنْ حَسَنِ الْوُجُوهِ۔

﴿ترجمہ﴾ نیکی اور حاجتیں خوبصورت لوگوں سے مانگو۔

﴿۳﴾ حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قَدْ سَمِعْنَا نَبِيَّنَا قَالَ قَوْلًا هُوَ لِمَنْ يُطْلَبُ الْحَوَائِجُ رَاحَةً اغْتَدُوا وَاطْلُبُوا الْحَوَائِجَ مِمَّنْ زَيْنَ اللَّهُ وَجْهَهُ بِصَبَاحَةٍ۔
 ﴿ترجمہ﴾ بے شک ہم نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک بات فرماتے سنا کہ وہ حاجت مانگنے والوں کے لئے آسائش ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح کرو اور حاجتیں اس سے مانگو جس کا چہرہ اللہ تعالیٰ نے حسن کے ساتھ آراستہ کیا ہے۔ (رواہ العساکری)

﴿۴﴾ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

اطْلُبُوا الْمَعْرُوفَ مِنْ رُحَمَاءِ أُمَّتِي تَعِيشُوا فِي أَكْنَافِهِمْ۔

﴿ترجمہ﴾ میرے نرم دل امتیوں سے نیکی و احسان مانگو ان کے ظنِ عنایت میں آرام کرو گے۔ (متدرک)

غرض احادیث میں کثرت سے وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نیک امتیوں سے استعانت کرنے، ان سے حاجتیں مانگنے، اُن سے خیر و احسان طلب کرنے کا حکم دیا کہ وہ تمہاری حاجتیں بکشادہ پیشانی روا کریں گے۔ اور تم ان کے سایہء عاطفت میں عیش اٹھاؤ گے۔

پس اس سے بڑھ کر اور کیا صورت استعانت کی ہوگی؟

شستہ رویاں نیز مرے نشویند گہ از دل غبار نو خطے ہر جانباً شد روئے زیبا ہم خوش سست
 ﴿ترجمہ﴾ صاف چہرے والے بھی کبھی دل سے غبار دھولیتے ہیں نوخیز ہر جگہ میسر نہیں آتے حسین چہرہ بھی اچھا ہوتا ہے۔
 مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ خوب صورت خوب سیرت ہوتا ہے۔

نکور و میکشد از خوئے بد پائے چہ خوش گفت آن نکور و نئے نکورائے
 ﴿ترجمہ﴾ خوب صورت لوگ (کبھی) بد خوئی کو ترک کر دیتے ہیں اس حسین سیرت والے نے کیا ہی اچھا کہا۔

کہ ہر کس درجہاں نیکو سست رویش بسے بہتر ز روئے اوست خویش
 ﴿ترجمہ﴾ ہر وہ شخص کہ دنیا میں اس کا چہرہ خوب صورت ہے اس کے ایسے چہرے سے اس کی عادت بہت اچھی ہوتی ہے۔

﴿۵﴾ طبرانی جامع صغیر میں روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

اطْلُبُوا الْحَوَائِجَ إِلَى ذَوِي الرَّحْمَةِ مِنْ أُمَّتِي تُرْزَقُوا وَتُنَجَّحُوا بِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ رَحْمَتِي فِي ذَوِي الرَّحْمَةِ مِنْ عِبَادِي وَلَا تَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ عِنْدَ الْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ فَلَا تُرْزَقُوا وَلَا تُنَجَّحُوا فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ إِنَّ سَخَطِي فِيهِمْ۔

﴿ترجمہ﴾ تم اپنی حاجتیں میری امت کے رحم دل لوگوں سے طلب کرو تم کو رزق ملے گا اور تم کامیابی حاصل کرو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے بندوں میں سے رحم دل لوگوں میں ہے، اور سنگ دل لوگوں سے مراد میں نہ مانگو کہ تم کو نہ رزق ملے گا نہ کامیابی حاصل ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن پر میرا غضب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حاجت ایسے لوگوں سے طلب کرنی چاہئے جن کے دل نرم ہیں، لیکن جو سخت دل ہیں ان سے حاجت طلب کرنا نہیں چاہئے، پس اگر غیر اللہ سے حاجت طلب کرنا ناجائز اور نامشروع ہوتا تو آپ بھلا کیوں فرماتے کہ نرم دل والوں سے مدد مانگو۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے۔

ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے استغاثہ کیا:

ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اُن کے دشمن کے واسطے مدد مانگی چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ قصص کے دوسرے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ ۖ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) شہر کے اندر آئے ایسے وقت کہ وہاں کے لوگ بے خبر تھے، تو پایا وہاں دو آدمیوں کو کہ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ یہ ایک تو ان کی قوم میں کا تھا اور وہ دوسرا ان کے دشمنوں میں سے۔

﴿فَاسْتَعَاثَ الَّذِي مِّنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِّنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ ۖ﴾

﴿ترجمہ﴾ پس حضرت موسیٰ سے مدد مانگی اُس نے جو اُن کی قوم میں کا تھا اس دوسرے شخص پر جو دشمنوں میں سے تھا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دشمن کو مٹا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

دیکھئے ایک اُمتی کا نبی سے مدد مانگنا اس آیت میں صراحتاً پایا جاتا ہے، اگر اس قسم کی استعانت منع ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس مقام پر اس کی تردید فرمادیتا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا ناجائز اور کفر ہے جس طرح عبادت غیر کو ناجائز منع فرمایا ہے۔

مسلمانو! خوب یاد رکھو کہ حقیقت میں تو مدد دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس شخص کو بظاہر بطور سبب مجاز حضرت موسیٰ علیہ السلام مدد دینے والے ہیں کیونکہ عالم اسباب کا یہ ایک نہایت ضروری سبب ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

سائل کو جھڑکنے کی نہی سے استمداد کے جواز پر استدلال:

اللہ تعالیٰ سورہ وَالضُّحٰی میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۖ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور سائل کو جھڑکو نہیں۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سائل تم میں سے کسی کے دروازے پر آئے تو اُس کو جھڑکو نہیں بلکہ اگر ہو سکے تو اس کے سوال کو پورا کرو۔

پس اگر غیر اللہ کے پاس جا کر مانگنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس طرح ہرگز نہ فرماتا کہ سائل کو جھڑکو نہیں بلکہ یوں ارشاد فرماتا:

کہ اگر کوئی سائل کسی کے دروازے پر آئے تو اُس کو میرے دروازے پر بھیجو کیونکہ میں ہی ہر ایک سائل کی حاجت روائی کرنے والا

ہوں چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا اس لئے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ غیر اللہ سے مانگنا شرک نہیں ہے۔
یاد رہے کہ یہاں سوال عام ہے یعنی مانگنے میں سب کچھ داخل ہے خواہ پیسہ مانگا جائے یا کھانا یا وہ چیز مانگی جائے جو انسان دے سکتا ہے اور اس کی طاقت اور اختیار میں ہے۔

پس جبکہ ایک فعل کو غیر فاعل کے ساتھ مجازاً منسوب کرنے کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہو گیا بلکہ مجاز کو فصاحت و بلاغت میں داخل سمجھا جاتا ہے تو ایک مسلمان کے کلام کو کیوں نہ مجاز پر محمول کیا جائے اور کیوں اس کو محمول حقیقت کر کے موجب شرک قرار دیا جاتا ہے اور خواہ مخواہ اس کو مشرک اور کافر بنایا جاتا ہے۔
شواہد الحق میں ہے:

وَالْمُسْتَعَاثُ بِهِ فِي الْحَقِيقَةِ هُوَ اللَّهُ تَعَالَى وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْطَةُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُسْتَعِثِّ فَهُوَ سُبْحَانَهُ مُسْتَعَاثُ بِهِ وَالْعَوْتُ مِنْهُ خَلْقًا وَإِبْجَادًا وَالنَّبِيُّ مُسْتَعَاثٌ وَالْعَوْتُ مِنْهُ سَبَبًا وَكَسَبًا وَمُسْتَعَاثُ بِهِ وَبِالْجُمْلَةِ فَاطْلَاقُ لَفْظِ الْإِسْتِعَاثَةِ لِمَنْ يَحْضُلُ مِنْهُ عَوْتُ وَلَوْ سَبَبًا وَكَسَبًا أَمْرٌ مَعْلُومٌ لَا شَكَّ فِيهِ لُغَةً وَشَرْعًا۔
(ترجمہ) حقیقتاً ایسا فریادرس اللہ تعالیٰ ہی ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محض وسیلہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فریادرس ہونا بمعنی ایجاد اور خلق شے کے ہے، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بمعنی سبب اور کسب کے، بہر صورت غیر اللہ کے لئے استعانت اور استعانت کا لفظ بمعنی مذکور بولنا ایک بدیہی امر ہے اور لغت اور شریعت سے ثابت ہے۔

بہر صورت یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ مجازی طور پر کسی غیر اللہ سے کسی چیز میں استعانت کرنا ہرگز موجب کفر و شرک نہیں، غیر اللہ کو ایک سفیر محض اور ذریعہ اجابت مسموّر کیا جاتا ہے۔

چونکہ یہ امر کہ یہ اعانت و وسیلہ شرک سے بالکل خالی ہے اس امر پر موقوف ہے کہ شرک کی تشریح کی جائے کہ وہ کونسا شرک ہے کہ جس کے ارتکاب سے انسان دائرۃ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، لہذا اب مختصر اس امر کو واضح کیا جاتا ہے۔

شرک کی تشریح

شرک لغت میں ”باکسے شریک شدن“ کہتے ہیں۔

اور شریعت میں شرک کی واضح تفسیر جو علماء نے کی ہے کہ کسی وصف کو غیر اللہ کے لئے اس طریقہ میں ثابت کرنا کہ جس طرح اور جس حیثیت سے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔

یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ازلی ابدی ذاتی غیر محدود و محیط کل ہے اسی طرح کسی نبی یا رسول یا ولی وغیرہ کو بھی ہے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ جملہ صفات کمالیہ کا مستحج اور تمام عیوب و نقائص سے پاک اور منزہ ہے اسی طرح غیر بھی۔

یہی وہ شرک ہے جس کی وجہ سے انسان دائرۃ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور بلا توبہ اگر مر گیا تو ہمیشہ کے لئے دوزخ کا ایندھن ہوا

اور اسی کے متعلق تہدید مزید اور وعید شدید آئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتُخَطِّفُهُ الْطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾

(سورہ حج رکوع ۴)

﴿ترجمہ﴾ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرے گویا وہ آسمان سے گر پڑا (یعنی بلندی ایمان سے اور توحید سے ہستی شرک و کفر میں گر پڑا)، یا ہوانے اس کو کسی اور جگہ لے جا کر پھینک دیا۔ (یعنی وہ رحمت الہی سے دور ہوا)۔

﴿۲﴾ اللہ تعالیٰ سورہ نساء رکوع ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾

﴿ترجمہ﴾ اللہ یہ تو معاف کرتا نہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک گردانا جائے اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے اور جو اللہ کا شریک گردانے تو بے شک وہ دور بھٹک گیا۔

﴿۳﴾ اللہ تعالیٰ سورہ لقمان رکوع ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَنُ لَبْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور جب لقمان نے کہا اپنے بیٹے سے اور وہ اس کو نصیحت کرتا تھا کہ بیٹا شریک نہ ٹھہراؤ اللہ کا، کچھ شک نہیں کہ شرک بڑا ظلم ہے۔ یعنی سب سے بڑھ کر گناہ ہے۔

قرآن مجید کے بعد احادیث میں بھی شرک کی شدت ظہر کو بالفاظ صریح بیان فرمایا گیا ہے:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَخُوفْتُ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہ شریک ٹھہراؤ اللہ کا کسی کو اگرچہ تو قتل کیا جائے اور تو جلادیا جائے۔ (مشکوٰۃ)

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شرک سے بچنے کی یہاں تک تاکید کرتے ہیں کہ اگر جان بھی جائے تو بھی شرک نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ یہ ایسا سنگین جرم ہے کہ یہ قابلِ معافی نہیں ہے۔

﴿۲﴾ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوَاتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَا تَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةٌ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) ۱

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے: فرمایا اللہ تعالیٰ نے

اے آدم کے بیٹے! بے شک تو اگر مجھ سے ملے دنیا بھر کے گناہ لے کر، پھر مجھ سے ملے کہ نہ شریک سمجھتا ہو میرا کسی کو تو بے شک میں لے آؤں تیرے پاس بخشش دنیا بھر۔

مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں سب گناہ گاروں نے جتنے گناہ کئے ہیں اگر ایک آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ تعالیٰ اس پر اتنی ہی بخشش کرے گا۔ (مشکوٰۃ)

شرک کی تشریح اور معیار:

جس فعل کا شرک ہونا نص سے ثابت ہو وہ واقعی حرام اور ممنوع ہے۔ اور جس فعل کے شرک ہونے پر قرآن و حدیث ناطق نہ ہوں اس کو خواہ مخواہ شرک ٹھہرانا اور اس کے ممنوع ہونے پر فتویٰ دینا سراسر حماقت اور نادانی ہے، کیونکہ اگر ہر جگہ شرک یا ایہام شرک کا بلا دلیل اعتبار کر لیا جائے گا تو دائرۂ اسلام اس قدر تنگ ہو جائے گا کہ تلاش کرنے سے بھی کوئی مسلمان نہ ملے گا، مثال کے طور پر دیکھئے:

اللہ تعالیٰ موجود ہے، اب کسی غیر کو موجود ہرگز نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اس سے شرک کا وہم پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی موجود اور غیر اللہ بھی موجود، لہذا غیر اللہ معدوم محض ٹھہرے گا۔ تو کیا کوئی عاقل اس کو صحیح ماننے پر مجبور کیا جاسکتا ہے ہرگز نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ علیم ہے تو دوسرا کوئی ذی علم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہم شرک موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی علیم اور غیر اللہ بھی علیم۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بصیر (یعنی دیکھنے والا)، رحیم (رحم کرنے والا)، کریم (بخشش کرنے والا) ہے، تو غیر اللہ بصیر اور کریم وغیرہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر شخص اندھا، بے ترس بخیل اور گمراہ وغیرہ ہوگا، علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالیٰ کے ہزاروں اسماء اور صفات ہیں جو غیر اللہ پر بولے جاتے ہیں، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَبِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ﴾

یعنی مؤمنین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہایت شفقت کرنے والے اور رحم دل ہیں۔

اور اس سے بھی زیادہ واضح یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہی وہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا خود نام ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ نے غیر کو رحیم و رؤف، بشیر و نذیر، سمیع، بصیر وغیرہ اسماء و صفات سے ممتاز کر کے ایک گونہ سبیل اطلاق کو جائز قرار دیا، یا کہ معاذ اللہ شرک اور ایہام شرک کی تعلیم دی ہے نہیں ہرگز نہیں، کیا کوئی عقل مند یہ تصور کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ منع بھی فرمائے اور اسی ہی کی اجازت بھی دے، پھر کس قدر یہ امر پر غضب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ امر غیر واقعی منسوب کیا جاتا ہے، بلکہ حقیقت واقعی یہ ہے کہ محض تخیلات کا سدہ اور ظلیات فاسدہ سے خواہ مخواہ مسلمانوں کو مشرک بنایا جاتا ہے اور ایہام شرک کی بے معنی آڑ لے کر قرآن و حدیث کی غیر معمولی تحریف کی جاتی ہے، کیونکہ ایہام شرک اگر واقعی کوئی حقیقت رکھتا اور شریعت غراء میں اس کا اعتماد اور اعتناء ہوتا تو ضرور قرآن و حدیث میں اس کی تصریح موجب تقریع ہوتی، پھر جبکہ ایسی چیز جس کی وجہ سے جملہ مخلوقات ہی راہ راست سے پھسل جاتی اور شرک وغیرہ میں مبتلا ہو جاتی کیسے تصور ہو سکتا ہے کہ اس کو قصد اور ادما ترک کر دیا گیا ہے۔

اسی لئے علمائے کرام نے تصریح کی ہے کہ جب کبھی اسماء صفات الہیہ کو غیر اللہ پر بولا جائے گا مناسب حیثیت سے جائزین اطلاق کریں گے، مثلاً لفظ عَلَیَّ جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ پر بولا جائے گا تو علو و رفعت ذاتی غیر مستفادی مراد ہوگی، اور جس وقت وہ غیر اللہ پر بولا جائے گا مراد علو و رفعت عرضی مستفادی مراد ہوگی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی۔ درمختار میں ہے:

جَازَ التَّسْمِيَةُ بِعَلَى وَرَشِيدٍ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْأَسْمَاءِ الْمُشْتَرِكَةِ وَيُرَادُّ فِي حَقِّهَا غَيْرُ مَا يُرَادُّ فِي حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى۔
 ﴿ترجمہ﴾ علی و رشید وغیرہما کے ساتھ نام رکھنا جائز ہے گو یہ نام بطریقہ اشتراک غیر اللہ بولے جاتے ہیں لیکن جب غیر اللہ پر بولے جائیں گے تو اسی طرح نہیں بولیں گے جس طرح اللہ تعالیٰ پر بولے جاتے ہیں۔

بہر صورت مَطْلَعُ بِالْكَلِّ صَافِ ہے کہ دلائل شرعیہ اور نصوص قطعیہ سے کسی لفظ کی بخیال اینہام شرک ممانعت کا اطلاق ہرگز ثابت نہیں اور جبکہ ادلہ شرعیہ کسی حکم سے ساکت ہیں بلکہ اطلاق و جواز کی تصریح فرما رہی ہیں تو کسی کو بزعم خود یہ کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے کہ اپنی طرف سے جو حکم چاہے ایجاد کر لے اور اس کو شرعی حکم قرار دے لے، ہاں جس لفظ کے اطلاق سے شریعت غراء نے ممانعت فرمادی ہے وہ بے شک منع ہوگا۔ جیسے لفظ ”اللہ“ کا کبھی غیر اللہ پر بولا نہیں جاتا، علیٰ ہذا القیاس خالق، معبود، مالک مطلق وغیرہا بھی غیر اللہ پر نہیں بولے جائیں گے، کیونکہ ان کا اطلاق شرعاً غیر پر ممنوع ہے۔

آگے ہم قرآن مجید و حدیث شریف سے چند ایسے دلائل پیش کرتے ہیں، جن کی روشنی میں معترضین کے دل سے مسئلہ استہداد و توسل کا استنباط درفع ہو سکتا ہے بشرطیکہ ان میں شتمہ بھرا نصاب ہو۔



توسّل و استمداد کی اقسام اور اُن کی تشریح

اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ رکوع ۶ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾

﴿ترجمہ﴾ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

وسیلہ وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب کیا جائے، عام ازیں کہ ذات ہو یا فعل یا قول، وسیلہ کو مختص بافعال کہنا ایک ایسا امر ہے جس میں کوئی دلیل نہیں بلکہ ذوات فاضلہ کو افعال صادرہ پر بدرجہا تفصیل ہے، خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں افعال کو ان کی ذات بابرکات سے کیا مناسبت؟ پھر ایسے مقام پر وسیلہ سے ذوات مراد لینا نہایت مناسب ہے، صاحب مزرع الحسنات اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ ہونے پر سند لاتے ہیں۔

مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب منصب امامت میں تحریر فرماتے ہیں:

مُرَاد از وسیلہ شخصہ است کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت۔

﴿ترجمہ﴾ وسیلہ سے مراد وہ بزرگ آدمی ہے جو درجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادہ قریب ہو۔

غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلق وسیلہ مانگنے کا حکم فرمایا لیکن اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی، چونکہ توسّل اور مدد کی کئی قسمیں ہیں اس لئے قرآن مجید، احادیث نبویہ اور اقوال الصالحین سے ان کی قسمیں لکھی جاتی ہیں۔

توسّل اور امداد کی تین قسمیں ہیں:

﴿اول﴾ توسّل بالاعمال یعنی عمل صالحہ سے توسّل کرنا۔

﴿دوم﴾ توسّل بالجہ یعنی انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے جاہ و رتبہ کے ذریعے توسّل اور استغاثہ کرنا خواہ وہ مقدور بشر ہو یا نہ ہو۔

﴿سوم﴾ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے دعاء یا سفارش کی درخواست کرنا۔

﴿۱﴾ خدمت والدین، پاک دامنی اور ادائے حق کے توسّل سے قبولیت دعاء:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتِمَّاشُونَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَاسْوَأَ إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ..... فَأَنْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَنْظَرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلَّهِ فَأَدْعُوا اللَّهَ تَعَالَى بِهَا لَعَلَّهُ يَفَرِّجُهَا عَنْكُمْ.

فَقَالَ أَحَدُهُمْ "اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ وَأَمْرَاتِي وَلِي صَبِيَّةٌ صِغَارٌ أَرْغَى عَلَيْهِمْ فَأَذَارَحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيْهِ فَسَقَيْتُهُمَا قَبْلَ وَلَدِي وَإِنِّي نَأَى بَيْنِي ذَاتَ يَوْمٍ الشَّجَرُ فَلَمْ أَتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدَنَامَا فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَخْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أَوْقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصَّبِيَّةَ قَبْلَهُمَا وَالصَّبِيَّةُ يَتَضَاغُونَ عِنْدَ قَدَمِي فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَائِبِي وَذَائِبُهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ كُنْتُ تَعْلَمُ إِنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءً وَجْهَكَ فَأَفْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً" نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَّجَ اللَّهُ مِنْهَا فُرْجَةً فَرَأَوْا مِنْهَا السَّمَاءَ.

وَقَالَ الْآخَرُ "اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِي ابْنَةٌ عَمِّ أَحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ وَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا فَأَبَتْ حَتَّى آتَيْتُهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ فَبَغِبْتُ حَتَّى جَمَعْتُ مِائَةَ دِينَارٍ فَجِئْتُهَا بِهَا فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللَّهِ! إِنِّي اللَّهُ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهَا فَقُمْتُ عَنْهَا فَإِنْ كُنْتُ تَعْلَمُ إِنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءً وَجْهَكَ فَأَفْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً" فَفَرَّجَ لَهُمْ.

وَقَالَ الْآخَرُ "اللَّهُمَّ إِنِّي كُنْتُ اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا يَفْرُقُ أَرْزِي فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ آعِظْنِي حَقِّي فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَقَهُ فَرَعِبَ عَنْهُ فَلَمْ أَزَلْ أَرْزِعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقْرًا وَرِعَائَهَا فَجَاءَ بَنِي فَقَالَ إِنِّي اللَّهُ وَلَا تَطْلُمْنِي حَقِّي قُلْتُ أَذْهَبُ إِلَى بَلْكَ الْبَقَرِ وَرِعَائِهَا فَخَذُّهَا فَقَالَ إِنِّي اللَّهُ وَلَا تَسْتَهْزِءُ بِي فَقُلْتُ إِنِّي لَا اسْتَهْزِءُ بِكَ خُذْ ذَلِكَ الْبَقَرِ وَرِعَاءَ هَا فَآخِذْهُ فَلَذْهَبَ بِهِ فَإِنْ كُنْتُ تَعْلَمُ إِنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءً وَجْهَكَ فَأَفْرُجْ لَنَا مَا بَقِيَ فَفَرَّجَ اللَّهُ مَا بَقِيَ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) (مَشْكُوهٌ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین آدمی کہیں جا رہے تھے کہ اتفاقاً بارش ہونے لگی، اس لئے وہ تینوں پہاڑ کی غار میں جا گھسے، خدا کی قدرت اس غار کے منہ پر ایک پتھر آگیا جس سے غار کا منہ ڈھک گیا، پھر آپس میں یہ صلاح ٹھہری کہ اپنے اپنے نیک اعمال کا ذکر کرنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں، پھر اللہ تعالیٰ سے دعاء کرو تاکہ اللہ تعالیٰ غار کا منہ کھولے:

تو ایک نے کہا کہ خداوند! میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور بچے ننھے سے تھے میں بکریاں چرایا کرتا تھا جب گھرا آتا تو دودھ دودھ کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا پھر بچوں کو، ایک روز درخت دور تھے (جن کے پتے بکریوں کو چرانے تھے) گھر کو آتے آتے شام ہو گئی، والدین سو گئے، میں دودھ دودھ کر دودھ کا برتن لئے والدین کے سرہانے آکھڑا ہوا، ادب سے ان کو اٹھانہ سکا، اور یہ امر مجھے پسند نہ تھا کہ خلاف معمول بچوں کو پہلے پلاتا، بچوں کی یہ کیفیت تھی کہ وہ میرے پاؤں کے پاس بھوک سے چیختے تھے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، پس اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے کیا تھا تو اس پتھر کو اس قدر اٹھا دے جس سے ہم آسمان کو دیکھ سکیں چنانچہ اس قدر پتھر اٹھ گیا جس سے آسمان نظر آتا تھا۔

اور دوسرے نے کہا: خداوند! مجھے اپنی چچا زاد بہن سے وہ شدید عشق تھا جو مردوں کو عورتوں سے ہے، میں نے اس سے وصال چاہا، اس نے کہا: کہ اگر سواشر فیاں دو تو مضا لفقہ نہیں۔ میں نے نہایت محنت سے سواشر فیاں جمع کر کے اسے دیں جب میں وصل کے لئے اس کے

سامنے بیٹھا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! خدا سے ڈر میرے ساتھ نہ کر، تو میں اسے چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تو اگر میں نے یہ کام تیری مرضی کے لئے کیا تھا تو پتھر کو کچھ اٹھا، اب ایک ٹکٹ پتھر اوپر آگیا:

اور تیسرے نے کہا کہ خداوند! میں نے ایک مزدور سے ایک فرق (سولہ رطل) دھان پر بٹھرایا، جب اس نے مزدوری کر کے اپنی اجرت چاہی تو میں نے وہ دھان پیش کئے وہ ناخوش ہو کر چلا گیا، پھر میں اس دھان کو علیحدہ بوتارہا، اس میں سے جو کچھ فائدہ ہوتا تھا اس کو ترقی دیتا تھا، یہاں تک کہ اس سے نبل اور چرواہے وغیرہ مہیا کئے، ایک عرصے کے بعد وہ مزدور آیا اور اس نے اپنا حق مانگا، میں نے کہا کہ یہ سب لے جاؤ، اس نے کہا کہ خدا سے ڈرو مجھ سے مسخری نہ کرو، میں نے کہا کہ میں مسخری نہیں کرتا، غرض وہ سب لے گیا، تو جانتا ہے کہ اگر میں نے یہ کام تیری خوشی کے لئے کیا تھا تو باقی ماندہ پتھر کو اٹھا دے چنانچہ وہ پتھر غار کے منہ سے سب کا سب الگ ہو گیا۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح صحیح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں:

وَاسْتَدَلُّ أَصْحَابُنَا بِهَذَا عَلَى أَنَّهُ يَسْتَحِبُّ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يَدْعُوَ فِي حَالِ كُرْبَةٍ وَفِي دُعَاءِ الْإِسْتِسْقَاءِ وَغَيْرِهِ بِصَالِحِ عَمَلِهِ وَيَتَوَسَّلُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى بِهِ لِأَنَّ هَؤُلَاءِ فَعَلُوهُ فَاسْتَجِيبَ بِهِمْ وَذَكَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَعْرِضِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ وَجَمِيلِ فَضَائِلِهِمْ۔

﴿ترجمہ﴾ ہمارے اصحاب نے حدیث غار سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ انسان کے لئے مستحب ہے کہ اپنی تکلیف میں یا دعائے استسقاء وغیرہ میں اپنے انعمالِ صالحہ سے دعاء کرے اور انعمالِ صالحہ کو انجامِ مرام کا وسیلہ کرے، اس لئے کہ اصحابِ غار نے ایسا ہی کیا تھا، چنانچہ ان کی دعاء قبول ہوئی اور اس قصہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی ثناء اور فضائل میں ذکر کیا۔ پس جب انعمال سے تو شل جائز ہو تو ذواتِ مقدسہ سے بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

﴿۲﴾ عبادتِ صبح و شام سے استعانت کرنا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرُّوحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدَّلْحَةِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استعانت کرو صبح کی عبادت سے اور شام کی عبادت سے اور کچھ رات رہے کی عبادت سے۔ (مشکوٰۃ)

﴿۳﴾ سحری اور قیلولہ سے استعانت کرنا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعِينُوا بِطَعَامِ السَّحْرِ عَلَى صِيَامِ النَّهَارِ

وَبِالْقِيلُولَةِ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْحَاكِمُ وَطَبْرَانِيُّ وَابْنُ هَبَّانٍ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ سحری کے کھانے

سے دن کے روزے کے لئے اور دن کی نیند سے رات کے قیام کے لئے مددلو۔ (مشکوٰۃ)

عَنِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعِينُوا عَلَى الرِّزْقِ بِالصَّدَقَةِ. (رَوَاهُ دَيْلَمِي)
 ﴿ترجمہ﴾ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استیعات کر و صدقہ سے رزق کے لئے۔ (مسند الفردوس)

﴿۴﴾ عورتوں کی سادہ پوشی سے استعانت کرنا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعِينُوا عَلَى النَّسَاءِ بِالْعُرَى فَإِنْ اخْلَاهُنَّ إِذَا كَثُرَتْ ثِيَابُهَا وَحَسُنَتْ زِينَتُهَا أَعَجَبَهَا الْخُرُوجُ. (رواه ابن عدی)

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم استیعات کر و عورتوں کی (خانہ نشینی) میں انہیں ننگا رکھنے سے کیونکہ جب ان کی پوشاک زیادہ ہوں اور ان کی آرائش خوب ہو تو ان کو باہر پھرنا پسند ہوتا ہے۔

﴿۵﴾ صبر اور نماز کے توکل سے امداد طلب کرنا:

اللہ تعالیٰ خود مسلمانوں کو صبر اور نماز کے وسیلے سے امداد طلب کرنے کا حکم فرماتا ہے چنانچہ سورہ بقرہ رکوع ۵/ میں اور سورہ توبہ رکوع

۵/ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾

﴿ترجمہ﴾ مدد طلب کرو صبر اور نماز سے۔

اس آیت کے معنی دو طرح ہو سکتے ہیں: ایک تو یہ کہ صبر اور نماز سے مدد طلب کرو، جیسا کہ خود قرآن مجید ان معنوں کی تفسیر کرتا ہے:

﴿اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ﴾. (اعراف رکوع ۱۵)

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔

دوسرے یہ کہ صبر اور نماز کے وسیلے سے مدد طلب کرو (جیسے سیاق آیت سے ظاہر ہے) اور یہی معنی مفسرین کے نزدیک مسلم ہیں،

کیونکہ حرف ب یہاں وسیلہ کے معنی میں ہے، اور اگر پہلے معنی مراد لئے جائیں تو معاذ اللہ نماز اور صبر کو خدا سمجھا جاتا جو صریح شرک ہے۔

اب ناظرین عقل سلیم سے خود ہی انصاف کریں کہ اس میں شرک کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ آیت کے معنی میں دو ہی طرح کا احتمال

ہو سکتا ہے۔ لہذا اگر پہلا مفہوم غلط ہے تو دوسرا ضرور بالضرور صحیح ہوگا۔ غرض اولیاء اللہ بھی خدا کے مقبول بندے ہوتے ہیں جن کے توکل سے

امداد طلب کی جاتی ہے۔

خاصاں خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے خدا نہیں ہوتے لیکن وہ خدا سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتے۔

توسل بالجہ

جب کسی بزرگ ترین ہستی کے سامنے اپنی مراد پیش کی جائے اور اس کے رحم و کرم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے اس کے کسی خاص مقبول اور محبوب فرد کی جاہ و عزت کا واسطہ دیا جاتا ہے تو یہ توئسل بالجاہ ہے بارگاہ حق میں اسی قسم کا توئسل کرنا مشروع ہے۔ چنانچہ:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت محمد ﷺ کے توسل سے مغفرت چاہنا:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَطِيئَةَ
قَالَ يَا رَبِّ اسْأَلْكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا غَفَرْتَ لِي فَقَالَ اللَّهُ يَا آدَمُ كَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا؟ وَلَمْ أَخْلُقْهُ قَالَ رَبِّ لِأَنَّكَ
لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ رَفَعْتَ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ
رَسُولُ اللَّهِ" فَعَرَفْتُ أَنَّكَ لَمْ تَصِفْ إِلَى اسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ فَقَالَ اللَّهُ صَدَقْتَ يَا آدَمُ إِنَّهُ لَا أَحَبُّ الْخَلْقِ
إِلَيَّ مِنْهُ إِذَا سَأَلْتَنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ. (رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالِدِّيْلَمِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب آدم علیہ السلام خطا کے مرتکب ہوئے تو دعا کی کہ اے میرے پروردگار! میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد کو کس طرح پہچانا حالانکہ میں نے ان کو پیدا نہیں کیا؟ عرض کیا اے پروردگار! اس لئے کہ جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح مجھ میں ڈالی میں نے اپنا سراٹھایا تو عرش کے پایوں پہ لکھا دیکھا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پس میں نے سمجھ لیا کہ تو نے ایسے شخص کا نام اپنے نام کے ساتھ شامل کیا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے سچ کہا مجھے مخلوق میں اس سے زیادہ محبوب کوئی نہیں جب تم نے ان کے وسیلے سے سوال کیا ہے تو میں نے تم کو بخش دیا اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا ہی نہ کرتا۔ (تفسیر عزیزی)

﴿۲﴾ ایک اندھے صحابیؓ کا آنحضرت ﷺ کے توسل سے بیٹا ہو جانا

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرًا أَتَى النَّبِيَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ادْعُ اللَّهَ أُنِّيُعَافِيَنِي قَالَ إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَإِنْ شِئْتَ صَبَرْتُ فَهُوَ خَيْرُكَ قَالَ فَادْعُهُ قَالَ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوئَهُ وَيَدْعُوا بِهَذَا الدُّعَاءِ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِقَضَائِي اللَّهُمَّ فَسَقِّعْهُ فِي". (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، ابْنُ مَاجَةَ) ۱

﴿ترجمہ﴾ حضرت عثمان بن حنیف انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اندھا شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں آ کر یوں عرض کرنے لگا: کہ یا رسول اللہ! میری آنکھوں کے واسطے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عطا فرمائے۔

آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ یہ تیری آنکھیں اسی طرح رہیں تو تیرے لئے بہتر ہے، اور اگر دعاء کرنا چاہتا ہے تو دعا کر دیتا ہوں۔ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ دعا ہی فرمائیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ارشاد فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا مانگ:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتُوْجِّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدًا اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هَذِهِ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَقِّعْهُ فِیّ۔“

﴿ترجمہ﴾ یعنی الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیله محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جو نبی الرحمہ ہیں، یا محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف توجہ کرتا ہوں اپنی اس حاجت میں تاکہ وہ پوری کی جائے الہی پس ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اس مقام پر زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شارح مواہب اللدنیہ نے لکھا ہے کہ اس دعاء میں اوّل سوال تو اللہ تعالیٰ سے ہے کہ وہ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت کا اذن بخشے، چنانچہ وہ حاجت مند کہتا ہے:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتُوْجِّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ۔“

یعنی اے اللہ! میں اپنی حاجت تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جو نبی رحمت کے ہیں وسیلہ پکڑ کے متوجہ ہوتا ہوں۔

جب وہ اللہ تعالیٰ سے شفاعت مانگ چکا تو پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب اور متوجہ ہو کر اس طرح شفاعت کا طالب ہوا:

یَا مُحَمَّدًا اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هَذِهِ لِتُقْضٰی لِیْ۔

”یعنی یا محمد! یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم میں اپنی حاجت کے لئے آپ کی شفاعت کا وسیلہ پکڑ کے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ میری یہ حاجت روا ہو۔“

گویا وہ شخص یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت اور آپ کے وسیلے سے میری اس حاجت کو روا کر دے، جب وہ شخص آپ سے شفاعت کی درخواست کر چکا تو اب پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے یوں عرض کرتا ہے:

اَللّٰهُمَّ فَشَقِّعْهُ فِیّ۔

یعنی اے اللہ! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت میری حاجت روائی میں قبول کر۔

اس حدیث شریف میں وضو اور نماز کا امر فرمایا اور بعض روایتوں میں صرف وضو کا امر فرمانا مروی ہے تو اس میں کیا بعید ہے؟ یہ بعید تو شل کی عظمت اور اہتمام شان کا ظہور ہے ورنہ صرف دعا کا پڑھنا کافی تھا، خصوصاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و امر اور وہ بھی بعد

رد و کد جس میں انجمنال عدم قبولیت کی گنجائش کہاں تھی جس کے لئے آداب دُعا اور شرائط قبولیت کی رعایت کی ضرورت ہوتی۔ اس کے علاوہ مُحدث کو قرآن مجید پڑھنا روا، اور داعی (دعا کرنے والے) کو وضو کی احتیاج ہی کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس مُستغنیث سے فرمایا:

إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَإِنْ شِئْتَ صَبَرْتُ .

یعنی اگر تو چاہے تو صبر کر اور اگر چاہے تو میں دعا کرتا ہوں۔

اس نے عرض کیا کہ دعا مانگئے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کے واسطے دعا نہ کی بلکہ یہ طریقہ دعا کا تعلیم

فرمایا، اس میں کیا نکتہ تھا؟

نکتہ یہ تھا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ پہچانیں، آپ کا وسیلہ ہونا جانیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کی قبولیت اور مراد پانے کو دیکھ لیں اور مانیں، اور ساری امت کے واسطے قیامت تک یہ سلسلہ تعلیم تو شل کا قائم ہو جائے کہ جب کوئی حاجت مند، نامراد اپنی مراد اور حاجت برآری چاہے تو اس طریقہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پکارے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استیغاثہ کرے اور آپ کے وسیلے اور تو شل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مراد مانگے، یا خود آپ سے مانگے آپ کو مظہر کامل اکمل عون و قدرت و تصرف الہی سمجھ کر قدرت و تصرف حق ہونے میں اولیاء اللہ اہل کمال سب قائم مقام ہیں ان کے وسیلہ اور تو شل سے مراد مانگے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پائے، کیونکہ نائب کو بعض امور میں حکم مُنیب کا ہوتا ہے خصوصاً جس امر میں نیابت ہے کہ اس میں فرع قائم مقام اصل کے ہوتی ہے، جیسے مائِخُنْ فِیہ میں مظہر عون و قدرت و تصرف حق ہونے میں اولیاء اللہ اہل کمال سب قائم مقام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں اور جس طرح بوسیلہ رسول مرادیں دین دنیا کی حق تعالیٰ عطا فرماتا ہے اسی طرح ان اہل کمال کے وسیلے سے بھی خلق فائز المرام ہوتی ہیں۔ اور اگر یہ نکتہ اور اس نکتہ کی طرف اشارہ منظور و مد نظر نہ ہوتا تو اس تعلیم کی فی نفسہ کچھ حاجت نہ تھی، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دعا فرماتے اندھا بینا ہو جاتا۔

اس نابینا کو جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا:

إِنْ كَانَ لَكَ حَاجَةٌ فَادْعُ مِثْلَ ذَلِكَ .

یعنی جب تجھے کوئی کام مشکل اور مصیبت کا پیش آئے تو ایسا ہی کرنا کہ ہمیں پکارنا، ہماری طرف متوجہ ہونا، ہمیں وسیلہ سمجھنا اور بذریعہ ہمارے تو شل کے حق تعالیٰ سے مراد مانگنا تو حاجت روائی ہوگی، مراد ملے گی، مشکل آسان ہوگی، مصیبت و بلائیں جائے گی۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تو شل مخصوص بحضور حضور اور مختص بزمانہ حیات نہیں ہے بلکہ عام ہے، غیبت اور حضور اور نزدیک و دور اور زمانہ حیات سرور کائنات اور بعد وفات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فی جمیع الامور۔

لَکَ میں خطاب بظاہر اگرچہ نابینا کو ہے مگر ہر عاقل و بینا کے نزدیک عام ہے، ہر مخاطب حاجت مند کو اس طرح کا استعمال یعنی

اطلاق خاص اور ارادہ عام آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور آثار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور محاورات عرب میں قدیم و حدیث شائع و ذائع ہے۔ اسی واسطے خود راوی حدیث حضرت عثمان بن حنیف نے اُس حاجت مند کو یہ طریق تو سئل اور دعا تعلیم فرمائی جو حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں مضطر تھا۔ چنانچہ اس دعا تو سئل کی برکت سے وہ فوراً مقصود پر فائز اور کامیاب ہوا، جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔

اگر لک میں ثائبہ تَخْصِيصُ بِشَيْءٍ مِنَ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَالْحُضُورِ وَالْحَيَاتِ وَالشَّخْصِ وَغَيْرِهَا ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عملدرآمد مسترا سی تعلیم و عمل پر ہرگز نہ ہوتا حالانکہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے آج تک یہ عمل برابر مشائخ طریقت اور صلحائے امت میں چلا آیا اور مردج ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

ابو نعیم اور بیہقی کی روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے:
فَقَامَ وَقَدْ أَبْصَرَ بِبَرَكَاتِهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .
یعنی وہ نابینا صحابی اٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کی آنکھیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے منور اور روشن ہو گئیں۔

طبرانی کی روایت میں اتنا اور زیادہ آیا ہے:

كَانَ لَمْ يَكُنْ بِهِ ضَرٌّ .

یعنی اس کی آنکھیں ایسی روشن ہو گئیں گویا کہ اُس کی آنکھوں کو کبھی ضرر ہی نہیں ہوا تھا اور وہ کبھی اندھا ہی نہ تھا۔

اس حدیث شریف کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، طبرانی، معجم صغیر، ابو نعیم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے اور یہ الفاظ طبرانی کی روایت کے ہیں۔

حدیث حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ تینوں صورتیں تو سئل کی ثابت ہیں اور باعتبار ترکیب اور اختلاف روایات کے اس حدیث میں تینوں صورتیں مذکور ہیں، اس واسطے کہ بیہقی میں اگر مضاف محذوف مانیں اور ضرور ہے ماننا تو صورت اولیٰ متحقق ہے اور تقدیر عبارت یہ ہوگی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِوَجْهِ نَبِیِّكَ یَا بَحَقِّ نَبِیِّكَ یَا بَحْرَمَةَ نَبِیِّكَ یَا بِشَفَاعَةِ نَبِیِّكَ یَا بِطَفِیْلِ نَبِیِّكَ یَا بِوَسِیْلَةِ نَبِیِّكَ یَا بِاَسْعَانَةِ نَبِیِّكَ یَا بِاَمْدَادِ نَبِیِّكَ یَا بِاَسْتِمْدَادِ نَبِیِّكَ یَا بِوَسَاطَةِ نَبِیِّكَ .
لِتَقْضِیْ میں دو روایتیں ہیں بلکہ تین نہیں چار ”یے“ اور ”تے“ کے ساتھ اور یائے معروف، یا الف مقصورہ، بر تقدیر روایت یا اگر معروف کا صیغہ پڑھیں تو ضمیر راجع ہوگی طرف اللہ تعالیٰ کے، اور صورت اولیٰ کا ثبوت ہوگا، اگر الف مقصورہ پڑھیں تو نائب فاعل حاجتی ہوگا، اور اس صورت میں بھی صورت اولیٰ مُرَبَّنْ ہے، اور حاصل معنی یہ ہوں گے کہ:

یا اللہ! میں تجھ سے مراد مانگتا ہوں تیرے محبوب کو ذریعہ اور وسیلہ ٹھہرا کر، تو ان کی سفارش میرے باب میں قبول فرما کر میرا مقصود

برلا، اور یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے یہاں وسیلہ اور ذریعہ بناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ اور وسیلہ سے میری مراد برلائے۔

اور بر تقدیر روایت تا اگر صیغہ مجہول پڑھیں تو اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ کے قرینہ سے صورتِ ثانیہ کا تحقق بے تکلف ہے، اور اگر معروف کا صیغہ لیں اور مخاطب حق تعالیٰ کو کہیں بمقارنتِ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ یا بقرینہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تو بھی صورتِ ثانیہ ثابت ہے، اور مطلب یہ ہوگا کہ یَا حَبِیْبُ اللّٰہ! آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجئے اور دعا فرمائیے کہ آپ کی سفارش اور دعا سے اللہ تعالیٰ مجھ کو فائز المرام کرے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور آپ کی دعا اور سفارش مقبول ہے، اور اگر تا کی روایت پر صیغہ معروف کا لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب ٹھہرائیں بقرینہ یَا مُحَمَّدُ تو بے شبہ صورتِ ثالثہ موجود ہے۔ اور حاصل مطلب یہ ہوگا کہ میں اصل میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں اور مراد مانگتا ہوں، مگر یَا حَبِیْبُ اللّٰہ! یا رسول اللّٰہ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے وسیلہ بنایا ہے اور ہم کو اینٹخاء وسیلہ کا امر فرمایا ہے، آپ قاسم ہیں اور اللہ تعالیٰ معطی ہے، لہذا میں آپ سے مراد مانگتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری مراد برلائیں۔

﴿۳﴾ دعا میں حق سائلین سے توسّل کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو دعائیں تعلیم کیا کرتے تھے جن میں سے ایک دعا یہ ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلے اور یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مَمَشَیْ هَذَا اِلَیْکَ فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشْرًا وَلَا بَطْرًا وَلَا رِبَاءً وَلَا سُمْعَةً وَخَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سُخْطِکَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ فَاسْئَلُکَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَ لَیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہُ لَنْ یَغْفِرَ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. (رواہ ابن ماجہ وَالبیہقی)

﴿ترجمہ﴾ اے اللہ! میں اس حق سے سوال کرتا ہوں جو تجھ پر سائلین کا ہے اور تیری طرف اپنے اس چلنے کے حق سے، کیونکہ میں تکبر یا ریا سے یا سُمعہ کی غرض سے نہیں نکلا، بلکہ تیرے غضب کے خوف سے اور تیری مرضی چاہنے کے لئے نکلا ہوں۔ پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ کو دوزخ سے پناہ دے، اور میرے گناہوں کو بخش دے تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشتا۔

تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کریں گے۔

اس حدیث شریف سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے توسّل کیا اور صحابہ کرام کو اس کا حکم دیا ہے کہ ہر نماز کو جاتے وقت اس دعا کا استعمال کرتے رہیں۔

یہی روایت ایک اور طریقے سے یوں آئی ہے:

عَنْ بِلَالٍ مُّوَدِّنِ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَالَ كَانَ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

إِذَا خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ ”بِسْمِ اللَّهِ أَمَنْتُ بِاللَّهِ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِينَ عَلَيْكَ وَبِحَقِّ مَنْخَرَجِي هَذَا فَإِنِّي لَمْ أَخْرُجْ بَطَرًا وَلَا أَشْرًا وَلَا رِبَاءً وَلَا سُمْعَةً خَرَجْتُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ وَاتِّقَاءَ سُخْطِكَ“ ”أَسْأَلُكَ أَنْ تُعِيدَنِي مِنَ النَّارِ وَأَنْ تُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ“ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کے لئے نکلتے تو کہتے ”شروع اللہ کے نام سے، میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، اور نہیں طاقت پھرنے کی اور نہ قوت مگر اللہ کے ساتھ، الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے حق کے توئشل سے جو تجھ پر ہے، اور میرے تیری طرف اس چلنے کے حق سے کیونکہ میں فخر و خود پسندی اور دکھاوے اور شہرت کے لئے نہیں نکلا میں تیری خوشنودی چاہنے اور تیرے غضب سے ڈرنے کے لئے نکلا ہوں، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے دوزخ سے امن دے، اور مجھے جنت میں داخل کر۔

اس حدیث شریف سے بھی انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام اور تمام مومنین کے ساتھ توئشل کرنا بلکہ اپنے نیک عمل کے ساتھ توئشل کرنا بھی ثابت ہے۔ حدیث سابق اور اس حدیث میں اتنا فرق ہے اُس میں تعلیم ہے صحابہ اور عام امت کو، اور اس میں عمل ہے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا، اور اُس میں بِحَقِّ مَمَشَايَ هَذَا ہے اور اس میں بِحَقِّ مَنْخَرَجِي هَذَا ہے، دونوں کا مطلب واحد۔ مگر غور طلب دونوں حدیثوں میں یہ امر ہے کہ توئشل ذوات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے ساتھ مقدم ذکر کیا ہے اور عمل صالح کے ساتھ مؤخر، اس سے معلوم ہوا کہ ذوات سے توئشل مقدم ہے اور اعمال صالحہ سے مؤخر، بخلاف زعم منکرین توئشل انبیاء و علیہم السلام و اولیاء کرام کہ وہ توئشل منحصر جانتے ہیں صرف صفات میں، حالانکہ ذوات کا مرتبہ قطعاً مقدم ہے صفات پر، بلکہ بمقابلہ مقبولین الہی کے اپنے عمل صالح کی کچھ مقدار نہیں ہے۔ اسی واسطے آدم علیہ السلام نے باوجود تین سو برس رونے کے اپنے عمل کے ساتھ توئشل نہ فرمایا، صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل کے ساتھ توئشل کیا اور معافی پائی۔ اور آپ نے توئشل بذوات کو مقدم رکھا توئشل بصفات پر بوجہ اخلاص عمل اور جامعیت کے۔

غرض حدیث قولی اور فعلی سے توئشل ثابت ہے اور اس پر تمام امت کا عمل ہے، غرض یوں کہنا جائز ہے کہ الہی بخرمت یا وجاہت یا بحق فلاں نبی یا فلاں ولی کے ہماری حاجت بر لا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ۔

خدا یا بحق بنی فاطمہ کہ بر قولِ ایماں کنم خاتمہ

﴿ترجمہ﴾ اے اللہ! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد اطہار کے طفیل ایمان کے کلمہ پر میرا خاتمہ ہو۔

﴿۴﴾ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فقراءِ مہاجرین کے توئشل سے دعا کرنا:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

در حدیث صحاح آمدہ است كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتْفُحْ بِصَعَالِيكَ

الْمُهَاجِرِينَ. یعنی پیغمبر خدا علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام در جنگها طلبِ فتح مے کرد بتو تسلِ فقراء
مہاجرین۔ ایں ہمہ طلبِ امداد و اعانت است الخ (مکتوب شریف دفتر سوم مکتوب ۹۴)
﴿ترجمہ﴾ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صالیک مہاجرین کے تو تسل سے استیحتاج فرماتے
تھے۔ یعنی پیغمبر خدا علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام جنگ و جدل میں غریب مہاجرین کے تو تسل سے فتح کے لئے دعا کرتے تھے، یہ تمام طلبِ امداد و
اعانت ہے۔

پس جب خود محبوب خدا، سرور دوسرا اپنے اُمتیوں کے تو تسل سے دعا کرتے ہیں تو اُمتیوں کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے
تو تسل سے دعا کرنے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

﴿۵﴾ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کا تو تسل :

عَنِ الْإِمَامِ أَبِي عَيْسَى أَنَّهُ رَأَى فِي الْمَنَامِ رَبَّ الْعِزَّةِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَسَأَلَهُ عَمَّا يَحْفَظُ عَلَيْهِ الْإِيمَانَ وَيَتَوَفَّاهُ
عَلَيْهِ قَالَ فَقَالَ لِي قُلْ بَعْدَ صَلَوةٍ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَبْلَ صَلَوةٍ فَرَضِ الصُّبْحِ "إِلَهِي بِحُرْمَةِ الْحَسَنِ وَآخِيهِ وَجَدِّهِ وَبَيْنِهِ
وَأُمِّهِ وَآبِيهِ نَجِّنِي مِنَ الْغَمِّ الَّذِي أَنَا فِيهِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ أَسْأَلُكَ أَنْ تُحْيِيَ قَلْبِي بِنُورِ مَعْرِفَتِكَ
يَا اللَّهُ! يَا اللَّهُ! يَا اللَّهُ! يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ!.

﴿ترجمہ﴾ حضرت امام ابو عیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھے کوئی ایسی چیز
تعلیم کی جائے جس سے ایمان کی حفاظت ہو مرتے دم تک، اور ایمان پر خاتمہ بالخیر ہو، اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا: نماز فجر کی سنت اور فرض
کے درمیان یہ دُعا پڑھا کرو:

"إِلَهِي بِحُرْمَةِ الْحَسَنِ وَآخِيهِ وَجَدِّهِ وَبَيْنِهِ وَأُمِّهِ وَآبِيهِ نَجِّنِي مِنَ الْغَمِّ الَّذِي أَنَا فِيهِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ
وَالْإِكْرَامِ أَسْأَلُكَ أَنْ تُحْيِيَ قَلْبِي بِنُورِ مَعْرِفَتِكَ يَا اللَّهُ! يَا اللَّهُ! يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.

تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اس دعا کا ورد رکھا بعد نماز فجر کے سنت و فرض کے درمیان میں، اور اپنے شاگردوں اور دوستوں
کو اس کی تعلیم کی، اور امر فرماتے رہے، اور ان کو اس عمل پر حرص اور شوق دلاتے رہے۔ اگر تو تسل ممنوع ہوتا تو اتنے بڑے امام اس پر بیشکی
اور اس کا ورد کیونکر رکھتے اور اس عمل کی تعلیم اور شوق کس طرح دلاتے۔

﴿۶﴾ بارش کے لئے حضور ﷺ سے طلبِ امداد:

بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس طلبِ بارش
کے لئے آیا اور چند اشعار پڑھے جن میں پہلا شعر یہ تھا:

أَتَيْنَاكَ وَالْعَذْرَاءُ يُذْمَى لَبَانَهَا وَقَدْ شَغَلَتْ أُمُّ الصَّبِيِّ عَنِ الطِّفْلِ

یعنی ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس حالت میں آئے ہیں کہ کنواری نے اپنی چھاتی خونیں کر لی ہے اور ماں اپنے بچہ سے بے پردا ہے۔

اور آخری شعر یہ تھا ۔

وَلَيْسَ لَنَا إِلَّا إِلَيْكَ فِرَارُنَا وَأَنْتَ فِرَارُ الْخَلْقِ إِلَّا إِلَى الرَّسُولِ

یعنی سوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہم کس طرف جائیں مخلوق کی بھاگ دوڑ رسولوں کی طرف ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو منع نہیں فرمایا بلکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب انحرابی نے یہ شعر پڑھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی چادر مبارک کھینچتے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ پڑھ کر لوگوں کے لئے دعا فرمائی اور ابھی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی لیکن ۔

دَم سوزناك از دلِ باخبر قوی تر ز هفتاد تیر و تبر

﴿ترجمہ﴾ باخبر دل سے سوز والی سانس ستر تیروں اور کھلاڑوں سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔

﴿۷﴾ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے تو شل پر مہر تصدیق ثبت فرمانا:

صحیح بخاری میں ہے کہ جب انحرابی نے آکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قحط کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور مینہ برسنے لگا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے چچا ابوطالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ان کا شعر ہمیں سناتا ہے، تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوطالب کا وہ شعر جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مراد تھی اُن کے قصیدے میں سے پڑھ کر سنایا: ۔

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثَمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

﴿ترجمہ﴾ یعنی گورے رنگ والا جس کے چہرے کے وسیلے سے مینہ طلب کیا جاتا ہے، جو یتیموں کا ماوی اور راہنماؤں کا ملجا ہے۔

یہ شعر سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور دکنے لگا۔

حضرت ابوطالب کے یہ اشعار کہنے کا سبب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش پر قحط پڑا تھا تو حضرت ابوطالب نے بارش کی دعا کی اور

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تو شل کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بچے تھے تو آسمان سے خوب مینہ برسا۔ (ابن ماجہ)

﴿۸﴾ حضرت عمر بن خطاب ؓ کا آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس ؓ کے تو شل سے دعا کرنا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ إِذَا قَحِطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ "اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ بَنَيْنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاعدہ تھا کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توٹل سے بارش کے لئے دعا کرتے چنانچہ کہتے: الہی ہم تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے توٹل کرتے تھے تو تو بارش برسا دیتا تھا، اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا سے توٹل کرتے ہیں، پس ہم پر بارش برسا دے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں پس مینہ برس جاتا۔

اس حدیث شریف سے نبی اور ولی دونوں کے ساتھ توٹل کرنا صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کا ثابت ہے اور نیز یہ کہ ان کا ہمیشہ یہ دستور تھا کہ مشکل اور مصیبت کے وقت توٹل کیا کرتے تھے اور اس توٹل سے وہ اپنی مرادیں پاتے تھے اور مشکلیں حل ہو جاتیں اور مصیبتیں نل جاتی تھیں۔

مگسل زاہل شوق کہ واصل شود بہ بحر خار و خسے کہ ہمرہ سیلاب مے شود
﴿ترجمہ﴾ ذات باری تعالیٰ کا شوق رکھنے والوں سے قطع تعلق نہ کریں کہ وہ خس و خاشاک جو سیلاب کے ہمراہ ہو جاتا ہے وہ بھی سمندر میں جا پہنچتا ہے۔

﴿۹﴾ چیونٹی کے توٹل سے دعا کا قبول ہونا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَرَجَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِي فَأَذَاهُ بِنَمْلَةٍ رَافِعَةٍ بَعْضُ قَهْ أَيْمَهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ ارْجِعُوا فَقَدْ اسْتَجِيبَ لَكُمْ مِنْ أَجْلِ شَأْنِ هَذِهِ النَّمْلَةِ۔
(رواہ الدارقطنی)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبیوں میں سے ایک نبی لوگوں کے ساتھ نمازِ استسقاء کے واسطے نکلے، پس ناگہاں نبی نے ایک چیونٹی کو دیکھا کہ وہ اپنے بعض پاؤں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہے، پس اس نبی نے کہا پھر چلو تمہاری دعا اس چیونٹی کے سبب سے قبول کی گئی۔ (مشکوٰۃ)
مظاہر حق میں ہے کہ وہ چیونٹی یہ دعا کرتی تھی:

اللَّهُمَّ إِنَّا خَلَقْنَا مِنْ خَلْقِكَ لَا غِنَى بِنَا عَنْ رِزْقِكَ فَلَا تُهْلِكْنَا بِذُنُوبِ بَنِي آدَمَ.

﴿ترجمہ﴾ الہی ہم تیری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں تیرے رزق سے ہم بے نیاز نہیں ہیں، پس ہم کو بنی آدم کے گناہوں کے سبب سے ہلاک نہ کر۔ (کتاب الصلوٰۃ، باب فی الرِّیَاح)

توسل بالدعا

انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے سفارش یا دعا کے لئے درخواست کرنا کافہ اہل سنت میں شائع و ذائع ہے: مثلاً:

نَبِيُّ الْوَرَى ضَاقَتْ بِي الْحَالُ فِي الْوَرَى وَأَنْتَ لِمَا أَمَلْتُ فِيكَ جَدِيرٌ

یعنی اے پیغمبر عالم! دنیا میں میرا حال نازک ہے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری مراد بر لانے کے اہل ہیں۔

فَسَلْ خَالِقِي تَفَرِّجْ كَرْبِي فَإِنَّهُ عَلَى فَرْجِي ذُوْنُ الْأَنَامِ قَدِيرٌ

پس میرے خالق سے سوال کرو کہ میری مشکل حل کر دے کیونکہ وہ میری کشائش کی ساری مخلوق سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔

گویا اس طرح عرض کریں کہ آپ ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجئے اور دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مشکلات آسان

کرے اور ہماری حاجتیں پوری ہوں۔

اس کے جواز میں کسی ذی علم صاحب بصیرت کو کلام نہیں

اور ان کی سفارش اور دعا بھی غالباً مقبول ہے۔

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعا ست فانی است و گف: او گف خدا ست

﴿ترجمہ﴾ شیخ کی وہ دعا ہر عام دعا کی مانند نہیں ہے، وہ تو فانی اللہ ہوتا ہے اس کا کہا خدا کا فرمان ہوتا ہے۔

چوں خدا از خود سوال و گد گند پس دعائے خویش را چوں رد کند

﴿ترجمہ﴾ جب خدا اپنے آپ سے سوال اور مطالبہ کرے تو وہ اپنے مطلوب کو کیوں رد فرمائے گا۔

آں دعائے بیخوداں خود دیگر ست آں دعا رد نیست گف داور ست

﴿ترجمہ﴾ عشق حق میں بے خود لوگوں کی دعا اور ہی ہوتی ہے وہ دعا رد نہیں ہوتی وہ تو خدا کا فرمان ہوتا ہے۔

آں دعا حق مے کند چوں او فنا ست آں دعا و آں اجابت از خدا ست

﴿ترجمہ﴾ وہ دعا (بندے کی زبان سے) خود خدا کرتا ہے کیوں کہ وہ فانی اللہ ہوتا ہے، وہ دعا اور اس کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ہوتی ہے۔

﴿۱﴾ بزرگان دین کی حیات و ممات میں توسل جائز ہے:

حضرت ابو عبد اللہ بن نعمان مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب مِصْبَاحِ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَعِثِّينَ بِخَيْرِ الْأَنَامِ میں تحریر فرماتے ہیں:

إِنَّ كَلَامَ مَنْ الْإِسْتِغَاثَةِ وَالتَّوَسُّلِ وَالتَّشْفِيعِ وَالتَّوَجُّهِ وَاقَعَ فِي كُلِّ حَالٍ قَبْلَ خَلْقِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَبَعْدَ خَلْقِهِ فِي مَدَّةِ حَيَاتِهِ فِي الدُّنْيَا وَبَعْدَ مَوْتِهِ فِي مَدَّةِ الْبَرْزَخِ وَفِي عَرَصَاتِ الْقِيَمَةِ . ۱

﴿ترجمہ﴾ بذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فریاد کرنا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ اور شفیع کرنا ان سب باتوں کا وقوع ہر وقت میں ہوا ہے اور ہوگا قبل پیدائش آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اور بعد پیدائش کے زندگی میں آپ کے اور بعد وصال کے اور قیامت میں۔

﴿۲﴾ دوسری تائید:

قسطانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مواہب اللدنیہ میں تحریر کیا ہے:

وَيَنْبَغِي لِلزَّائِرِ أَنْ يُكْثِرَ مِنَ الدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالِاسْتِغَاثَةِ وَالتَّشْفِعِ وَالتَّوَسُّلِ بِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَدِيدٌ بِمَنْ سَتَشْفَعُ بِهِ أَنْ يُشْفِعَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْإِسْتِغَاثَةَ هِيَ طَلْبُ الْغَوْثِ فَالْمُسْتَعِثُّ يَطْلُبُ مِنَ الْمُسْتَعَاثِ بِهِ أَنْ يُحْصَلَ لَهُ الْغَوْثُ مِنْهُ فَلَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يُعْبَرَ بِلَفْظِ الْإِسْتِغَاثَةِ أَوِ التَّوَسُّلِ أَوِ التَّشْفِعِ أَوِ التَّجَوُّهِ أَوِ التَّوَجُّهِ ثُمَّ إِنَّ كَلَامَ الْإِسْتِغَاثَةِ أَوِ التَّوَسُّلِ أَوِ التَّشْفِعِ أَوِ التَّجَوُّهِ أَوِ التَّوَجُّهِ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقَعَ فِي كُلِّ حَالٍ قَبْلَ خَلْقِهِ وَبَعْدَ خَلْقِهِ فِي مُدَّةِ حَيَاتِهِ فِي الدُّنْيَا وَبَعْدَ مَوْتِهِ فِي مُدَّةِ الْبُرْخِ وَبَعْدَ الْبُعْثِ وَفِي عَرَصَاتِ الْقِيَمَةِ ۚ

﴿ترجمہ﴾ اور جائز ہے فریاد کرنا اور شفیع کرنا اور وسیلہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو، پس اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول کرے گا اس شخص کے واسطے جو ان کو شفیع کرے گا، اور ان الفاظ میں یعنی فریاد کرنے، وسیلہ پکڑنے، شفیع کرنے، وجاہت کو ذریعہ کرنے اور مرتبہ کو وسیلہ کرنے میں کوئی فرق نہیں اس واسطے کہ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قبل پیدائش آپ کے اور بعد پیدائش کے آپ کی زندگی میں اور انتقال کے بعد برزخ میں اور بعد اٹھائے جانے لوگوں کے قبر سے اور قیامت میں ثابت ہیں۔

﴿۳﴾ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو سئل کے قائل ہیں:

مواہب اللدنیہ میں ہے کہ حضرت ابن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔

بِهِ قَدْ أَجَابَ اللَّهُ أَدَمَ إِذْ دَعَا وَنَجَّى فِي بَطْنِ السَّفِينَةِ نُوحَ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تو سئل سے قبول فرمائی، اور حضرت نوح علیہ السلام کو حکم کشتی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی برکت سے نجات ملی۔

وَمَا ضَرَّتِ النَّارُ الْخَلِيلَ لِنُورِهِ وَمِنْ أَجْلِهِ نَالَ الْفِدَاءَ ذَبِيحُ

یعنی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے نور کی وجہ سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ نے ضرر نہ پہنچایا، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسی نور کی برکت سے ذبح ہونے سے نجات پائی اور ان کے بدلے فدیہ قبول ہوا۔

﴿۴﴾ روضہ پاک میں توسل کا مشروع طریقہ:

علامہ سامری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مستوعب میں تحریر فرماتے ہیں:

ثُمَّ يَأْتِي حَائِطَ الْقَبْرِ فَيَقِفُ نَاحِيَتَهُ وَيَجْعَلُ الْقَبْرَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ وَالْقَبْلَةَ خَلْفَ ظَهْرِهِ وَالْمَنْبَرَ عَنْ يَسَارِهِ وَذَكَرَ السَّلَامَ وَالِدُعَاءَ وَمِنْهُ "اللَّهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ فِي كِتَابِكَ الْعَزِيزِ لِنَبِيِّكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾ وَإِنِّي أَتَيْتُ نَبِيَّكَ مُسْتَغْفِرًا فَاسْتَلْكَ أَنْ تُوجِبَ إِلَيَّ الْمَغْفِرَةَ كَمَا أَوْجَبْتَهَا لِمَنْ آتَاهُ فِي حَيَاتِهِ" اللَّهُمَّ إِنِّي أَتُوجِّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

﴿ترجمہ﴾ زیارت روضہ نبوی کے وقت روضہ کی دیوار کے پاس آکر اس کی ایک طرف کھڑا ہو کر روضہ کو اپنے سامنے کرے اور قبلہ کو پیچھے، منبر کو داہنے طرف اور سلام کہے اور دعا کرے، اور اس قسم کی دعا ہو کہ "اے اللہ! تو نے اپنے کلام پاک میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہا ہے کہ ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾ (جب لوگ اپنے نفس پر ظلم کریں اور تمہارے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہیں اور رسول ان کے واسطے بخشش چاہے تو البتہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے) اور تحقیق میں تیرے نبی کے پاس آیا ہوں بخشش چاہنے والا، پس میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میرے واسطے مغفرت کو واجب کر جیسا کہ تو نے ان کے واسطے واجب کیا جو تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کی زندگی میں آئے تھے۔ اے اللہ! میں تیری طرف تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے متوجہ ہوتا ہوں۔

ایک مشہور اعتراض کا جواب: اعتراض..... صحیح بخاری میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيْدًا - یعنی میری قبر کو عید نہ بناؤ۔

عید اس دن کو کہتے ہیں جس میں دعا و سلام کے لئے آنے کی عادت ہو، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر جانے کی ممانعت ثابت ہوئی تو دوسری قبروں پر جانے کی بدرجہ اولیٰ ممانعت ہوگی۔

جواب..... اول تو یہ حدیث معتبر نہیں ہے کیونکہ اس کا راوی عبد اللہ بن نافع مجروح ہے، چنانچہ اول تو مسالک الحنفیہ الی شارع

الصلوة علی النبی المصطفیٰ میں علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْبُخَارِيُّ فِي حِفْظِهِ شَيْءٌ.

﴿ترجمہ﴾ اور کہا امام بخاری نے اس کی قوت حافظہ میں کسر ہے۔

وَقَالَ أَحْمَدُ لَمْ يَكُنْ بِذَلِكَ فِي حَدِيثِهِ.

﴿ترجمہ﴾ اور امام احمد نے کہا وہ حدیث میں کچھ ایسا لائق نہیں ہے۔

وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ هُوَ لَيْتَنِي فِي حِفْظِهِ.

﴿ترجمہ﴾ اور ابو حاتم نے کہا وہ اپنے حافظہ میں نرم ہے۔

دوسرے نبی کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں:

چنانچہ پہلی وجہ قبر شریف کے پاس عید کا اجتماع نہ کرو اور کھیل کود نہ کرو، جیسے یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا، چنانچہ مسالک الحفّا میں ہے:

أَنى نَهَى عَنِ الْاجْتِمَاعِ لِزِيَارَتِهِ لَااجْتِمَاعِهِمْ كَالْعِيدِ كَمَا كَانَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى يَجْتَمِعُ لَزِيَارَةِ قُبُورِ أَنْبِيَائِهِمْ وَيَشْعَلُونَ بِاللَّهُوِ كَمَا يُفْعَلُ فِي الْأَعْيَادِ.

﴿ترجمہ﴾ لوگوں کو آپ کی زیارت کے لئے عید کی طرح جمع ہونے سے منع فرمایا، جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبر کی زیارت کے لئے جمع ہوتے اور کھیلوں میں مشغول ہوتے جیسے کہ عیدوں میں کیا جاتا ہے۔

دوسری وجہ قبر شریف کے پاس عید کا اجتماع نہ کرو جس میں لوگوں کو مشقت ہوتی ہے، چنانچہ مسالک الحفّا میں ہے:

وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ نَهْيُهُ فِي جِهَةِ الْمَشَقَّةِ الْحَاصِلَةِ مِنَ الْاجْتِمَاعِ.

﴿ترجمہ﴾ اور احتمال ہے کہ آپ کی ممانعت اس مشقت کی بنا پر ہو جو اجتماع سے ممکن تھی۔

تیسری وجہ قبر شریف پر آنے کی اس قسم کی عادت نہ کرو جس سے ادب دل سے جاتا رہے، چنانچہ مسالک الحفّا میں ہے۔

وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْعِيدُ اسْمًا مِنَ الْأَعْيَادِ يَعْنِي لَا تَجْعَلُوا قَبْرِي مَحَلَّ اعْتِيَادٍ يَعْنِي لِمَا يُؤَدَّى ذَلِكَ إِلَى سُوءِ الْأَدَبِ وَارْتِفَاعِ الْحَشَمَةِ.

﴿ترجمہ﴾ اور ممکن ہے کہ عید عادت پڑنے کا نام ہو، یعنی تم میری قبر کو عادت کا مقام نہ بناؤ جس کے تم عادی ہو جاؤ، اس لئے اس کا نتیجہ بے ادبی اور زوالِ رعب ہوگا۔

چوتھی وجہ قبر شریف پر عید کی طرح گاہے نہ آیا کرو، چنانچہ مسالک الحفّا میں ہے:

وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ الْحَثُّ عَلَى كَثْرَةِ زِيَارَتِهِ وَلَا يَجْعَلُ كَالْعِيدِ الَّذِي لَا يَأْتِي فِي الْعَامِ إِلَّا مَرَّتَيْنِ.

﴿ترجمہ﴾ اور ممکن ہے کہ کثرتِ زیارت کی تاکید مقصود ہو، اور عید کی طرح نہ کرو جو سال بھر میں صرف دو مرتبہ آتی ہے۔

﴿۵﴾ آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کا تو شل :

شفافاضی عیاض، مدارج النبوت اور حصن حصین میں ہے:

إِنَّ ابْنَ عَمَرَ حَدَّثَ رَجُلَهُ فَقِيلَ لَهُ أَذْكَرُ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ يَزُلْ عَنْكَ.

﴿ترجمہ﴾ ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں سو گیا اور بے حس و حرکت ہو گیا، کسی نے آپ کو اس کا علاج بتلایا کہ

آپ کسی ایسے شخص کو یاد کیجئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو فوراً یہ عارضہ جاتا رہے گا۔

فَصَاحَ يَا مُحَمَّدًا.

آپ نے اسی وقت چلا کر کہا: يَا مُحَمَّدًا!

ان الفاظ کا زبان مبارک سے نکلنا ہی تھا کہ آپ کے پاؤں میں طاقت آگئی اور وہ درست ہو گیا۔
دیکھئے اس حدیث شریف سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا اور اس کا نیک نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔
کیا ہی اچھا فرمایا ہے مولانا روم نے۔

آبِ خَوَاهِ از جُو بَجُو خَوَاهِ از سَبُو کَاں سَبُو رَاہِمِ مَدَدِ بَاشَدِ ز جُو
(ترجمہ) پانی خواہ نہر سے لے خواہ صراحی سے درحقیقت وہ پانی نہر کا ہی ہوگا کیوں کہ صراحی کی مدد بھی نہر سے ہوتی ہے۔
نورِ خواہ از مہ طلب خواہی ز خور نور مہ ہم ز آفتاب است اے پسر
(ترجمہ) نور خواہ چاند سے مانگ خواہ سورج سے طلب کرا لے! چاند کا نور بھی سورج کی وجہ سے ہے۔
(۶) یہودیوں کا آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کے توسل سے فتح و نصرت طلب کرنا:

اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ رکوع ۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا﴾

(ترجمہ) اور وہ لوگ اس سے پہلے کافروں کے مقابلے میں اپنی فتح یابی کی دعائیں کیا کرتے تھے۔

تفسیر خازن میں اس کی تفسیر اس طرح مرقوم ہے:

وَكَانُوا يَعْنِي الْيَهُودَ (مِنْ قَبْلُ) أَيْ مِنْ قَبْلِ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُونَ أَيْ يَسْتَنْصِرُونَ بِهِ
(عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا) يَعْنِي مُشْرِكِي الْعَرَبِ وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحْزَنَهُمْ أَمْرٌ وَدَهَمَهُمْ عَدُوٌّ يَقُولُونَ "اللَّهُمَّ انصُرْنَا
بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوثِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ الَّذِي نَجِدُ صِفَتَهُ فِي التَّوْرَةِ فَكَانُوا يُنصِرُونَ. ۱

(ترجمہ) یہود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل آپ کی برکت اور آپ کے وسیلے سے کفار پر فتح و نصرت مانگتے
تھے، جب انہیں کوئی مشکل پیش آتی یا غنیم چڑھائی کرتا تو وہ یہ دعا کرتے: اے اللہ! ہماری مدد کر اس نبی کا صدقہ جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوں
گے، جن کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں، یہ دعا مانگتے تھے اور کامیاب ہوتے تھے۔ (تفسیر مدارک و روح البیان و تفسیر عزیزی)

(۷) حضرت ﷺ کے نام کی برکت سے درندوں کا ایذا نہ دینا:

محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ سرزمین روم میں سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کی راہ بھول گئے، جنگل میں لشکر کو تلاش کرتے
پھرتے تھے کہ ایک شیر سامنے آگیا، آپ نے اس سے فرمایا:

يَا أَبَا الْحَارِثِ أَنَا مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ أَمْرِى كَيْتٌ وَكَيْتٌ فَأَقْبِلْ أَلَسَدُ لَكَ بَضْبَصَةٌ حَتَّى قَامَ

إِلَى جَنْبِهِ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا أَهْوَى إِلَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَمْشِي إِلَى جَنْبِهِ حَتَّى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْأَسَدُ. (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

﴿ترجمہ﴾ اے شیر! میں غلام ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، میں راستہ بھول گیا ہوں، یہ سنتے ہی شیر خوشامد کرتا سامنے آیا اور آپ کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا جب کوئی کھٹکا ہوتا اس طرف متوجہ ہو جاتا، پھر آپ کے پہلو میں آ جاتا، اسی طرح شیر آپ کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ لشکر میں پہنچے، پھر شیر واپس چلا گیا۔ (مشکوٰۃ)

دیکھئے، غلاموں کی حکومت کہ آقا کا نام لیا جنگی درندے بجائے تکلیف دینے کے محافظ بن گئے اور خدمت گار ہو گئے۔

﴿۸﴾ میدانِ جہاد میں توسُّل بالنبی ﷺ کا کرشمہ:

فتوح الشام میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسریں سے کعب بن ضمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار سپاہی دے کر لڑائی کے ارادے سے روانہ کیا چنانچہ وہاں کے حاکم یوقنا سے مڈ بھڑ ہو گئی، جس کے پاس پانچ ہزار جرار سپاہی موجود تھے جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی تو دشمن کے اور پانچ ہزار سپاہی ان کی امداد کے لئے میدانِ کارزار میں آ گئے، غرضیکہ ایک ہزار مسلمان سپاہیوں کا دس ہزار کفار سے مقابلہ ہو گیا، ادھر اسلامی فوج خوب جاں نثاری کر رہی تھی، ادھر حضرت کعب بن ضمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت مضطرب ہو کر یوں پکار رہے تھے:

يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ، يَانْصُرَ اللَّهُ! انْزِلْ.

اے محمد! اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اے اللہ کی مدد! آ، نزول فرما۔

خدا کی شان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پکارتا تھا کہ امدادِ غیب کا نزول ہو اور مسلمانوں نے اسلامی جوش سے سینکڑوں کو تہہ تیغ کیا، سینکڑوں گرفتار کر لئے اور کچھ بھاگ گئے، غرض کفار کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کو فتح۔

جانتے ہو کہ اس فتح کی اصلی وجہ کیا تھی، یہ محض کلمہء یَا مُحَمَّدُ! کے پکارنے کی برکت تھی آپ نے غائبانہ مدد کی جس کے باعث مسلمان دشمن پر غالب آئے۔

میرسد فیض سبک و روحاں باطرافِ جہاں

مے شود آفاق روشن صبح چوں خنداں شود

﴿ترجمہ﴾ دنیاوی آلائشوں سے پاک ہلکے روح والوں کا فیض دنیا کے تمام اطراف میں پہنچ رہا ہے صبح جب روشن ہوتی ہے تو ساری دنیا میں روشنی پھیل جاتی ہے۔

﴿۹﴾ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام سے توسُّل کرنا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَسَدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَكَانَتْ رُبَّتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ أُمُّ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهَا وَقَالَ

رَحِمَكَ اللَّهُ يَا أُمِّي بَعْدَ أُمِّي وَذَكَرَ ثَنَاءَهُ عَلَيْهَا وَكَفَّنَهَا بِبُرْدِهِ وَأَمَرَهُمْ بِحَفْرِ قَبْرِهَا فَلَمَّا بَلَغُوا اللَّحْدَ حَفَرَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْدِهِ وَأَخْرَجَ ثَرَابَهُ بِبَيْدِهِ فَلَمَّا فَرَغَ دَخَلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاضْطَجَعَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ "اللَّهُ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ اغْفِرْ لَأُمِّي فَاطِمَةَ بِنْتَ أَسَدٍ وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مَذْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِي فَإِنَّكَ أَزْحَمُ الرَّحِمِينَ". (رواه طبرانی وابن حبان والحاكم وابن ابی شیبہ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کی تھی، اور وہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے، پھر ان کے سر ہانے بیٹھ گئے اور فرمایا اے میری ماں کی قائم مقام ماں! اللہ تم پر رحم کرے، اور ان کی تعریف فرمائی اور اپنی چادر سے کفن پہنایا اور لوگوں کو ان کی قبر کھودنے کا حکم دیا، جب وہ لحد تک پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنے ہاتھ سے کھودا اور اپنے ہاتھ سے مٹی نکالی، پھر جب فارغ ہوئے، تو لحد میں داخل ہوئے، پھر اس میں لیٹ کر فرمایا: اللہ جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اس کو فنا نہیں، الہی میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے، اور اس کی قبر فراخ کر دے۔ بحق اپنے نبی کے اور بحق ان انبیاء کے جو مجھ سے پہلے ہوئے، بیشک تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (جامع کبیر، مدارج النبوة)

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام سے توسل کیا، جب باوصف اس عظمت کے آپ نے توسل فرمایا ہو تو پھر بھلا ہمارے لئے جواز توسل میں کیا تاثر ہو سکتا ہے؟
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

دریں حدیث دلیل ست بر توسل در ہر دو حالت نسبت بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حالت حیات و نسبت بانبیاء دیگر صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین بعد از وفات وچوں توسل بانبیاء دیگر صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین بعد از وفات جائز باشد بسید انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ واکملہا بطریق اولی جائز باشد بلکہ اگر باین حدیث توسل باولیائے خدا نیز بعد از وفات ایشان قیاس کنند دور نیست مگر آنکہ دلیلے بر تخصیص حضرات رسل صلوات الرحمن علیہم اجمعین قائم شود۔

﴿ترجمہ﴾ اس حدیث کے اندر دونوں حالتوں میں یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حیات میں اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ وفات کے بعد توسل کرنے کی دلیل موجود ہے اور جب دیگر انبیاء صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے ساتھ توسل وفات کے بعد جائز ہوا تو سید انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ واکملہا کے ساتھ تو بطریق اولی جائز ہوگا، بلکہ اگر اس حدیث شریف کے ساتھ توسل باولیائے خدا

بھی ان کے فوت ہونے کے بعد قیاس کریں تو بعید نہیں، مگر یہ کہ حضرات رُسلِ صلوات الرحمن علیہم اجمعین کی تخصیص پر کوئی دلیل قائم ہو۔

﴿۱۰﴾ ایک اعرابی کا آنحضرت ﷺ کے رُوبرُ و آپ کو وسیلہ قرار دینا:

طبرانی اور شواہد النبوت میں مروی ہے کہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنا قصیدہ پڑھا جس میں یہ اشعار تھے۔

وَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ وَأَنَّكَ مَأْمُونٌ عَلَى كُلِّ غَائِبٍ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور اے نبی! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر غائب کے محافظ ہیں۔

وَأَنَّكَ أَذْنَى الْمُرْسَلِينَ وَسَيَلَةٌ إِلَى اللَّهِ يَا ابْنَ الْكَرَمَيْنِ الْأَطَائِبِ

اور اے پاک صاف لوگوں کے صاحبزادے! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام مرسلین سے زیادہ قریب الوسیلہ ہیں۔

فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ وَإِنْ كَانَ فِيمَا فِيهِ شَيْبُ الدَّوَائِبِ

ہم کو اے بہترین مرسلین! اس کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتا ہے اگرچہ اس سے بال سفید پڑ جائیں۔

وَكُنْ لِي شَفِيعًا يَوْمَ لَا ذَوْ شَفَاعَةٍ بِمُغْنٍ فَتِيلًا عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٍ

اور اس دن میری شفاعت کیجئے جبکہ کوئی شفیع سواد بن قارب کو ذرہ برابر فائدہ پہنچانے والا نہیں۔

دیکھئے! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سواد کو ایسے شعر سے منع نہیں فرمایا جس میں اُس نے آپ کو وسیلہ کیا، بلکہ سکوت فرمایا، جس سے آپ کی وسیلہ کے لئے رضامندی ثابت ہوتی ہے، اور آپ کا وسیلہ ہونا تو شل کے متقاضی ہے پس آپ سے تو شل کرنا معترضین کو کیوں کھٹکتا ہے؟

﴿۱۱﴾ وفات کے بعد آنحضرت ﷺ سے تو شل اور اس کی قبولیت:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط پڑا تو حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا ”یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم اپنی امت کے واسطے مینہ طلب فرمائیے“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر ان سے فرمایا کہ مینہ برسے گا۔ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، بَيَهَقِي)

﴿۱۲﴾ بزرگانِ دین کا اپنی قبروں میں پڑے پڑے امداد فرمانا:

شیخ نظامی گنجوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اولیاء اللہ کے قبور کے اندر سے امداد کرنے کی یوں کیفیت بیان فرماتے ہیں:

بیاد آور اے تازہ کبک دری کہ چوں بر سرِ خاکِ من بگذری

یاد رکھ اے نوجوان کبک دری! جب میری قبر کے سرہانے سے تو گزرے۔ (ترجمہ)

گیا بیانی از خاکم انگيخته سرے سودہ بالیس فرو ریخته

﴿ترجمہ﴾ تو میری قبر سے اُگا پڑا گھاس دیکھے گا میرا سر شکستہ ہو چکا ہوگا اور سر ہانہ ٹوٹ کے گر پڑا ہوگا۔

نہی دست بر شوشۂ خاک من بیاد آری از گوهر پاک من

﴿ترجمہ﴾ میری قبر کے ایک کنارے پر ہاتھ رکھنا اور میرے پاک خاندان کو یاد کرنا۔

فشانمی تو بر من سر شکے ز دور فشانم من از آسماں بر تو نور

﴿ترجمہ﴾ تو اگر دور سے میری یاد میں آنسو بہائے گا تو میں آسمان سے تجھ پر نور بچھاؤں کروں گا۔

دعائے تو بر ہر چہ دارد شتاب من آمین کنم تا شود مستجاب

﴿ترجمہ﴾ تیری دعا کو جس چیز کی جلدی ہوگی میں آمین کہوں گا تاکہ وہ قبول ہو جائے۔

درودم رسانی رسانم درود بیانی بیانم ز گنبد فرود

﴿ترجمہ﴾ تو میرے لئے دعا کرے گا میں تیرے لئے دعا گو ہوں گا، اور اگر تو آئے گا تو میں گنبد سے نیچے تیرے پاس آ جاؤں گا۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن من آیم بجاں گر تو آئی بتن

﴿ترجمہ﴾ مجھے اپنی طرح زندہ خیال کرا اگر تو جسم لے کر میرے پاس آئے گا تو میری روح تیرے پاس آئے گی۔

مداں خالی از ہم نشینی مرا کہ بینم ترا گر نہ بینی مرا

﴿ترجمہ﴾ مجھے اپنا ہم نشین ہونے سے الگ نہ سمجھ میں تجھے دیکھوں گا اگرچہ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا۔

﴿۱۳﴾ شیخ احمد بن زروق مغربی علیہ الرحمہ کا قول کہ میں اپنے پکارنے والے کی مدد کروں گا:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بستان المحمدین ۱ میں شیخ احمد بن زروق مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بڑی

تعریف و توصیف لکھی پھر ان کے کلام سے دو شعر نقل کئے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

اِنَّا لَمُرِيدُیْ جَامِعَ لَشَاتِیْہِ اِذَا مَاسَطَا جَوْرُ الزَّمَانِ بِنُجْبَتِہِ

میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں، جب ستم زمانہ اپنی نخوست سے اس پر تعدی کرتے ہیں۔

وَ اِنْ كُنْتُ فِیْ ضِیقٍ وَ كَرْبٍ وَ وَحْشَةٍ فَنَادِ بِاَزْرُوقِ ابِ بِسْرَعَتِہِ

اور اگر تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یوں ندا کر یا زروق T میں فوراً آ موجود ہوں گا۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

﴿ترجمہ﴾ مجھے اپنی طرح زندہ خیال کرا اگر تو جسم کے ساتھ میرے پاس آئے گا تو میری روح تیرے پاس آئے گی۔

مداں خالی از ہم نشینی مرا کہ بینم ترا گر نہ بینی مرا

﴿ترجمہ﴾ اپنے ساتھ ہم نشین ہونے سے مجھے فارغ نہ جاں کیوں کہ میں تجھے دیکھوں گا جب کہ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا۔

شیخ احمد بن زروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو العباس حضری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے پوچھا:
 ”کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی؟“

جواب میں میں نے کہا: کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے، اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی مدد زیادہ قوی ہے۔
 شیخ نے کہا: ”ہاں“ کیونکہ وہ لوگ خدا کے حضور میں ہیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کا قول نداء واستئذان کی تائید میں:

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رد المحتار میں گمشدہ چیز کے ملنے کے لئے فرماتے ہیں: کہ بلندی پر جا کر حضرت سید احمد بن علوان یمنی
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے فاتحہ پڑھے، پھر یوں نداء کرے:

يَا سَيِّدِي أَحْمَدُ يَا ابْنَ عَلَوَانَ!

تو وہ گم شدہ چیز انشاء اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور مل جائے گی۔

﴿۱۴﴾ سید محمد غمری رحمۃ اللہ علیہ کو نداء کرنے کا واقعہ:

عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لَوَاقِحُ الْأَنْوَارِ فِي طَبَقَاتِ الْأَخْيَارِ میں تحریر فرماتے ہیں:

”کہ محمد غمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید بازار میں تشریف لے جاتے تھے اتفاق سے ان کے جانور کا پاؤں پھسل گیا، انہوں
 نے باواز بلند پکارا: يَا سَيِّدِي مُحَمَّدُ غَمْرِي! اُدھر بادشاہ وقت کا ایک ملازم ابن عمر اس کے حکم سے گرفتار ہو کر جیل جا رہا تھا، ابن عمر کے
 کانوں میں اُس شخص کی یہ آواز آئی، اُس نے اُس شخص سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ یہ سیدی محمد غمری کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرے شیخ اور
 پیشوا ہیں، وہ میری پکار کو سنتے اور میری امداد کو پہنچتے ہیں۔ اگر کسی کو اس سے تسلیم کرنے میں کلام ہو تو میں ابھی اس کا ثبوت دے سکتا ہوں،
 چنانچہ لوگوں کے کہنے پر انہوں نے باواز بلند پکارا ”يَا سَيِّدِي مُحَمَّدُ غَمْرِي لَا حِظْنِي! یعنی اے میرے سردار! اے محمد غمری! مجھ پر نظر
 عنایت کیجئے۔ ابھی یہ الفاظ زبان سے نکلے ہی تھے کہ سید محمد غمری فوراً تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ تم کو کیا تکلیف ہے تمہاری کیا حاجت
 ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یا شیخ! یہ شخص تکلیف میں ہے، آپ نے فوراً اس کی تکلیف کی طرف توجہ فرمائی، اُسی وقت بادشاہ مع
 لشکر کے گھبراہٹ میں پڑ گیا اور ہاتھ غیب سے آواز آئی کہ ابن عمر کو رہا کرو ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے، بادشاہ نے اسی وقت ابن عمر کو بلایا اور اس
 کو مخلصی (رہائی) بخشی اور خلعت و انعام دے کر اس کو سابقہ خدمت پر بحال کر دیا۔“

مشو بمرگ ز امداد اہل دل نومید کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری است

﴿ترجمہ﴾ موت کی وجہ سے اہل دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیوں کہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عین بیداری ہے۔

خاصانِ حق سے اُن کی حیات میں مدد مانگنے کا ثبوت

یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ دنیا عالمِ اسباب ہے، ہر ایک مخلوق اپنے وجود اور عدم میں اسباب سے وابستہ ہے، ایک دوسرے کی مدد کے بغیر کام نہیں چلتا، چنانچہ ہم چلنے کے لئے پاؤں سے مدد لیتے ہیں، پکڑنے کے لئے ہاتھ سے، لکھنے کے لئے قلم سے، دیکھنے کے لئے آنکھ سے، سننے کے لئے کان سے، سو گھنے کے لئے ناک سے، چکھنے کے لئے زبان سے مدد لیتے ہیں، علاوہ اس کے دنیوی امور میں کامیاب ہونے کے لئے کہیں دنیا داروں کی سفارش اور ذریعہ ڈھونڈا جاتا ہے، کہیں بڑے بڑے اسلامی جلسوں میں ہاتھ پھیلا کر قوم سے بھیک مانگی جاتی ہے، ان سب امور کو کوئی عقلِ سلیم والا نہ تو شرک کہتا ہے اور نہ ہی کفر، مگر تعجب ہے ان لوگوں کی عقل و دانش پر جو ایسی امداد کے تو قائل ہیں مگر کسی اہل اللہ سے خواہ وہ بحالتِ حیات ہوں یا عالمِ برزخ میں مدد مانگنے کو کفر و شرک کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سورۃ مائدہ رکوع / امیں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور نیکی اور پرہیزگاری میں باہم ایک دوسرے کو مدد دو اور گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کو مدد نہ دو۔

جب خود حق تعالیٰ آپس میں ایک دوسرے کو مدد دینے کے لئے حکم دے رہا ہے اور وہ بھی عوام الناس کو تو انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے جو خواصِ الرّجال ہیں مدد لینا کیونکر موردِ اعتراض ہو سکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ بفضلِ خدا ہر سائل کا سوال پورا کر سکتے ہیں

عَنْ رَبِيعَةَ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ أَيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّيَهُ بِوَضُوءِهِ وَحَاجَّتِهِ فَقَالَ لِي سَلْ (وَفِي رِوَايَةِ الطَّبْرَانِيِّ يَارَبِيعَةَ سَلْنِي فَأَعْطَيْكَ) قَالَ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوْغَيْرَ ذَلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَلِكَ قَالَ فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ.

﴿ترجمہ﴾ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سویا کرتا تھا، ایک دن میں حسبِ معمول وضو کے لئے پانی اور آپ کی حاجت کی چیزوں کو لے کر حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مانگ، اور طبرانی کی روایت میں ہے اے ربیعہ! مجھ سے کچھ مانگ میں تجھ کو دوں گا، ربیعہ کہتا ہے میں نے عرض کیا: آپ کے ساتھ رہنا جنت میں مانگتا ہوں، آپ نے فرمایا: کیا کچھ اس کے سوا بھی؟ میں نے عرض کیا بس یہی، آپ نے فرمایا: پس مدد کرو تو میری اپنے ذاتی مدعا پر کثرتِ سجد کے ساتھ۔

اس حدیث شریف سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جنت میں ساتھ رکھنے کا مختار اختیار خدا داد سمجھ کر یہ سوال کیا، اور آپ نے اپنی ذاتِ مقدس کو اس امر پر قادر بقدرتِ حق سمجھ کر ان کے سوال پر انکار نہ فرمایا

بلکہ اس سے زیادہ مانگئے پر آمادہ کیا، اور جب آپ نے ان کی آرزوئے مرافقت مستحکم پائی جو امور اس آرزو کے پورا کردینے کے معین تھے، اور جس طریق پر آپ اس آرزو کے بر لانے پر جانب اللہ مختار تھے اس پر اس کو ہدایت کردی، اس واسطے کہ اگر آپ اس آرزو کے پورا کردینے کے مختار نہ تھے اور آپ کے نزدیک یہ اختیار بجز خدا کے (کسی) اور کو مطلقاً نہ تھا خواہ وہ منجانب اللہ ہی ہو تو بمحضائے نبوت آپ پر لازم تھا کہ ضرور ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال پر انکار فرماتے، مگر آپ نے ان کے سوال مرافقت کو جائز رکھ کر اس سے زیادہ مانگئے پر آمادہ فرمایا۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح اشعۃ اللامعات میں تحریر فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال کہ فرمود سَلْ بِخَوَاهِ تَخْصِيصُ نَهْ كَرْدَ بِمَطْلُوبِ خَاصٍ مَعْلُومٍ مَرِ شُدُ
کہ کارِ ہمہ بدستِ ہمت و کرامتِ اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہرچہ خواہد و ہر کرا خواہد
باذنِ پروردگارِ خود بدهد۔ ۱۔

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتْهَا وَمِنْ غُلُومِكَ عِلْمَ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ
(ترجمہ) اس سوال کے اعلان سے کہ مانگو اور کسی خاص مطلوب کے ساتھ تخصیص نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام آپ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ باہمت و کرامت میں ہیں کہ جس قدر چاہیں اور جس کو چاہیں پروردگار کے اذن سے دے دیں۔
فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتْهَا وَمِنْ غُلُومِكَ عِلْمَ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ
بے شک آپ کی بخشش سے دنیا ہے اور اس کی سوکن (عقبی) اور آپ کے علم سے لوح و قلم ہیں۔
ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث شریف کی شرح اس طرح فرماتے ہیں:

وَيُؤْخَذُ مِنْ إِطْلَاقِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْأَمْرَ بِالسُّؤَالِ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى مَكْنَهُ مِنْ إِعْطَاءٍ كُلِّ مَا أَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ. ۲
(ترجمہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطلقاً سوال کا حکم دینے سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزانہ
حق سے ہر ایسی چیز دے ڈالنے کا اختیار دے دیا تھا جو آپ چاہیں۔

دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً فرمایا مانگ، اور کسی خاص چیز کے ساتھ مخصوص
کر کے نہ فرمایا کہ فلاں شے مانگ، بنا بریں ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں سے ہر چیز کے دینے کی قدرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کو عطاء فرمادی تھی، اور آپ کو ہر چیز کا مالک بنایا ہے، آپ ہر قسم کی مدد فرما سکتے ہیں، ہر طرح کی حاجت روائی کر سکتے ہیں، دنیا
و آخرت کی سب مرادیں اور جملہ مطالب و مقاصد کا عطا کرنا آپ کے قبضہ قدرت اور اختیار میں ہے، ورنہ بلا تنقید و تخصیص یہ کیسے فرماتے
کہ جو مانگو گے میں تم کو دوں گا تم مجھ سے مانگو جو مراد چاہو۔

امام ابنِ سیع وغیرہ علمائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے یہ بات ذکر کی ہے کہ جنت کی زمین اللہ تعالیٰ نے حضور کی

۱۔ اشعۃ اللامعات ج ۱، ص ۳۹۶۔ سکھر۔

۲۔ مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۲، ص ۳۲۳، مکتبہ امدادیہ ملتان۔

جاگیر کر دی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں اور جسے چاہیں بخش دیں۔

ایک صحابی نے دنیا میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کا سوال کیا:

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مشرف باسلام ہوئے تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں

بہت سے اشعار پڑھے من جملہ ان کے ایک شعر یہ ہے ۔

وَكَنْ لِي شَفِيعًا يَوْمَ لَا ذَوْ شَفَاعَةٍ سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٍ

یعنی یا حضرت! میری شفاعت کرنا اس روز جب آپ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کے کام نہ آئے گا۔

ابن شاہین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر سوال جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع فرماتے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا استعانت فرمانا:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ. (رَوَاهُ أَبُو ذَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ) ﴿ترجمہ﴾ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کسی مشرک سے استعانت نہیں کریں گے۔ (مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں سے مدد طلب کریں گے، اگر مسلمان سے استعانت ناجائز ہوتی تو مشرک کی کیوں تخصیص کی جاتی، پس جب نبی کا دوسرے لوگوں سے استعانت کرنا روا ہے تو اس سے صراحتاً ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے دوسرے لوگوں کا مدد مانگنا بطریق اولیٰ جائز ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک غلام سے مدد مانگنا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک نصرانی غلام وشیق نامی سے کہ دنیاوی کاموں کا امانت دار تھا ارشاد فرماتے ہیں:

أَسْلِمَ أَسْتَعِينُ بِكَ عَلَى أَمَانَةِ الْمُسْلِمِينَ.

﴿ترجمہ﴾ مسلمان ہو جاتا کہ میں مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے استعانت کروں۔

جب وہ نہ مانتا تو فرماتے ہم کافر سے استعانت نہ کریں گے۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ مشرک سے امداد مانگنا ناجائز ہے مگر مسلمان سے جائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قبائل عرب کو مدد دینا:

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتَاهُ رِغْلٌ وَذِكْوَانٌ وَعَصِيَّةٌ وَبَنُو لَحْيَانَ فَرَعَمُوا أَنَّهُمْ قَدْ أَسْلَمُوا

وَاسْتَمَدُّوهُ عَلَى قَوْمِهِمْ فَأَمَدَّهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ بُخَارِيُّ، مُسْلِمٌ، نَسَائِيُّ) ۱۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنو نعل، بنو کوان بنو عصبہ اور بنو لیحان نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ظاہر کیا کہ وہ مسلمان ہو گئے، اور انہوں نے اپنی قوم کے مقابلے میں آپ سے مدد مانگی تو آپ نے ان کو مدد دی۔ (مشکوٰۃ)

غیر اللہ سے استمداد کے جواز کا ثبوت:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر عزیز سورہ بقرہ صفحہ ۴۶۰ میں تحریر فرماتے ہیں:

أَفْعَالِ عَادِيِ الْهَى رَامِثِلْ بَخْشِيدِنِ فَرْزَنْدِ وَتَوْسِيعِ رَزَقِ وَ شَفَاءِ مَرِيضِ وَأَمْثَالِ ذَالِكِ
رامشر کا نسبت بارواح خبیثہ واصلنام مے نمایند و کافر مے شوند و مؤجداں از تاثیر اسماء
الهی یا خواص مخلوقات او مے دانند از ادویہ و عقاقیر یا دعاء صلحاء بندگان او کہ ہم از جناب
او درخواستہ انجام مطالب مے کنانند مے فہمند و در ایمان ایشان خلل نمے افتد۔

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے افعال عادی مثل بیٹا دینے، رزق وسیع کرنے، بیمار کو شفا دینے وغیرہ کو مشرکین ارواح خبیثہ اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں، اور اہل توحید اللہ کے ناموں کی تاثیر یا اُس کی پیدا کی ہوئی ادویہ وغیرہ کی خاصیت یا اللہ کے نیک بندوں کی دعاء کی تاثیر سمجھتے ہیں جو اللہ کی جناب میں درخواست کر کے خلق کی حاجت روائی کراتے ہیں، اس اعتقاد سے اُن کے ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا۔

دیکھئے شاہ صاحب بزرگوں کی دعا سے بیٹا ملنے، رزق وسیع ہونے، بیمار کے تندرست ہونے اور دیگر ہر قسم کی حاجت روائی کے قائل ہیں، اور یہ فرق کرتے ہیں کہ مؤخدا اگر ان چیزوں کو اہل اللہ کی دعا کی تاثیر مانے تو اس کے ایمان میں کچھ خلل نہیں کیونکہ وہ ان امور میں صلحاء کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی نہیں جانتا بلکہ وسیلہ سمجھتا ہے، اور مشرک ارواح خبیثہ یا اپنے بتوں کی طرف ان امور کو نسبت کرے تو یہ اس کا کفر ہے کیونکہ وہ ان بتوں کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی اعتقاد کرتا ہے۔

یہ تو ہوا خاصان حق کا اپنے متوسلین کو قرب و حضور میں مدد پہنچانا، اس سے بڑھ کر حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات بعد و غیبت میں بھی اپنے متوسلین و مستمدین کو بقدرت حق اور باعلام حق مدد دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں جس میں تمام انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام شامل ہیں۔

حضرت عمرؓ نے صد ہا میل سے مجاہدین کو مدد دی:

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ وَجَّهَ عُمَرُ جَيْشًا وَرَأَسَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُدْعَى سَارِيَةَ فَبَيْنَمَا عُمَرُ يَخْطُبُ جَعَلَ يُنَادِي
يَا سَارِيَةَ! الْجَبَلُ! ثَلَاثًا ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ الْجَيْشِ فَسَأَلَهُ عُمَرُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هُزِمْنَا فَبَيْنَمَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ سَمِعْنَا
صَوْتًا يُنَادِي يَا سَارِيَةَ! الْجَبَلُ! ثَلَاثًا فَاسْتَدْنَا ظُهُورَنَا إِلَى الْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ اللَّهُ قَالَ قِيلَ لِعُمَرَ إِنَّكَ كُنْتَ تُصِيحُ بِذَلِكَ.
وَذَلِكَ الْجَبَلُ الَّذِي كَانَ سَارِيَةُ عِنْدَهُ بِنَهَاوْنَدٍ مِنْ أَرْضِ الْعَجَمِ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ فِي الْإِصَابَةِ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

(تاریخ الخلفاء مجتہاتی صفحہ ۸۵)

﴿ترجمہ﴾ حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قوم جہاد پر بھیجی اور ایک شخص ساریہ نام کو اس کا افسر مقرر فرمایا، اس اثناء میں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے وہ یوں پکارنے لگے: ”اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو“ تین مرتبہ، پھر فوج کا قاصد آیا تو اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حال پوچھا تو اس نے کہا اے امیر المؤمنین! ہم کو کھسکت ہو گئی تھی، اسی اثناء میں ہم نے آواز سنی ”اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو“ تین مرتبہ یہ آواز آئی تو ہم نے پہاڑ کو اپنا پشت پناہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کھسکت دی، راوی کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یاد دلایا گیا کہ آپ ہی تو یہی کلمات با آواز بلند کہتے تھے۔ اور وہ پہاڑ جس کے پاس ساریہ تھا ارضِ عجم میں نہاوند کے پاس ہے، ابن حجر نے إصابہ میں کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد حسن ہیں۔

بعض روایات سے ظاہر ہے کہ سامعین خطبہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان بے موقع الفاظ پر تعجب ظاہر کیا تھا، اور ان سے اُس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے صاف طور سے اپنا کشف بیان فرمایا چنانچہ:

أَخْرَجَ بَنُ مَرْدَوَيْهِ مِنْ طَرِيقِ مَيْمُونِ بْنِ مَهْرَانَ عَنِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَرَضَ فِي خُطْبَتِهِ أَنْ قَالَ ”يَا سَارِيَةَ الْجَبَلِ مَنْ اسْتَرْعَى الذَّنْبَ ظَلَمَ“ فَالْتَفَتَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ فَقَالَ لَهُمْ عَلِيُّ لِيَخْرُجَنَّ مِمَّا قَالَ فَلَمَّا فَرَغَ سَأَلُوهُ فَقَالَ وَقَعَ فِي خَلْدِي أَنَّ الْمُشْرِكِينَ هَزَمُوا إِخْوَانَنَا وَأَنَّهُمْ يَمْرُونَ بِجَبَلٍ فَإِنْ عَدَلُوا إِلَيْهِ قَاتَلُوا مِنْ وَجْهِ وَاحِدٍ وَإِنْ جَاوَزُوا هَلَكُوا فَخَرَجَ مِنِّي مَا تَرَعُمُونَ أَنْتُمْ سَمِعْتُمُوهُ قَالَ فَجَاءَ الْبَشِيرُ بَعْدَ شَهْرٍ فَلَذَكَرَ أَنََّّهُمْ سَمِعُوا صَوْتَ عُمَرَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ قَالَ فَعَدَلْنَا إِلَى الْجَبَلِ لَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْنَا. (ایضاً)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابن مردویہ نے ميمون بن مهران کے طریق سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، پس اثناء خطبہ میں کہنے لگے: ”يَا سَارِيَةَ الْجَبَلِ مَنْ اسْتَرْعَى الذَّنْبَ ظَلَمَ“ ”اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو، جو شخص بھیڑیے کی حفاظت کرتا ہے اس نے ظلم کیا“ تو لوگ ایک دوسرے کو تنگنے لگے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کہا وہ اپنے اس قول سے ضرور خطبے سے نکل گئے، جب وہ فارغ ہوئے تو لوگوں نے سوال کیا؟ فرمایا: میرے دل میں یہ بات آئی کہ مشرکوں نے ہمارے بھائیوں کو کھسکت دے دی اور وہ پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں اگر اس کی طرف پناہ گیر ہو جائیں تو ان کو صرف ایک طرف سے جنگ کرنی پڑے اور اگر آگے چلے گئے تو واپس جائیں گے، بس میرے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے جن کی نسبت تم کہتے ہو کہ تم نے سنے ہیں، راوی کہتا ہے کہ پھر ایک ماہ کے بعد فتح کی بشارت لانے والا آیا تو اُن سے ذکر کیا کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز اسی روز سنی تھی، اس نے بتایا کہ پھر ہم نے پہاڑ کی طرف پناہ لی تو اللہ نے ہم کو فتح بخشی۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان الفاظ کا کوئی قرینہ نہ تھا اس لئے سامعین خطبہ نے آپ کو مجنون و فاجر العقول کا خطاب دیا تھا چنانچہ:

أَخْرَجَ أَبُو نُعَيْمٍ فِي الدَّلَائِلِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ قَالَ بَيْنَا عَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ تَرَكَ
الْخُطْبَةَ فَقَالَ يَا سَارِيَّةُ! الْجَبَلُ مَرَّتَيْنِ أَوْلَئِكَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى خُطْبَتِهِ فَقَالَ أُولَئِكَ النَّظَرَاءُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ جُنَّ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ هُوَ فِي خُطْبَتِهِ إِذْ قَالَ يَا سَارِيَّةُ! الْجَبَلُ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ
يَطْمَئِنُّ إِلَيْهِ فَقَالَ لَشَدَّ مَا أَلُومُهُمْ عَلَيْكَ إِنَّكَ تَجْعَلُ عَلَى نَفْسِكَ لَهُمْ مَقَالًا، بَيْنَا أَنْتَ تَخْطُبُ إِذْ أَنْتَ تَصِيحُ
يَا سَارِيَّةُ! الْجَبَلُ، أَيْ شَيْءٌ هَذَا؟ قَالَ إِنِّي وَاللَّهِ مَا مَلَكَتْ ذَا لِكَ رَأَيْتُهُمْ يَقَاتِلُونَ عِنْدَ جَبَلٍ يُوتُونَ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ
خَلْفِهِمْ فَلَمْ أَمْلِكْ أَنْ قُلْتُ يَا سَارِيَّةُ! الْجَبَلُ لِيَلْحَقُوا بِالْجَبَلِ فَلَبَّيْنَا إِلَى أَنْ جَاءَ رَسُولُ سَارِيَّةَ بِكِتَابِهِ أَنَّ الْقَوْمَ لِحَقُونَا
يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَاتَلْنَاهُمْ مِنْ حِينَ صَلَّيْنَا الصُّبْحَ إِلَى حِينَ حَضَرَتِ الْجُمُعَةُ، وَذَارَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَسَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي
يَا سَارِيَّةُ! الْجَبَلُ! مَرَّتَيْنِ فَلَحِقْنَا بِالْجَبَلِ فَلَمْ نَزَلْ قَاهِرِينَ لِعَدُونَا حَتَّى هَزَمَهُمُ اللَّهُ وَقَتْلَهُمْ فَقَالَ أُولَئِكَ الَّذِينَ طَعَنُوا
عَلَيْهِ دَعُوا هَذَا الرَّجُلَ فَإِنَّهُ مَصْنُوعٌ لَهُ. (أَيْضًا) ۱

﴿ترجمہ﴾ ابو نعیم نے دلائل میں حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس اثناء میں کہ حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک خطبہ چھوڑ کر کہنے لگے: ”یَا سَارِيَّةُ! الْجَبَلُ“ اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو! دو مرتبہ یا تین
مرتبہ، پھر اپنے خطبہ کی طرف متوجہ ہوئے پس بعض حاضرین نے کہا ان کو جنون ہو گیا، بلاشبہ وہ دیوانے ہیں، تو ان کے پاس حضرت عبدالرحمن
بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور وہ ان سے بے تکلف تھے، بس انہوں نے کہا آپ اپنے متعلق لوگوں میں چرچا کر لیتے ہیں، چنانچہ ابھی
خطبہ دیتے دیتے پکارا اٹھے ساریہ! پہاڑ کو دیکھو! بھلا یہ کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا بخدا یہ بات میرے بس کی نہ تھی، میں نے ان لوگوں کو دیکھا
کہ ایک پہاڑ کے پاس جنگ کر رہے ہیں، ان پر آگے اور پیچھے سے حملے ہو رہے ہیں تو بے تحاشا میرے منہ سے نکل گیا کہ اے ساریہ!
پہاڑ! تاکہ وہ پہاڑ کے ساتھ مل جائیں۔ پس کچھ دن گزرے تو ساریہ کا قاصد اس کا خط لایا ”کہ دشمن کی فوج جمعہ کے روز ہمارے مقابل آئی
ہم نے ان سے جنگ شروع کی یہاں تک جب جمعہ کا وقت آیا تو ہم نے کسی پکارنے والے کی یہ آواز دو مرتبہ سنی کہ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف!
پس ہم پہاڑ سے جا ملے تو ہم برابر دشمن پر غالب آتے گئے یہاں تک اللہ نے اُن کو شکست دی اور ان کو تباہ کر دیا“ اس پر ان لوگوں نے جو انہیں
طعنہ دیتے تھے کہا: ان صاحب کو کچھ نہ کہو یہ ان کا قدرتی فعل تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینے میں بیٹھے اپنی روحانیت سے اہل مصر کی مدد کی:

قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ مِصْرُ أَتَى عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حِينَ دَخَلَ يَوْمَ مِنْ أَشْهُرِ الْعَجَمِ فَقَالُوا يَا أَيُّهَا الْأَمِيرُ إِنَّ لِنَبَلِنَا
هَذَا سَنَةً لَا يَجْرِي إِلَّا بِهَا قَالَ وَمَا ذَا لِكَ؟ قَالُوا إِذَا كَانَ إِحْدَى عَشْرَةَ لَيْلَةً تَخْلُوْنَا مِنْ هَذَا الشَّهْرِ عَمَدْنَا إِلَى جَارِيَةٍ
بِكُرْبَيْنِ أَبِيهَا فَارْضَيْنَا أَبِيهَا وَجَعَلْنَا عَلَيْهَا الثِّيَابَ وَالْحُلَى الْفَضْلُ مَا يَكُونُ ثُمَّ أَلْقَيْنَاهَا فِي هَذَا النَّيْلِ، فَقَالَ لَهُمْ عَمْرُو

إِنَّ هَذَا لَا يَكُونُ أَبَدًا فِي الْإِسْلَامِ وَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ فَأَقَامُوا وَالنَّيْلُ لَا يَجْرِي قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا حَتَّى هَمُّوا بِالْجَلَاءِ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَمَرُو وَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِذَلِكَ .

فَكَتَبَ لَهُ أَنْ قَدْ أَصَبْتُ بِالذِّئْبِ فَعَلْتُ وَأَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَبَعَثَ بِطَاقَةٍ فِي دَاخِلِ كِتَابِهِ وَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ أَيْ قَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكَ بِطَاقَةٍ فِي دَاخِلِ كِتَابِي فَأَلْقِهَا فِي النَّيْلِ فَلَمَّا قَدِمَ كِتَابُ عُمَرَ إِلَى عَمَرُو بْنِ الْعَاصِ أَخَذَ الْبِطَاقَةَ فَفَتَحَهَا فَادْفِئَهَا مِنْ عَبْدِ اللَّهِ عَمَرَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى نَيْلٍ مُضِرٍّ أَمَّا بَعْدُ: فَإِنْ كُنْتُ تَجْرِي مِنْ قَبْلِكَ فَلَا تَجْرِ وَإِنْ كَانَ اللَّهُ يُجْرِيكَ فَاسْأَلِ اللَّهَ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ أَنْ يُجْرِيكَ، فَأَلْقَى الْبِطَاقَةَ فِي النَّيْلِ قَبْلَ الصَّلَيبِ يَوْمَ فَاصَّبَحُوا وَقَدْ أَجْرَاهُ اللَّهُ تَعَالَى سِتَّةَ عَشَرَ ذِرَاعًا فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ فَقَطَعَ اللَّهُ تِلْكَ السَّنَةَ عَنْ أَهْلِ مُضَرَ إِلَى الْيَوْمِ. (تاريخ الخلفاء) ۱

﴿ترجمہ﴾ راوی کہتا ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں آئے جب عجم کے مہینوں میں ایک دن آیا تو لوگوں نے کہا: اے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کا ایک دستور ہے کہ وہ اس سے جاری ہوتا ہے، انہوں نے کہا وہ کیا دستور ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جب اس مہینے سے گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم کسی کنواری لڑکی کو تلاش کرتے ہیں جس کے ماں باپ زندہ ہوں پھر اس کے ماں باپ کو راضی کر کے اسے اچھے سے اچھے کپڑے اور زیور پہناتے ہیں پھر اس کو اس دریا میں ڈال دیتے ہیں، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اب اسلام میں یہ بات کبھی نہ ہوگی اور بے شبہ اسلام پہلے مراسم کو مٹا دیتا ہے، تو وہ لوگ ٹھہرے رہے اور نیل تھوڑا بہت کچھ بھی جاری نہ ہوا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اس علاقے سے نکل جانے کا قصد کیا، جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ حال دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس کی اطلاع بھیجی، انہوں نے جواباً لکھا تم نے جو کچھ کیا نیک کیا اور بے شک اسلام پہلے مراسم کو مٹا دیتا ہے، اور خط کے اندر ایک پرچہ بھیجا اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں تمہاری طرف اس خط کے اندر ایک پرچہ بھیجتا ہوں اس کو دریائے نیل میں ڈال دو، پس جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے پرچہ کھولا تو اس میں یہ لکھا پایا: یہ پرچہ اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کی طرف ہے، اما بعد: اے نیل! اگر تو پہلے باختیار خود جاری تھا تو بے شک جاری نہ ہو، اور اگر تجھ کو اللہ جاری کرتا تھا تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں جو واحد ہے زبردست ہے کہ تجھ کو جاری کرے چنانچہ یہ پرچہ دریائے نیل میں ستارہ صلیب کے طلوع سے ایک دن پہلے ڈال دیا، صبح کو کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ گہرے پانی کے ساتھ جاری کر دیا، پس اللہ نے اہل مصر سے یہ رسم بد بند کر دی آج تک۔

اس روایت سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں:

﴿۱﴾ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ میں بیٹھے صد ہا کوس کے فاصلے سے غیبت میں اہل مصر کے لئے دریائے نیل کو دوبارہ جاری کر دیا، اسی طرح اہل اللہ دور بیٹھے استعانت کرنے والوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

﴿۲﴾ یہ اعانت در حقیقت بصورتِ دعاء تھی یعنی:

اَسْأَلُ اللّٰهَ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ اَنْ يُجَرِّبَكَ .

اے نیل! میں خداوند واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ تجھے جاری کر دے۔

چنانچہ دعا فوراً قبول ہوئی، اور دریا جاری ہو گیا، اسی طرح باقی تمام اہل اللہ کی اِمداد و اعانت بھی بالاستقلال نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا بوجہ تقررِ خاص قبول ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں شرک کا کونسا شائبہ ہے؟

﴿۳﴾ اسمائے ”الْوَحِيدُ، الْقَهَّارُ“ کے ذکر میں یہ اشارہ مضمحل ہے کہ اختیار و قدرت اکیلے خداوند تعالیٰ کا حق ہے کسی مخلوق کا یہ حق نہیں، اور وہ سب سے زبردست اور سب پر غالب ہے، خصوصاً اِنْ كُنْتَ تَجْرِي الْخ کے لفظ نے اس توحید حق اور عجز مخلوق کو اور بھی واضح کر دیا جس سے ظاہر ہے کہ اس قسم کی استعانت و اعانت کی تہہ میں کمال توحید مضمحل ہوتی ہے، کوتاہ اندیش لوگ اپنی تنگ نظری سے اس کو شرک سمجھ رہے ہیں۔

﴿۴﴾ اگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس پرزہ کاغذ کو کھولے بدوں دریا میں ڈال دیتے اور کوئی اس کے توحید آموز مضمون پر آگاہ نہ ہوتا اور دریا اس عمل کی بدولت جاری ہو جاتا تو شاید کج فہم لوگ اس فعل کو معاذ اللہ خاص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مستقل تاثیر و تصرف کا شبہ کرتے، اسی طرح کج فہم کوتاہ اندیش لوگ بزرگانِ دین کی اعانت اور متوسلین و معتقدین کی استعانت کو اپنی نادانی سے شرک سمجھ بیٹھتے ہیں، کیونکہ ان کو نہ ان حضرات کی ثبوت کا پتہ ہے نہ ان کے مضمون دعا اور فوائے سخن کی خبر ہے نہ شروع توحید اور وجہ شرک پر نظر ہے، بس اعانت و اِمداد کا ذکر آیا اور جھٹ کفر و شرک کا فتویٰ جڑ دیا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مقالہ اولیاء اللہ کے مسافت بعیدہ سے اِمداد فرمانے کے اثبات پر

مجددِ توحیدِ حق، مقومِ اعوجاجاتِ خلق، قانعِ آثارِ بدعت، جامعِ اطوارِ سنت، حامیِ دینِ مبین، کاسرِ جیوشِ شیطانین، الامامِ الربانی مجددِ الف ثانی، کاشفِ الاسرارِ الازلیة، مفیضِ الانوارِ السرمیدیة المخصوص باللفظ الخفی حضرت الشیخ احمد السرهندی.

وہ یکتا وارثِ اقلیم تجدید	وہ ہیں مشکل کشائے سرّ توحید
ہے شانِ نسلِ فاروق ان سے صد چند	ہے پُرانوار ان سے شہرِ سرہند
تزلزلِ یاب تھا جب قصرِ اسلام	انہی کے ہاتھ نے اس کو لیا تھام
ہوئی ان سے بہارِ علم تازہ	رُخِ عرفاں نے پایا ان سے غازہ
معارف سے انھیں صدیوں کی اغلاط	ہوئی نابود ہر تفریط و افراط

نے اپنے ایک مکتوب میں اس مضمون پر خوب روشنی ڈالی ہے جو ان متوہم طبائع کے لئے جن کو ہر ذرّہ کی حرکت اور ہر پتے کی جنبش میں شرک کا

وہم دامن گیر ہوتا رہتا ہے نہایت سبق آموز ہے، وَهُوَ هَذَا:

﴿سوال﴾ از حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ واز بعضے دیگر اولیاء اللہ نیز منقول ست کہ بعضے از اَعمالِ غریبہ و اَفعالِ عجیبہ پیش از وجودِ عنصری بقرونِ متطاوِلہ ازیشان در عالمِ شہادت بوقوع آمدہ است، صحتِ آن بے تجویزِ تناسُخِ چگنہ است ؟

﴿ترجمہ﴾ سوال..... حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے اور بعض دیگر اولیاء اللہ سے یہی منقول ہے کہ ان سے ان کے وجودِ عنصری سے قریباً قرن پہلے بعض احوالِ غریبہ اور افعالِ عجیبہ ظاہری عالم میں واقع ہوئے ہیں اس کے ثبوت کی کیا صورت ہے جبکہ اس سے تناسخ لازم نہ آئے ؟

﴿جواب﴾ (۱) صدورِ آن اَعمال و افعال از ارواحِ این بزرگواران است کہ بمشیت اللہ سبحانہ خود مُتَجَسِّدِ بَأْجَسَادِ گشتہ مباشر افعالِ عجیبہ گشتہ اند جسدِ دیگر نیست کہ بآں تعلق گیرند۔ تناسخِ آن ست کہ روح پیش از تعلق باین جسد بجسدِ دیگر کہ مبائن و مغائرِ آن روح ست تعلق گرفتہ باشد و چون خود متجسد بجسد گردد تناسخِ چہ بود۔؟

(۲) جنّیاں کہ متشکل باشکال میگردند و متجسد باجساد می شوند۔ و دریں حال اَعمالِ عجیبہ کہ مناسبِ این اشکال و اَجساد است بوقوع می آرند هیچ تناسخِ نیست و هیچ حلولہ نہ، ہر گاہ جنّیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ این قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اَعمالِ غریبہ بوقوع آرند، ارواحِ کُمّل را اگر ایں قدرت عطا فرمایند چہ محلّ تعجب است و چہ احتیاجِ بدنِ دیگر ؟

(۳) ازیں قبیل ست آنچه از بعضے اولیاء اللہ نقل می کنند کہ دریک آن در امکانہ متعدّدہ حاضر می گردند۔ و افعالِ متباینہ بوقوع می آرند۔ این جا نیز لطائفِ ایشان متجسد باجسادِ مختلفہ اند و متشکل باشکال متباینہ۔

(۴) وہم چنیں عزیزے کہ مثلاً در ہندوستان تَوَطُّن دارد و ازاں دیار نہ برآمدہ است۔ جمعے از حضرت مکہ معظمہ می آیند و میگویند کہ آن عزیز را در حرمِ کعبہ دیدہ ایم و چنان و چنیں در میانِ ما و آن عزیز گذشتہ است، و جمعے دیگر نقل می کنند کہ ما اُوراً در روم دیدہ ایم، و جمع دیگر در بغداد دیدہ اند۔ ایں ہمہ تشکّلِ لطائفِ آن عزیز است بَأْشْکالِ مختلفہ۔ و گاہ ہست کہ آن عزیز را ازاں تشکّلاتِ اِطْلَاعِ نبود لہذا در جوابِ آن جماعت گاہ می گویند کہ ایں ہمہ بر من تہمت است من از خانہ نہ برآمدہ ام و حرمِ کعبہ را ندیدہ ام۔ و رُوم و بغداد را نمی شناسم

ونمیدانم کہ شما چه کسانید؟

(۵) وہم چنین ارباب حاجات از اعزہ אחیا و اموات درمخاوف ومہالک مددھا طلب مے نمایند و مے بینند کہ صور آن اعزہ حاضر شدہ و دفع بلیہ ازین ہا نمودہ است، گاہ ہست کہ آن اعزہ را از دفع آن بلیہ اطلاع بود و گاہ نبود از ما و شما بہانہ برساختہ اند، این نیز تشکل لطائف آن اعزہ است و این تشکل گاہ در عالم شہادت بودہ و گاہ در عالم مثال۔

(۶) چنانچہ در یک شب ہزار کس آن سرور را علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام بصور مختلفہ در خواب مے بینند و استفادھا مے نمایند۔ این ہمہ تشکل و صفات لطائف اوست علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام بصورت ہائے مثالی۔ وہم چنین مریداں از صور مثالی پیران استفادھا مے نمایند و حلّ مشکلات میفرمایند۔ الخ

﴿جواب﴾ (۱) ان انعمال و افعال (یعنی اعمال عجیبہ) کا صدور ان بزرگوں کی ارواح سے ہے جو اللہ سبحانہ کے ارادے سے خود مجسم باجسام ہو کر افعال عجیبہ صادر کرتی ہیں کوئی دوسرا جسم نہیں ہوتا جس کے ساتھ ان کا تعلق ہوا ہو، تناخ یہ ہے کہ روح اس جسم کے ساتھ متفق ہونے سے پہلے کسی دوسرے جسم سے جو اس جسم سے جدا گانہ اور علیحدہ ہو متعلق ہو چکی ہو اور جب وہ روح خود مجسم ہوتی ہے تو تناخ کا احتمال ہی کیا؟

(۲) جنات جو مختلف شکلیں بنا لیتے ہیں اور گونا گوں جسم اختیار کر لیتے ہیں اور اس حالت میں عجیب عجیب کام جو ان شکلوں اور جسموں کے لئے مناسب ہوں وقوع میں لاتے ہیں تو یہ نہ تناخ ہے نہ علول ہے، جب جنات کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس قدر قدرت حاصل ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں نمودار ہو کر عجیب انعمال کرتے ہیں تو کالمین کی ارواح کو بھی اگر اس قدر طاقت بخشی جائے تو کونسا تعجب کا مقام ہے اور دوسرے بدن کی ان کو کیا ضرورت ہے؟

(۳) اس قبیل سے ہے ہر وہ جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آن میں مختلف مقامات کے اندر وہ حاضر ہو جاتے ہیں اور افعال گونا گوں وقوع میں لاتے ہیں، یہاں بھی ان کے لطائف مجسم باجسام مختلف ہوتے ہیں اور متشکل باشکال متفرقہ۔

(۴) اسی طرح کوئی بزرگ جو مثلاً ہندوستان میں مقیم ہے اور اس ملک سے باہر نہیں نکلا، ایک جماعت جو مکہ معظمہ کی حاضری سے آرہی ہے اور کہتی ہے کہ اس بزرگ کو ہم نے حرم کعبہ میں دیکھا، اور فلاں فلاں باتیں ہمارے اور ان کے مابین ہوئیں۔ اور ایک گروہ نقل کرتا ہے کہ ہم نے ان کو روم میں دیکھا ہے، اور ایک جرگہ نے بغداد میں ان کو دیکھا ہے، یہ تمام ان بزرگ کے لطائف کی شکلیں ہیں مختلف صورتوں میں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان بزرگ کو ان تشکلات کی خبر تک نہیں ہوتی، لہذا وہ ان لوگوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں مجھ پر تہمت

۱۔ یہاں یہ بیان اخفاء تسمیۃ لکھا ہے، ورنہ یہ واقعہ حقیقی ہے اور خود حضرت امجد درمۃ اللہ علیہ کے شیخ طریقت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کا واقعہ ہے: کہ وہ ہندوستان میں ہوتے تھے اور لوگ آپ واحد میں ان کو عرب، روم، بغداد، وغیرہ مختلف ممالک میں دیکھتے۔

ہیں، میں گھر سے باہر نہیں نکلا اور نہ حرم کعبہ کو دیکھا ہے، نہ میں روم و بغداد کو جانتا ہوں، اور میں نہیں جانتا کہ تم کون لوگ ہو؟

(۵) اور اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور وفات یافتہ بزرگوں سے خوف و ہلاکت کے مواقع میں مدد و اعانت طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتیں حاضر ہو کر ان لوگوں سے بلائیں دور کرتی ہیں، اور کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان بزرگوں کو ان بلاؤں کے دور کرنے کی خبر ہوئی اور کبھی نہیں ہوئی، ہمارا تمہارا تو ایک بہانہ ہے، یہ ہی ان بزرگوں کے لطائف کا تشکل ہے اور یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں۔

(۶) چنانچہ ایک رات میں ہزار آدمی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف صورتوں میں خواب کے اندر دیکھتا ہے اور استفادہ کرتا ہے یہ سب تشکل آپ کی صفات و لطائف کا ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام جو مثالی صورتوں میں ہے، اور اسی طرح مرید پیروں کی مثالی صورتوں سے استفادہ کرتے ہیں اور وہ مشکلات حل کرتے ہیں۔ الخ (مکتوبات شریف دفتر دوم مکتوب/۵۸)

حضرت المجد درحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریر سے گراں قدر سبق:

اس تقریر سے ہم کو پانچ گراں قدر سبق ملتے ہیں:

﴿۱﴾ قوله رضى الله عنه ”صدور آں اعمال و افعال از ارواح آں بزرگواراں است“
سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ارواح وجود غصری سے پہلے بھی افعال عجیبہ کی مظہر ہو سکتی ہیں اور طرح طرح کی شکلوں میں ظاہر ہو کر امور تکوینی میں تصرفات باذن حق بجالا سکتی ہیں، پس وجود غصری میں آکر ان کا اپنے متوسلین کی امداد و اعانت کرنا تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

﴿۲﴾ ”ہر گاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ الخ“
سے ظاہر ہے کہ جب جنات آن واحد میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں اور کچھ کا کچھ کر دکھاتے ہیں تو کمالان مقربین بفضل خدا ان سے بڑھ کر طاقت رکھتے ہیں، ان کا ان سے زیادہ عجیب کام کر دکھانا بطریق اولیٰ المتوقع ہے، پس اگر وہ صد ہا ہزار ہا کوس سے اپنے متوسلین کی مدد کریں، یا ان کی صورت مثالیہ پہنچ کر مدد کرے تو اس میں کیا استعجاب اور استعجاب ہے؟

﴿۳﴾ ”وہم چنیں ارباب حاجات از اعزہ احياء اموات الخ“
اس بیان سے استمداد و استعانت کا مسئلہ روز روشن کی طرح واضح دلائل ہو گیا، مگرین، معترضین چشم بصیرت کھول کر غور کریں اور اپنی کج فہمی سے باز آئیں، مجدد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاف فرماتے ہیں کہ:

”مرید اپنے پیر کامل سے خواہ وہ زندہ ہو یا واصل بحق ہو چکا ہو غیبت میں استمداد کرے تو پیر کی صورت حقانی ہزار کوس سے اس کی مدد کو پہنچ سکتی ہے۔“

﴿۴﴾ ”از ماوشما بہانہ برساختہ اند“
میں اشارہ مضمحل ہے کہ یہ استعانت و استمداد جو ایک فانی فی اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے درحقیقت خدا ہی سے استمداد ہوتی ہے اور اس وقت خدا ہی اس مضطرب و مستعین بندے کی اعانت فرماتا ہے۔ اور وہ حکمت تسمیہ اس کے مرشد کی صورت مثالی کو اس کی مدد کے لئے بھیج دیتا ہے،

چنانچہ ممکن ہے کہ اس کے مرید کو اس سارے واقعہ کی خبر بھی نہ ہو، کیونکہ خاص خدا ہی مددگار ہے، اسی نے یہ سارے سامانِ اِنداد کئے ہیں مگر اس نے مرید کے اعتقاد کے موافق اور اس کی محبت مرید کے تقاضے سے مرید کی صورت کو اس کے پاس بھیج دیا جس سے مرید کا آگاہ ہونا ضروری نہیں۔

﴿۵﴾ مریداں از صُورِ مثالی پیرانِ استِفاہِ ہامے نمایند“

سے مذکورہ تقریر کی تائید کے علاوہ یہ بات بھی مستفاد ہوتی ہے: کہ مرید لوگ اپنے پیروں کی روحانیت سے علوم و معارف اخذ کرنے اور مقامات کی ترقی حاصل کرنے کا بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے، یہ بھی صریحاً استمداد و استعانت ہے۔

مکتوبات شریف کے ایک مقام پر راقم نے پڑھا ہے (دفتر اور مکتوب یاد نہیں) کہ ایک سائل نے حضرت مجدد صاحب سے سوال کیا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ تمام اولیاء سے ان کی ولایت وفات کے بعد سلب ہو جاتی ہے مگر چار سے سلب نہیں ہوئی، اس کا مطلب کیا ہے؟ حضرت المجد داس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ درست ہے مگر سلب ولایت سے یہ مطلب نہیں کہ ان کے مراتب قرب سلب ہو جاتے ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ امورِ تکوینیہ میں ان کے تصرفات بند ہو جاتے ہیں۔ (اَوْ كَمَا قَالَ)

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بزرگانِ دین زندگی میں امورِ تکوینیہ میں تصرف کرنے کی قدرت باعطاء حق رکھتے ہیں جس سے متوسلین کا استمداد و استعانت حق بجانب ٹھہرتا ہے۔

اس مقام پر مکتوبات شریف کے حاشیے میں لکھا ہے: کہ وہ چار بزرگ جو وفات کے بعد بھی گونا گوں تصرفات و کرامات کے مظہر ہیں:

﴿ایک﴾ غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ۔

﴿دوسرے﴾ خواجہ بزرگ سید بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ ہیں۔

دواور بزرگوں کا نام درج ہے جو اس وقت یاد نہیں۔

اسی کتاب کے حاشیے میں ایک موقع پر حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے اپنے مستمدین کی مدد و اعانت فرمانے کا ذکر نقل کیا ہے۔ وَهُوَ هَذَا۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اپنے مستمدین و معتقدین کو مدد پہنچانا:

حضرت خواجہ نقشبند بحالِ معتقدانِ خود مصروف است، مُغلاں در صحرا یا در وقتِ خواب اسباب و اسبابِ خود بحماییت حضرت خواجہ مے سپارند و تائیدات از غیب ہمراہ ایشان می شود۔ دریں باب حکایات بسیارست (حاشیہ مکتوب ۵۸/ دفتر دوم)

﴿ترجمہ﴾ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے معتقدوں کے حال پر مصروف ہیں، مغل لوگ جنگلوں میں یا سوتے وقت اپنے اسباب اور گھوڑوں کو حضرت خواجہ کی حمایت کے سپرد کر دیتے ہیں اور غیب سے تائیدات ان کے شامل حال ہو جاتی ہیں، اس بارہ میں بکثرت حکایات منقول ہیں۔

اہل اللہ کے تصرفات اور خداداد اختیارات

کیا انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے اعانت کے لئے پیدا کیا ہے یا نہیں؟

اولیاء اللہ اُمتِ نبویہ کے حقانی حکیم ہیں، جس طور سے وہ عرض و معروض کو پہچانتے ہیں کوئی دوسرا نہیں پہچان سکتا، اور ان امراض کی مدافعت میں جو مدد وہ دے سکتے ہیں کوئی دوسرا نہیں دے سکتا، چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی ماموریت خاص اعانت کے لئے ہوئی ہے، اور ان سے استعانت ایسے وقت میں مشروع ہے جس وقت کوئی سہارا بادی النظر میں نہ ہو، چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ ”الخبر الدال علی وجود القطب والاولاد والنجا والابدال“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”کہ اولیاء اللہ کی تخلیق خاص اعانت کے واسطے ہے:

يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ. یعنی ان کے ذریعہ سے مینہ برستا ہے۔

تَنْصُرُهُمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ. یعنی ان کی مدد سے اعداء پر فتح کامل حاصل ہوتی ہے۔

ان کی وجہ سے عذاب ٹلارہتا ہے، ان کی برکت سے بلا دور ہوتی ہے۔

جب اولیاء اللہ اس کام کے لئے مامور ہوئے تو پھر ان سے استمداد کرنا ناجائز کیوں ہوگا؟

زخور شید روشن توان جُست نور کہ شد سایہ راسایہ زین کار دُور

﴿ترجمہ﴾ سورج سے نور کو تلاش کیا جاسکتا ہے، کہ اسی وجہ سے سایہ سے سایہ دور ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اپنے متوسلین و مُستمدین کی اعانت و امداد کی پوری قوت حاصل ہے، چونکہ وہ فانی فی اللہ اور

باقی باللہ ہوتے ہیں اس لئے ان کا ہر فعل خدائی فعل ہوتا ہے، اس بنا پر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

﴿ترجمہ﴾ اس کا فرمان حکم باری تعالیٰ ہوتا ہے اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کے حلق سے ادا ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس وقت اگر وہ یہ کہہ دے کہ خدا کی قسم یہ کام اس طرح ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرح ظاہر کر کے اس کی قسم پوری کر

دیتا ہے، یہی معنی ہیں اس حدیث شریف کے جو ترمذی میں مروی ہے:

كَمْ مِنْ أَشْعَثَ أَغْبَرَ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّةَ.

یعنی بہت اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ بظاہر بال پریشان اور غبار آلودہ ہیں، اور اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں کہ خدا کی قسم! یہ کام

اس طرح ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کام کو اسی طرح کر کے ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

کی عظمت و شرف کو بڑھائے) تو کہا جاتا کہ کوئی شخص قلعی رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر اس متبرک گھر کا طواف کرنے والا نہیں، اور وہ بھی اللہ ان پر رحم کرے مستجاب الدعوات تھے، اور اکثر اہل زمانہ ان کو ابدال میں سے سمجھتے تھے، اور اہل زمانہ کا ان کی بزرگی و نیکی پر اتفاق تھا وفات ان کی مکہ معظمہ میں ۶/محرم/۲۲۱ھ کو واقع ہوئی ہے۔

اس سے واضح ہے کہ حدیث منیٰ ابدال دوسری صدی میں جو زمانہ ہے تابعین و تبع تابعین کا مشہور تھیں اور لفظ ابدال مستعمل اور ان کے مصداق کا وجود متحقق تھا۔

بستان المحدثین میں ترجمہ محمد بن اسلم میں ہے:

ابن خُزیمہ و ابو بکر و ابو داؤد ازوے شاگردی کردہ اند و از اجلۃ علماء و از اولیاء و ابدال وقت بود۔

﴿ترجمہ﴾ ابن خزیمہ اور ابو بکر اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم نے ان سے شاگردی کی ہے وہ بڑے علماء و اولیاء و ابدال وقت سے تھے۔

یہ تیسری صدی میں گزرے ہیں، اس سے وجود ابدال تیسری صدی میں ثابت ہے۔

بستان المحدثین میں ابن نجید نیشاپوری جو آٹھویں صدی میں ہوئے ہیں کے حال میں ہے:

أو از ابدال سبعة است۔

﴿ترجمہ﴾ وہ سات ابدال میں سے ہیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وصیت نامہ میں ائمہ اثنا عشر کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ ”وہ اقطاب تھے“

اس کی شرح میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

و آنچه حضرت شیخ در اثبات قطبیت آئمہ اثنا عشر نوشته این مضمون را حضرت

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ در شرح بیت حضرت غوث نوشتہ۔

أَفَلَتْ شُمُوسُ الْأَوَّلِينَ وَ شَمْسُنَا
أَبَدًا عَلَى أَفْقِ الْعُلَى لَا تَغْرُبُ

فقیر آں وہم در شمشیر برہنہ نوشتہ۔

﴿ترجمہ﴾ اور وہ جو حضرت شیخ نے بارہ اماموں کے قطب ہونے کے اثبات میں لکھا ہے اس مضمون کو حضرت امام ربانی مجدد الف

ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث کے اس شعر کی شرح میں لکھا ہے:

أَفَلَتْ شُمُوسُ الْأَوَّلِينَ وَ شَمْسُنَا
أَبَدًا عَلَى أَفْقِ الْعُلَى لَا تَغْرُبُ

پہلے لوگوں کے سورج چھپ گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے افق پر ہے چھپتا نہیں۔

اور میں نے بھی اس کو کتاب شمشیر برہنہ میں لکھا ہے۔

ابدال کی تعداد اور جائے قیام اور ان کے فیوض و برکات

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ ذَكَرَ أَهْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ بِالْعِرَاقِ فَقَالُوا: **الْعَنَهُمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ**. قَالَ "لَا" سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ **الْأَبْدَالُ بِالشَّامِ وَهُمْ أَرْبَعِينَ رَجُلًا كُلُّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللَّهُ مَكَانَهُ رَجُلًا**، يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْصَرُّ بِهِمُ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَيُضْرَفُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت شریح بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اہل شام کا ذکر ہوا، لوگوں نے کہا: یا امیر المؤمنین! ان لوگوں پر لعنت بھیجے، آپ نے کہا "نہیں" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہیں، وہ چالیس آدمی ہیں، جب ان میں سے کوئی شخص مرتا ہے دوسرا شخص قائم مقام کیا جاتا ہے، انہیں کے سبب سے پانی برستا ہے، دشمنوں پر فتح ہوتی ہے، اہل شام پر عذاب نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ)

ابدال کی تعداد میں اختلاف ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، آپ نے فرمایا:

يَسْتَوْنَ رَجُلًا -

یعنی وہ ساٹھ آدمی ہیں۔

لیکن ایک روایت میں ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **الْأَبْدَالُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا وَأَرْبَعُونَ امْرَأَةً كُلُّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللَّهُ مَكَانَهُ رَجُلًا وَكُلُّمَا مَاتَتْ امْرَأَةٌ أَبْدَلَ اللَّهُ مَكَانَهَا امْرَأَةً**. ۱

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ چالیس مرد چالیس عورتیں ہیں، جب کوئی مرد جگہ مرد، عورت کے قائم مقام عورت کی جاتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **خِيَارُ أُمَّتِي فِي كُلِّ قَرْنٍ خَمْسُ مِائَةٍ وَالْأَبْدَالُ أَرْبَعُونَ فَلَا الْخَمْسُ مِائَةَ يَنْقُضُونَ وَلَا الْأَرْبَعُونَ كُلُّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللَّهُ مِنْ الْخَمْسِ مِائَةِ مَكَانَهُ وَأَدْخَلَ مِنَ الْأَرْبَعِينَ مَكَانَهُ**، قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! ذُلْنَا عَلَى أَعْمَالِهِمْ قَالَ **يَعْفُونَ عَمَّنْ ظَلَمَهُمْ وَيُحْسِنُونَ إِلَى مَنْ أَسَاءَ إِلَيْهِمْ وَيَتَوَاسَوْنَ فِيمَا آتَاهُمُ اللَّهُ**.

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہترین میری امت سے ہر قرن میں پانچ سو آدمی ہیں اور چالیس ابدال، کبھی ان سے کم نہیں ہوتے، جب کوئی مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ سو سے اس کی جگہ کسی کو بدل دیتا ہے، اور چالیس میں سے اس کی جگہ داخل کر دیتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کے انعمال سے ہم کو آگاہ فرمائیے، فرمایا: وہ اس شخص کو معاف کر دیتے ہیں جو ان پر ظلم کرے، اور اس شخص سے احسان کرتے ہیں جو ان سے برا سلوک کرے، جو کچھ توفیق ان کو اللہ نے دی ہے اس سے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

ان کے اماکن میں بھی متعدد روایات وارد ہیں:

چنانچہ ابوالطفیل سے مروی ہے:

الْأَبْدَالُ بِالشَّامِ، النَّجَبَاءُ بِالْكُوفَةِ.

﴿ترجمہ﴾ ابدال شام میں ہیں اور نجباء کوفہ میں ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے:

أَلَا إِنَّ الْأَوْتَادَ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَمِنْ أَهْلِ الشَّامِ أَبْدَالٌ.

یعنی یاد رکھو کہ اوتاد اہل کوفہ سے ہیں اور اہل شام سے ابدال ہیں۔

ایک روایت آپ سے مروی ہے:

الْأَبْدَالُ مِنَ الشَّامِ وَالنَّجَبَاءُ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ وَالْأَخْيَارُ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ.

یعنی ابدال شام سے ہیں اور نجباء اہل مصر سے اور اخیار اہل عراق سے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

الْبَدَلَاءُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا، إِثْنَانِ وَعِشْرُونَ بِالشَّامِ وَثَمَانِيَةَ عَشَرَ بِالْعِرَاقِ كُلِّمَا مَاتَ وَاحِدٌ أَبْدَلَ اللَّهُ تَعَالَى مَكَانَهُ

آخَرَ فَإِذَا جَاءَ الْأَمْرُ قُبِضُوا كُلُّهُمْ فَعِنْدَ ذَلِكَ تَقُومُ السَّاعَةُ.

﴿ترجمہ﴾ ابدال چالیس ہیں، بائیس شام میں، اٹھارہ عراق میں، جب ان سے میں کوئی مرتا ہے تو دوسرا شخص ان کے قائم مقام کیا

جاتا ہے، جب سب مرجائیں گے تو قیامت قائم ہوگی۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے نظام عالم موقوف رکھا ہے، جب تک یہ زندہ ہیں قیامت نہیں آئے گی، جس

روز یہ سب کے سب مرجائیں گے قیامت آجائے گی۔

ایک گاؤں میں سات سات خاص بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی بدولت گاؤں کے لوگ بلا سے پناہ میں رہتے ہیں، حضرت ابن

اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

الْأَبْدَالُ سَبْعُونَ فَيَسْتَوْنَ بِالشَّامِ وَعَشْرَةٌ بِسَائِرِ الْأَرْضِ.

﴿ترجمہ﴾ ابدال سترہیں، ساٹھ شام میں، دس باقی تمام زمین میں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْكَنَانِيَّ يَقُولُ النُّقْبَاءُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَالنُّجَبَاءُ سَبْعُونَ وَالْبَدَلَاءُ أَرْبَعُونَ وَالْأَخْيَارُ سَبْعَةٌ وَالْعُمَدُ أَرْبَعَةٌ وَالْعُوثُ وَاحِدٌ فَمَسْكَنُ النُّقْبَاءِ الْمَغْرِبُ وَمَسْكَنُ النُّجَبَاءِ الْمَصْرُ وَالْعُمَدُ فِي زَوَايَا الْأَرْضِ وَمَسْكَنُ الْعُوثِ بِمَكَّةَ فَإِذَا عَرَضَتِ الْحَاجَةُ مِنْ أَمْرِ الْعَامَّةِ ابْتَهِلَ فِيهَا النُّقْبَاءُ ثُمَّ النُّجَبَاءُ ثُمَّ الْأَبْدَالُ ثُمَّ الْأَخْيَارُ ثُمَّ الْعُمَدُ فَإِنْ أُجِيبُوا وَالْأَبْتَهِلَ الْعُوثُ فَلَا تَمُتُمْ مَسْأَلَتَهُ حَتَّى يُجَابَ دَعْوَتُهُ. (رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ وَالْخَطِيبُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عبداللہ ابن محمد سے روایت ہے کہ میں نے کنانی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نقباء تین سو ہیں، نجباء ستر، ابدال چالیس، اخیر سات، اوتاد چار، عوث ایک، نقباء دیار مغرب میں رہتے ہیں، نجباء مصر میں، اوتاد زمین کے اطراف میں، عوث مکہ معظمہ میں، جب عام مخلوق کو کوئی حاجت پیش آتی ہے تو نقباء دعا کرتے ہیں، پھر نجباء، پھر ابدال، پھر اوتاد، اگر دعا قبول ہوگئی تو بہتر ورنہ عوث دعا کرتا ہے تو اس کی دعا ختم ہونے سے پہلے ہی قبول ہو جاتی ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَدَلَاءَ أُمَّتِي لَمْ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِكَثْرَةِ صَلَاتِهِمْ وَلَا صِيَامِهِمْ وَلَكِنْ دَخَلُوهَا بِسَلَامَةِ صُدُورِهِمْ وَسَخَاوَةِ أَنْفُسِهِمْ.

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری امت کے ابدال کچھ روزے، نماز کی کثرت سے بہشت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ اپنے قلوب کی صفائی اور اپنے نفوس کی سخاوت کی بدولت بہشت میں داخل ہوں گے۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ صَامِتٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَبْدَالُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ رَجُلًا بِهِمْ تَقُومُ الْأَرْضُ وَبِهِمْ يُمَطَّرُونَ وَبِهِمْ يُنْصَرُونَ.

﴿ترجمہ﴾ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری امت میں سے تیس ابدال ہیں، انہیں سے زمین قائم ہے، انہیں کے ذریعے مینہ برستا ہے، انہیں سے مدد چاہی جاتی ہے۔

پھر فرمایا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ میں امید کرتا ہوں کہ انہیں ابدالوں میں سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَتِ الْأَرْضُ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ عَنْ سَبْعَةِ يَرْفَعُ اللَّهُ بِهِمْ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ. ۱

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نوح علیہ السلام کے

بعد سے ہمیشہ سات آدمی زمین پر رہتے ہیں جن کے سبب سے اللہ تعالیٰ زمین سے بلاؤں کو فرماتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا يَحْفَظُ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ كُلَّهَا مَا تَرَجَّلَ أَبَدَلُ اللَّهُ مَكَانَهُ آخَرَ وَهُمْ فِي الْأَرْضِ كُلِّهَا.

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس ایسے خدا کے بندے ہمیشہ رہتے ہیں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے زمین کو بلا سے محفوظ رکھا ہے، جب کوئی مرتا ہے تو اس کی جگہ قائم مقام کیا جاتا ہے، وہ لوگ تمام روئے زمین میں ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ابدال و اتاد و اقطاب کے بارے میں احادیث صحابہ اور تابعین میں شائع تھیں حتیٰ کہ ان کے مصداق کا بھی اظہار صحابہ تابعین اور اتباع و مِنْ بَعْدِهِمْ نے فرمایا ہے، جیسا کہ اوپر کی حدیث عبادہ بن صامت سے امام طریقت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ابدال ہونے کی تعیین ثابت ہے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان میں امام ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم کو اتاد میں سے شمار کیا ہے اور امام احمد حنبل، سری سقطی، بشرحانی، منصور بن عمار، جنید بغدادی اور سہل بن عبد اللہ سری رحمۃ اللہ علیہم کو ان احادیث کا مصداق ٹھہرایا اور اتاد عراق فرمایا۔ مذکورہ بالا روایات سے یہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقبولوں کو عالم کے انتظام اور تصرفات کو نیہ کے لئے، یعنی جو امور عالم میں واقع ہوتے ہیں جیسے مینہ کا برسنا، بادشاہوں کا اقبال و اذبار محتاج کا غنی ہو جانا اور غنی کا محتاج ہو جانا، اور بڑے چھوٹے منصب والوں کی ترقی اور تنزل ظاہر و باطن میں لشکروں کو فتح اور شکست دینا، بیماریوں اور مصیبتوں کا ہٹانا، فریاد والے کی فریاد رسی کرنا وغیرہ غرض تمام مطالب اور حوادث عالم کے لئے وسیلہ سبب اور ذریعہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو ٹھہرایا ہے۔

بہر صورت اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے حصول مقاصد دینی اور دنیوی کے لئے واسطہ ٹھہرایا، بلکہ قیام و انتظام عالم سب انہیں کے وجود سے وابستہ ہے۔ درمنثور اور روح البیان وغیرہ میں بہت سی احادیث اور آثار مرقوم ہیں جن میں سے چند ایک لکھی جاتی ہیں:

﴿١﴾ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفُتِحَتْ صَوَامِعُ وَبِيعَ وَصَلَوَاتُ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا. (سورہ حج ١٤/٦)

﴿ترجمہ﴾ اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے دفع نہ کرتا رہتا تو نصاریٰ و یہود کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں بکثرت خدا کا ذکر کیا جاتا ہے کبھی کے منہدم کئے جا چکے ہوتے۔ (سورہ حج ١٤/٦)

اس سے یہ بات مستنبط ہو سکتی ہے کہ عبادت خانوں کی حفاظت کسی غیبی جماعت کے سپرد ہے۔

﴿٢﴾ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنَّ تَطَوُّهُمْ فَتُصِيبُكُمْ مِنْهُمْ مَعْرَةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيَدْخُلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ. ﴿١﴾

﴿ترجمہ﴾ اور اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں نہ ہوتیں کہ تم ان سے واقف نہ تھے، تم ان کو پامال کر ڈالتے اور نادانستہ ان

کی طرف سے تم کو نقصان پہنچ جاتا۔ (سورہ فتح رکوع ۳)

اس میں مستور الحال لوگوں کا جو ذکر ہے اس سے شاید اہل مراد ہوں جن میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور عوام میں ملے جلے رہتے ہیں، چونکہ وہ اہل اللہ اور مامورین اللہ ہوتے ہیں اس لئے اگر کوئی جاہل اُن کو خاکسار اور غریب و مسکین سمجھ کر دکھ دیتا ہے تو اپنی سزا پاتا ہے۔

دلیر بر صفت افتادگانِ عشق متاز کہ جانے گرد ازین خاکِ مردے خیزد
﴿ترجمہ﴾ عشق کے باعث افتادہ لوگوں کی صف کے پاس سے دلیر ہو کر مت دوڑ کیوں کہ اس مٹی سے گرد کی بجائے ایک مرد اٹھ کھڑا ہوگا۔

غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر روح البیان زیرِ آیت وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ (سورہ حم سجدہ رکوع ۱) لکھا ہے:
کی بزرگی تمام اولیاء اللہ پر قَالَ بَعْضُهُمْ رَوَاسِيَ الْجِبَالِ أَوْ تَأْدِ الْأَرْضِ فِي الصُّورَةِ وَالْأَوْلِيَاءُ أَوْ تَأْدِ الْأَرْضِ فِي الْحَقِيقَةِ فَكَمَا أَنَّ الْجِبَالَ مُشْرِقَةٌ عَلَى سَائِرِ الْأَمَاكِنِ كَذَلِكَ الْأَوْلِيَاءُ مُشْرِقُونَ عَلَى سَائِرِ الْخَلَائِقِ، دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ "مِنْ فَوْقِهَا" يَعْنِي مِنْ فَوْقِ الْعَامَةِ فَكَمَا أَنَّ جَبَلَ قَافٍ مُشْرِقٌ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ كَذَلِكَ الْقُطْبُ الْغَوْثُ الْأَعْظَمُ مُشْرِقٌ عَلَى كُلِّ وَلِيٍّ وَبِهِ قَوَامُ الْأَوْلِيَاءِ وَالرَّوَاسِيَ دُونَهُ وَمِنْ خَوَاصِّ الْأَوْلِيَاءِ مَنْ يُقَالُ لَهُمْ الْأَوْتَادُ وَهُمْ أَرْبَعَةٌ وَاحِدٌ يُحْفَظُ الْمَشْرِقُ بِإِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى وَيُقَالُ لَهُ عَبْدُ الْحَيِّ وَوَاحِدٌ يُحْفَظُ الْمَغْرِبُ وَيُقَالُ لَهُ عَبْدُ الْعَلِيمِ، وَوَاحِدٌ يُحْفَظُ الشِّمَالُ وَيُقَالُ لَهُ عَبْدُ الْمُرِيدِ، وَوَاحِدٌ يُحْفَظُ الْجَنُوبُ وَيُقَالُ لَهُ عَبْدُ الْقَادِرِ، وَكَانَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ فِي زَمَانِهِ مِنْ أَوْتَادِ الْأَرْضِ عَلَى مَانَصِّ عَلَيْهِ الشَّيْخُ الْأَكْبَرُ قُدَّسَ سِرُّهُ الْأَظْهَرُ فِي الْفَتْوَحَاتِ، وَبِسَرَكَاتِ الْأَوْلِيَاءِ يَأْتِي الْمَطَرُ مِنَ السَّمَاءِ وَيَخْرُجُ النَّبَاتُ مِنَ الْأَرْضِ وَبِدُعَائِهِمْ يَنْدَفِعُ الْبَلَاءُ مِنَ الْخَلْقِ وَإِنْ حَيَاتُهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَوَاءٌ فَإِنَّهُمْ مَاتُوا عَنْ أَوْصَافٍ وَجُودِهِمْ بِالْإِخْتِيَارِ قَبْلَ الْمَوْتِ بِالْإِضْطِرَارِ فَهُمْ أَحْيَاءٌ عَلَى كُلِّ حَالٍ. وَلِذَا قِيلَ ۱۔

مشو بمرگ زامداد اہل دل نومید کہ خوابِ مردم آگاہ عینِ بیداری ست
﴿ترجمہ﴾ بعض محققین فرماتے ہیں کہ روای سے جو پہاڑ مراد ہیں تو وہ ظاہری اوتادِ ارض ہیں اور اولیاءِ حقیقی اوتادِ ارض ہیں، پس جس طرح پہاڑ تمام مقامات سے بلند ہیں اسی طرح اولیاءِ کرام تمام مخلوق پر بلند ہیں، جس پر اس کا قول "مِنْ فَوْقِهَا" دلالت کرتا ہے، یعنی عوام سے اوپر، پس جس طرح کوہ قاف ہر پہاڑ سے بلند ہے اسی طرح غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہر ولی سے بزرگ ہیں۔ اور اولیاء کا نظام ولایت اسی سے ہے، اور روای (یعنی اوتاد) اس سے کم رتبہ ہیں، اور خاص اولیاء میں وہ ہیں جن کو اوتاد کہا جاتا ہے، اور وہ چار ہیں ایک مشرق کا محافظ ہے اللہ تعالیٰ کے اذن سے، اس کو عبدالحی کہا جاتا ہے، اور ایک مغرب کا نگہبان ہے، اس کا نام عبدالعلیم ہے، اور ایک شمال کا محافظ ہے اس کو عبدالمیرید کہتے ہیں، اور ایک جنوب کا رکھوالا ہے اس کو عبدالقادر کہا جاتا ہے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں اوتاد سے تھے۔

جیسے کہ شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات میں تصریح فرمائی ہے، اور اولیاء کی برکات سے بارش آسمان سے آتی ہے اور نباتات زمین سے اُگتی ہیں، اور ان کی دعا سے مخلوق سے بلائیں دور ہوتی ہیں، ان کی زندگی اور موت یکساں ہے، کیونکہ وہ موتِ اضطراری سے پہلے اپنے اوصافِ وجود سے مرچکے، پس وہ ہر حالت میں زندہ ہیں اور اسی لئے کہا گیا ہے ۔

مَشُوبِ بمرگ ز امدادِ اہلِ دل نومید کہ خوابِ مردم آگاہ عینِ بیداری ست

﴿ترجمہ﴾ موت کی وجہ سے اہلِ دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیوں کہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عینِ بیداری ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أَحْبَبْتُهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَ لَا أُعْطِيَنَّهُ. (الحديث، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی کا دشمن ہے اس کو میں جنگ کا پیغام دیتا ہوں، اور میرے بندے نے اس فرض کے ادا کرنے سے جو میں نے اس پر مقرر کیا ہے بڑھ کر اور کسی شے سے جو میرے نزدیک زیادہ عزیز ہے مجھ تک تفرُّب حاصل نہیں کیا، اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ مجھ تک تفرُّب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو دوست بنا لیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں۔ الخ (مشکوٰۃ)

غرض اولیاء اللہ کی یہ کیفیت ہے کہ ادائے نوافل سے اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب ہو جاتے ہیں کہ ان کے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان عین اللہ تعالیٰ کی ہو جاتے ہیں، وہ لوگ اللہ تعالیٰ میں فانی ہو جاتے ہیں۔

آن دعائے بیخوداں خود دیگر است آن دعا اونیست گفت داور است

﴿ترجمہ﴾ بے خود لوگوں کی دعا اور ہی قسم کی ہوتی ہے وہ دعا نہیں بلکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہوتی ہے۔

آن دعا حق مے کندچوں او فناست آن دعا و آن اجابت از خداست

﴿ترجمہ﴾ وہ دعا (بندے کی زبان پر) خدا کرتا ہے کیوں کہ وہ فانی اللہ ہوتا ہے وہ دعا اور اس کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

قربِ نوافل مولانا رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں تحریر فرماتے ہیں ۔

گفت اور امن زبان و چشم تو من حواس و من رضا و خشم تو

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ نے اس کو فرمایا کہ میں تیری زبان اور آنکھ ہوں، میں تیرے حواس اور تیری خوشی و ناخوشی ہوں۔

روکہ بِنِیْ یَسْمَعُ وَ بِنِیْ یُبْصِرُ تَوْنِی سِر تَوْنِی چہ جائے صاحب سرتوئی

(ترجمہ) چلو تم مجھ سے سنتے اور دیکھتے ہو سرتم ہی ہو چہ جائے کہ سروالے ہو

مولانا عبدالعلی بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح مشنوی میں تحریر فرماتے ہیں:-

ایس مرتبہ قربِ نوافل ست و حق دریں مرتبہ باطنِ عبدِ مرے گردد و عبدِ ظاہر و قوائے او کہ باطن اند در حق فانی مرے شوند و باقی ببقاء حق می‌شوند پس شنیدن و دیدن و بطش و مشی و نطق کہ از قوی مرے شود همه از حق است۔

(ترجمہ) یہ قربِ نوافل کا مرتبہ ہے اور حق تعالیٰ اس میں بندے کا باطن بن جاتا ہے اور بندہ ظاہر اور اس کی قوتیں جو باطن ہیں حق میں فانی ہو جاتی ہیں اور باقی بقاء حق ہو جاتی ہیں، بس سننا اور دیکھنا اور پکڑنا اور چلنا اور بولنا جو قوتوں سے وقوع پاتا ہے سب حق تعالیٰ سے ہے۔ پس جو حضرات اللہ تعالیٰ کے ایسے مقرب ہیں ان کو کسی حاجت کا ذریعہ ٹھہرانا ناجائز نہیں ہو سکتا۔

اولیاءِ کرام میں تکوین اور کن فیکون کی طاقت جب اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے تو اس میں تَکْوِیْن (پیدا کرنے کی قوت) اور کُنْ فِیْکُونْ (یعنی ہو جا، وہ ہو جاتی ہے) کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب مقالہ سادس/۶، میں ارشاد فرماتے ہیں:

أَفْنِ عَنِ الْخَلْقِ بِحُكْمِ اللَّهِ. ۱۔

(ترجمہ) مخلوق سے فانی ہو جا خدا کے حکم سے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

فَتَبْنُوْا عَنِ الْاَخْلَاقِ الْبَشَرِيَّةِ فَلَنْ يَقْبَلَ بَاطِنُكَ شَيْئًا غَيْرَ اِرَادَةِ اللَّهِ فَحِينَئِذٍ يُصَافُ اِلَيْكَ التَّكْوِيْنُ وَ خَرَقَ الْعَادَاتِ۔

(ترجمہ) پس تو بشریت کی خصلتوں سے دور ہو جائے گا تیرا باطن سوائے اللہ تعالیٰ کے ارادے کے اور کوئی شے ہرگز قبول نہیں کرے گا، پس اس وقت تیری طرف موجودات کا پیدا کرنا اور خرقِ عادات منسوب ہوتا ہے۔

فَيُرَى ذَالِكَ مِنْكَ فِي ظَاهِرِ الْعَقْلِ وَالْحُكْمِ۔

پھر وہ (فعل اور تصرف) تجھ سے ظاہر عقل و حکم میں دیکھا جاتا ہے (لیکن باطن اور نفس الامر میں خدا کا فعل ہوتا ہے)۔

کیونکہ معجزہ اور کرامت فعلِ خدا ہے کہ بندے کے ہاتھ پر بوجہ اس کی تصدیق اور تکریم کے ظاہر ہوتا ہے خود بندہ کا فعل نہیں کہ اور افعال کی طرح اس سے صادر ہو جیسا کہ آگے فرماتے ہیں:

وَهُوَ فَعَلُ اللَّهِ وَارَادَتُهُ حَقًّا فِي الْعِلْمِ۔

﴿ترجمہ﴾ حالانکہ علمی نگاہ اور باطنی یقین میں وہ تکوین و خرق عادات اللہ تعالیٰ کا فعل وارادہ ہے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي بَعْضِ كُتُبِهِ يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّا أَنَا قَوْلُ لِسْنِي كُنْ فَيَكُونُ وَأَطْعَمِي أَجْعَلَكَ تَقُولُ لِسْنِي كُنْ فَيَكُونُ .

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا کہ اے ابن آدم! میں خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں شے سے کہتا ہوں ”ہو جا“ ”وہ ہو جاتی ہے“ اور تو میری اطاعت کر میں تجھے ایسا کروں گا کہ تو کسی شے سے کہے گا ہو جا تو ہو جائے گی۔

وَقَدْ فَعَلَ ذَلِكَ بِكَثِيرٍ مِّنْ أَنْبِيَائِهِ وَخَوَاصِّهِ مِنْ بَنِي آدَمَ . ۱

﴿ترجمہ﴾ اور بلاشبہ اس نے اپنے بہت سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور خواص بنی آدم سے ایسا کیا ہے۔

دیکھئے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ولی اللہ کے لئے تصرف تکوین اور کُنْ فَيَكُونُ وغیرہ ثابت کرتے ہیں، کیا آپ بھی ترک کی تعلیم دیتے تھے، آپ ہی غنیۃ الطالبین کے مصنف ہیں جن کو منکرین بھی بڑی وقعت ۲ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، آپ کی کتاب فتوح الغیب بھی ہے، اس کا بھی مطالعہ کر کے اپنے اعتقاد کو درست کیجئے۔

۱ نوٹ: فتوح الغیب میں یہ عبارت نہیں ملی مصنف کی طرف سے تبصرہ معلوم ہوتا ہے۔

۲ وہابیہ غنیۃ الطالبین کو محض اس لئے وقعت دیتے ہیں کہ اس میں ایک جگہ گمراہ فرقہ مرجیہ کا ذکر ہے، اور اس فرقہ کی شاخوں میں ایک شاخ حنفیہ کے نام سے مذکور ہے، جس سے درحقیقت مرجیہ فرقہ کے وہ لوگ مراد ہیں جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے درس فقہ میں شامل ہو جاتے تھے اس لئے وہ حنفیہ کہلاتے تھے، جس طرح بعض وہابی مولوی شیخ الہند اور سید انور رحمۃ اللہ تعالیٰ سے حدیث پڑھنے کے سبب سے فاضل دیوبند کہلاتے ہیں حالانکہ ان کو علمائے دیوبند سے دور کی بھی نسبت نہیں بلکہ حنفی درس گاہ میں تعلیم پانے کے باوجود وہی وہابی کے وہابی ہی ہیں اسی طرح ان مذکورہ حنفیہ کے شرمذمہ قلیلہ کو بلحاظ عقائد حنفیہ کے سوا امام اعظم سے پوری مناسبت نہیں، جیسے کہ غنیۃ الطالبین کے اسی مقام پر اس گروہ حنفیہ مرجیہ کے مندرجہ عقائد سے ظاہر ہے، مگر چونکہ وہابیہ کو اس سند سے عامہ حنفیہ کو بدنام کرنے کا خاص موقع مل گیا اس لئے اس کتاب کو جگہ جگہ اٹھائے پھرتے ہیں، حالانکہ اس میں صدہا مسائل ایسے بھی مندرج ہیں جن کے خود وہابیہ خلاف ہیں، مثلاً میت نماز بالفاظ اور بیس تراویح وغیرہ مگر ان لوگوں کو اس سے کیا سروکار وہ تو صرف ان چند سطور پر فدا ہیں جس کی بنا پر انہیں حنفیہ کو مرجیہ کہہ کر بدنام کرنے کا موقع میسر ہے، سچ ہے ۔

گل ست سعدی و در چشم دشمنان خارست

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے ست

﴿ترجمہ﴾ دشمنی کی نظر میں ہنر بہت بڑا عیب ہوتا ہے، سعدی اگرچہ پھول ہے لیکن دشمنوں کی آنکھ میں کانٹا ہے۔

پھر اور بھی تماشے کی بات یہ ہے کہ وہابیہ پنجاب نے جو حنفیہ کو چڑانے کے لئے غنیۃ الطالبین مترجم چھاپی ہے اس کے حاشیہ پر فتوح الغیب چڑھی ہے، مگر شاید بھلے لوگوں کو فتوح الغیب کے یہ الفاظ نظر نہیں آئے کہ بندہ بھی کُنْ فَيَكُونُ کا مظہر ہو سکتا ہے، حضرت! یہ بات تو وہابیہ کے خرمین عقائد کے لئے برقی خاطر ہے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں زیر آیت اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ کے تحریر فرماتے ہیں:

وبعضے از خواص اولیاء اللہ کہ آلہ جارج تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ واستغراق آنها بجهت کمال وی ست تدارک آنها مانع توجہ این سمت نمے گردد و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از آنها مے نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنها مے طلبند و مے یابند و زبان حال آنها دران وقت ہم مترنم باین مقالات ست۔ مصرع:

من آیم بجاں گرتو آئی بہ تن

﴿ترجمہ﴾ بعض خاص اولیاء اللہ کو جنہیں اپنے بنی نوع کی تکمیل و ارشاد کے لئے خاص مددگار بنایا گیا ہے اس حالت میں بھی دنیا میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہے اور ان کا استغراق ان کے تدارک کے کمال کے باعث اس طرف توجہ کرنے کا مانع نہیں ہوتا، اویسی انہی سے تحصیل کمالات باطنی کرتے ہیں اور اہل حاجات و مطالب اپنی مشکلات کا حل ان سے چاہتے ہیں اور پاتے ہیں اور ان کی زبان حال اس وقت بھی ان الفاظ سے مترنم ہے:

من آیم بجاں گرتو آئی بہ تن

(اگر تو جسم کے ساتھ آئے گا تو میں روح کے ساتھ آؤں گا)

نیک روحیں ان فرشتوں میں جاتی ہیں جو مدبرِ عالم ہیں:

اللہ تعالیٰ سُوْرَةُ النَّازِعَاتِ رکوع/ اول میں ارشاد فرماتا ہے:-

وَالنَّزِعَاتِ غَرْقًا. وَالنَّشِطَاتِ نَشْطًا. وَالسَّبِّحَاتِ سَبْحًا. فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا.

﴿ترجمہ﴾ قسم ہے ان کی جو گھس جان نکالنے والے ہیں، اور قسم ہے بند کھولنے والوں کی جو تیرتے پھرتے ہیں، پھر لپکتے ہیں، پھر

جیسا حکم ہوتا ہے انتظام کرتے ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں ہے:

أَوْصِفَاتِ النُّفُوسِ الْفَاضِلَةِ حَالِ الْمَفَارَقَةِ فَإِنَّهَا تُنَزَّعُ عَنِ الْأَبْدَانِ غَرْقًا أَيْ نَزْعًا شَدِيدًا مِنْ إغْرَاقِ النَّازِعِ فِي الْقَوْسِ فَتَنْشِطُ إِلَى عَالَمِ الْمَلَكُوتِ وَتَسْبُحُ فِيهِ فَتَسْبِقُ إِلَى خَطَائِرِ الْقُدْسِ فَتَصِيرُ بِشَرَفِهَا وَقُوَّتِهَا مِنَ الْمُدَبِّرَاتِ. ۱

﴿ترجمہ﴾ یا ان کلمات (نَازِعَاتٍ نَّاسِطَاتٍ) وغیرہ سے مراد ارواحِ فاضلہ کی صفات ہیں، جبکہ وہ اجسام سے جدا ہوتی ہیں، چنانچہ وہ اجسام سے بطور عرق کشید کی جاتی ہیں یعنی شدت سے کھینچی جاتی ہیں عالمِ ملکوت کی طرف، اور اس میں وہ تسبیح پڑھتی ہیں پھر فرشتوں کے مقام کی طرف عروج کرتی ہیں اس کے بعد وہ اپنے شرف اور قوت سے انتظام کرنے والے فرشتوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔ جب ارواحِ مقدسہ کو اس قسم کا شرف حاصل ہوا کہ ان کو تدبیرِ عالم میں دخل دیا گیا تو ان سے تو سئل کئے جانے میں کیا قباحت ہے؟

تائید اول از شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

اس بیان کی تائید حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے ہوتی ہے:

وَأَنَّ لِرُوحِ أَفَاضِلِ الْأَدَمِيِّينَ دُخُولًا فِيهِمْ وَلُحُوقًا بِهِمْ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾

وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ مُلَكًا يَطِيرُ فِي الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلَائِكَةِ بِجَنَاحَيْنِ وَأَنَّ هُنَالِكَ يَنْزِلُ الْقَضَاءُ وَيَتَعَيَّنُ الْأَمْرُ الْمَشَارُ إِلَيْهِ يَقُولُهُ تَعَالَى فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ، وَأَنَّ هُنَالِكَ يَتَقَرَّرُ الشَّرَائِعُ بِوَجْهِهِ مِنَ الْوُجُودِ. (حجة الله البالغة جلد اول صفحہ ۱۲/)

﴿ترجمہ﴾ افضل لوگوں کی ارواح کو فرشتوں میں داخل ہونے اور ان میں شامل ہو جانے کا حق ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾

”اے نفسِ مطمئنہ! لوٹ جا اپنے پروردگار کی طرف بحالیکہ تو اس سے خوش ہوا اور وہ تجھ سے خوش ہو، پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”میں نے جعفر بن ابی طالب کو فرشتہ بنا ہوا دیکھا جو جنت میں فرشتوں کے ساتھ دو پروں کے ساتھ اڑ رہا تھا“ اور یہاں قضائے الہی نازل ہوتی ہے، اور وہ امر متعین ہوتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ ”اس رات میں ہر معاملہ جو حکمت پر مبنی ہے فیصلہ پاتا ہے“ اور یہاں شرائع کی قسم کے وجود سے تقریر باقی ہیں۔ الخ
اس تقریر سے واضح ہے کہ افاضل بشر کی ارواح ایک ایسے مہتمم بالشان مقام میں پہنچتی ہیں جہاں مصالح کائنات کا انصرام، معاملات ارض و سما کا انتظام، قضائے الہی کا نزول اور شرائع کا تقرر ہوتا ہے۔

دیکھئے جب عدالت کے لئے ادنیٰ چپڑا سی متوسلین کے بڑے بڑے کام بنادیتے ہیں تو پھر اتنی بڑی سرکار کے اس عظیم الشان دربار میں اس کے ان ارکانِ عظمیٰ سے تو سئل کرنا کیوں لا حاصل ہونے لگا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

درِ میر و وزیر و سلطان را بے وسیلت مگرد پیرامن

﴿ترجمہ﴾ بادشاہ، وزیر اور امیر کے دروازے کے ارد گرد بغیر وسیلہ کے نہ پھر

سگ و دربان چویا فتند غریب ایس گریباننش گیرد آن دامن
 ﴿ترجمہ﴾ کتا اور دربان جب کسی اجنبی کو دیکھ لیتے ہیں تو یہ گربان سے اسے پکڑ لیتا ہے اور وہ دامن سے۔

تائید دوم از امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ:

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

ثُمَّ الْأَرْوَاحُ الْبَشَرِيَّةُ الْخَالِيَةُ عَنِ الْعَلَاقِ الْجِسْمَانِيَّةِ الْمُشْتَاقَّةُ إِلَى الْإِتِّصَالِ بِالْعَالَمِ الْعُلَوِيِّ بَعْدَ خُرُوجِهَا مِنْ ظُلْمَةِ الْأَجْسَادِ تَذْهَبُ إِلَى عَالَمِ الْمَلَائِكَةِ وَمَنَازِلِ الْقُدُسِ عَلَى أَسْرَعِ الْوُجُوهِ فِي رُوحٍ وَرِيحَانٍ فَعَبَّرَ عَنْ ذَهَابِهَا عَلَى هَذِهِ الْحَالَةِ بِالسَّبَاحَةِ ثُمَّ لَا شَكَّ أَنَّ مَرَاتِبَ الْأَرْوَاحِ فِي النَّفَرَةِ عَنِ الدُّنْيَا وَمَحَبَّةِ الْإِتِّصَالِ بِالْعَالَمِ الْعُلَوِيِّ مُخْتَلِفَةٌ فَكُلَّمَا كَانَتْ أَتَمَّ فِي هَذِهِ الْأَحْوَالِ كَانَ سَيْرُهَا إِلَى هُنَاكَ أَسْبَقَ وَكُلَّمَا كَانَتْ أَضْعَفَ كَانَ سَيْرُهَا إِلَى هُنَاكَ أَثْقَلَ وَلَا شَكَّ أَنَّ الْأَرْوَاحَ السَّابِقَةَ إِلَى هَذِهِ الْأَحْوَالِ أَشْرَفَ فَلَا جَرَمَ وَقَعَ الْقَسْمُ بِهَا ثُمَّ إِنَّ هَذِهِ الْأَرْوَاحَ الشَّرِيفَةَ الْعَالِيَةَ لَا يَبْعُدُ أَنْ يَكُونَ فِيهَا لِقَوَّتُهَا وَشَرَفُهَا يَظْهَرُ مِنْهَا أَثَارٌ فِي أَحْوَالِ هَذَا الْعَالَمِ فَهِيَ الْمُدَبِّرَاتُ أُمَرَاءُ، أَلَيْسَ أَنَّ الْإِنْسَانَ قَدِيرِي أَسْتَاذَهُ فِي الْمَنَامِ وَيَسْأَلُهُ عَنْ مُشْكِلِهِ فَيُرْشِدُهُ إِلَيْهَا، أَلَيْسَ أَنَّ الْإِنْسَانَ قَدِيرِي أَبَاهُ فِي الْمَنَامِ فَيَهْدِيهِ إِلَى كَنْزٍ مَذْفُونٍ، أَلَيْسَ أَنَّ جَالِيئُوسَ قَالَ كُنْتُ مَرِيضًا فَعَجِزْتُ عَنْ عِلَاجِ نَفْسِي فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ وَاحِدًا أَرْشَدَنِي إِلَى كَيْفِيَةِ الْعِلَاجِ، أَلَيْسَ أَنَّ الْغَزَالِيَّ قَالَ إِنَّ الْأَرْوَاحَ الشَّرِيفَةَ إِذَا فَارَقَتْ أَبْدَانَهَا ثُمَّ اتَّفَقَ إِنْسَانٌ مُشَابِهٌ لِإِنْسَانِ الْأَوَّلِ فِي الرُّوحِ وَالْبَدَنِ فَإِنَّهُ لَا يَبْعُدُ أَنْ يُحْصَلَ لِلنَّفْسِ الْمَفَارِقَةِ تَعَلُّقٌ بِهَذَا الْبَدَنِ حَتَّى تَصِيرَ كَالْمُعَاوَنَةِ لِلنَّفْسِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِذَلِكَ الْبَدَنِ عَلَى أَعْمَالِ الْخَيْرِ فَتُسَمَّى تِلْكَ الْمُعَاوَنَةُ إِلَهَامًا وَظَهْرُهُ فِي جَانِبِ النَّفُوسِ الشَّرِيفَةِ وَسُوسَةٌ وَهَذِهِ الْمَعَانِي وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مَنقُولَةً عَنِ الْمُفَسِّرِينَ إِلَّا أَنَّ اللَّفْظَ مُحْتَمِلٌ لَهَا جِدًّا. ١

﴿ترجمہ﴾ آدمیوں کی ارواح جو جسمانی مخلوق سے علیحدہ ہو جاتی ہیں اور عالم علوی کی طرف جانے کی مشتاق ہوتی ہیں بعد اس کے کہ وہ اجسام کی اندھیر کوٹھڑی سے نکل جاتی ہیں عالم ملائکہ کی طرف روانہ ہوتی ہیں اور نہایت جلدی منازل قدس کی جانب جاتی ہیں نہایت خوشی و راحت کے ساتھ، اور ان کی اس حالت میں اس رواگی کو سیاحت کہتے ہیں، ان ارواح کے مراتب آپس میں مختلف ہوتے ہیں، بعض ارواح کو از بس دُنیا سے نفرت ہوتی ہے اور عالم علوی سے ملنے کا شوق انتہاء درجہ کا ہوتا ہے، بعض ارواح میں یہ دونوں امور کم ہوتے ہیں، بعض میں متوسط، الحاصل جس روح میں یہ دونوں حالتیں کمال درجہ کو پہنچی ہوتی ہیں ان کی سیر منازل قدس میں سب سے بڑھی ہوتی ہے، جن کی حالت کم ہوتی ہے ان کی سیر بھی کم ہوتی ہے، جن کی حالت متوسط ہوتی ہے وہ سیر بھی متوسط ہوتی ہیں، جن کی سیر سب سے بڑھی ہوتی ہے وہ سب سے اشرف ہیں، اس لئے ایسی ارواح کی قسم کھائی گئی، ان ارواح شریفہ کو بسبب اپنی قوت و شرافت کے عالم دنیا کے احوال میں ایک

خاص قسم کا تعلق ہے، اس وجہ سے وہ مذہبات سے سمجھی جاتی ہیں، چنانچہ شاگرد کبھی اپنے استاد کو خواب میں دیکھتا ہے اور کسی مشکل مسئلے کا سوال کرتا ہے اور استاد سے جواب شافی پاتا ہے، بیٹا کبھی اپنے باپ کو خواب میں دیکھتا ہے اور باپ اسے خزانہ بتا دیتا ہے، جالینوس نے کہا میں مریض تھا اپنے علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے علاج کی کیفیت بتائی جس سے مجھے صحت ہوئی، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ارواح طیبہ جب ابدان سے علیحدہ ہوتی ہیں اور اپنی مماثل کوئی ایسی روح پاتی ہیں جس کا تعلق ایسے بدن سے ہوتا ہے جو مماثل اسی بدن کے ہے جس کے ساتھ اس مبارک روح کو تعلق تھا تو ممکن ہے کہ اس مبارک روح کو اس بدن سے خاص تعلق پیدا ہو جائے جس سے یہ مبارک روح اس بدن کی روح کو اعمال خیر میں مدد دے۔ اسی معاونت کو الہام کہتے ہیں، اور اس کی نظیر شریر ارواح میں وسوسہ ہے اور یہ امور اگرچہ مفسرین سے منقول نہیں مگر لفظ سے نکلتے ہیں۔

تائید سوم از حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہ

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ إِذَا قَبَضَ الْأَرْوَاحَ مِنْ هَذِهِ الْأَجْسَادِ الطَّبِيعِيَّةِ حَيْثُ كَانَتْ وَالْعُنْصُرِيَّةِ أَوْ دَعَا صُورًا جَسَدِيَّةً فِي مَجْمُوعِ هَذَا الْقَرْنِ النُّورِيِّ فَجَمِيعُ مَا يُدْرِكُهُ الْإِنْسَانُ بَعْدَ الْمَوْتِ فِي الْبَرْزَخِ مِنَ الْأُمُورِ إِنَّمَا يُدْرِكُهُ بِعَيْنِ الصُّورَةِ الَّتِي هُوَ فِيهَا فِي الْقَرْنِ وَبِنُورِهَا وَهُوَ إِدْرَاكٌ حَقِيقِيٌّ وَمِنَ الصُّوَرِ هُنَالِكَ مَا هِيَ مُقَيَّدَةٌ عَنِ التَّصَرُّفِ وَمِنْهَا مَا هِيَ مُطْلَقَةٌ كَأَرْوَاحِ الْأَنْبِيَاءِ كُلِّهِمْ وَأَرْوَاحِ الشُّهَدَاءِ وَمِنْهَا مَا يَكُونُ لَهَا نَظَرٌ إِلَى عَالَمِ الدُّنْيَا فِي هَذِهِ الدَّارِ وَمِنْهَا مَا يَتَحَلَّى لِلنَّاسِ فِي حَضْرَةِ الْخِيَالِ الَّتِي هِيَ فِيهِ وَهُوَ الَّذِي تَصَدَّقُ رُؤْيَاهُ أَبَدًا وَكُلُّ رُؤْيَا صَادِقَةٌ لَا تُخْطِئُ فَإِذَا أَخْطَأَتِ الرُّؤْيَا فَالرُّؤْيَا مَا أَخْطَأَتْ وَلَكِنَّ الْعَابِرَ الَّذِي يُعْبَرُهَا هُوَ الْمُخْطِئُ حَيْثُ لَمْ يَعْرِفْ مَا الْمُرَادُ بِتِلْكَ الصُّورَةِ؟

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ جب ارواح کو ان کے اجسام طبعی سے جس حیثیت سے ہوں یا اجسام عنصری سے قبض کرتا ہے تو اس قرن نوری کے مجموعہ میں ان کو صورِ جسدیہ عنایت فرماتا ہے، پس انسان موت کے بعد برزخ میں جو امور ادراک کرتا ہے وہ اس صورت کی آنکھ سے ادراک کرتا ہے اور اس کے نور سے وہ ادراک حقیقی ہے، یہاں ان صورتوں میں سے بعض صور مقید ہوتی ہیں، انہیں کسی طرح تصرف کا اختیار نہیں ہوتا، بعض آزاد ہوتی ہیں انہیں تصرف کا اچھی طرح اختیار ہوتا ہے تمامی انبیاء اللہ کی ارواح طیبہ اور شہداء کی ارواح اسی قسم میں داخل ہیں، بعض ارواح کو عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے، بعض ارواح خواب میں نظر آتی ہیں، اس قسم کا خواب ہمیشہ سچا ہوتا ہے، روئے صادقہ میں خطا واقع نہیں ہوتی، البتہ تعبیر کہنے والے جب مطلب خواب کا نہیں سمجھتے کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں تو یہ خطا معجز کی طرف منسوب ہوگی اصل خواب غلط نہیں سمجھا جائے گا۔

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ارواح انبیاء علیہم السلام و شہداء عالم میں تصرف کرتی ہیں اور ان کو عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے

ارباب حاجات و اصحاب مشکلات کی فریادری کے واسطے، تو جس طرح زندگی میں ان کی طرف رجوع کرنا اور مدد مانگنا اور مصیبت و مشکل کا حل چاہنا جائز اور مستحب تھا اسی طرح بعد وفات کے جائز اور مستحب رہے گا، بلکہ اس وقت ان کا اِذراک اور توجہ بہ نسبت زندگی کے روشن اور زیادہ ہوتا ہے، قوتِ تصرفِ حیات سے بڑھ کر بوجہ مزید تجربہ دے ہوتی ہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب ؑ کا فرشتوں کے ساتھ دنیا میں آنا

حافظ ابن حجر عسقلانی اور ابن عساکر، ابن اسحاق سے روایت ہے کہ مجھ سے حسین بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیان کیا: ”کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کے بعد فرمایا کہ ایک رات جعفر میرے پاس ہو کر گزرے اور وہ فرشتوں کی ایک جماعت کے پیچھے جاتے تھے اور ان کے دو پر تھے کہ جس کا اگلا حصہ خون سے رنگین تھا اور ان سب کا قصد ”بیشہ“ میں جانے کا تھا جو یمن کا ایک شہر ہے۔“

”ابن عدی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہم نے جعفر کو فرشتوں کی جماعت میں پہچانا اور وہ سب کے سب ”بیشہ“ کے لوگوں کو پانی برسنے کی خوشخبری دینے جاتے تھے۔“ (حاکم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور اسماء بنت حمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے قریب تھیں کہ اچانک آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: اے اسماء! یہ جعفر ہیں جو جبرئیل اور میکائیل کے ساتھ ہیں، یہ سب چلے جا رہے تھے انہوں نے مجھ کو سلام کیا اور جعفر نے مجھ کو خبر دی کہ وہ مشرکوں سے فلاں فلاں روز لڑے تھے، انہوں نے کہا کہ میرے بدن پر نیزہ اور تلوار کے تہتر زخم پہنچے تھے، پھر میں نے علم کو داہنے ہاتھ میں لے لیا، میرا وہ ہاتھ کٹ گیا پھر میں نے اس کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا وہ بھی کٹ گیا، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ہاتھوں میں دو پر دیئے کہ ان سے میں جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ اُڑتا ہوں اور جنت سے اُترتا ہوں جس جگہ چاہتا ہوں اور اس کا پھل کھاتا ہوں جو چاہتا ہوں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جعفر کو خوشی ہو کیا اچھی روزی اللہ تعالیٰ نے ان کو دی، لیکن ہم کو یہ خوف ہے کہ لوگ اس بات کا یقین نہ کریں گے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھ کر اس حال سے لوگوں کو خبر دے دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر خدا کی تعریف کی، پھر کہا کہ جعفر بن ابی طالب جبرئیل اور میکائیل کے ساتھ چلے جا رہے تھے اور ان کے دو پر تھے جو اللہ نے دونوں ہاتھوں کے عوض میں دیئے ہیں، انہوں نے مجھے سلام کیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ خبر بیان کی جو پہلے بیان کی تھی۔

اس حدیث شریف سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہید ہونے کے بعد دنیا میں آنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرنا اور جس جگہ وہ چاہیں وہاں سیر کرنا ثابت ہوتا ہے۔

شہیدوں کی اعانت اپنے متعلقین کو:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں زیر آیت ”وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمُوتَ“ تحریر فرماتے ہیں:
وَقَدْ تَوَاتَرَ عَنْ كَثِيرٍ مِنَ الْأَكَابِرِ إِنَّهُمْ يَنْصُرُونَ أَوْلِيَاءَهُمْ وَيُدْعُونَ أَعْدَاءَهُمْ۔

﴿ترجمہ﴾ اور بڑے بڑے فضلاء سے متواتر منقول ہے کہ اولیاء اللہ وفات کے بعد اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں۔

قاضی صاحب تذکرۃ الموتی والقبور میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

اولیاء اللہ دوستان و مُعْتَقِدَان رادر دنیا و آخرت مدد گاری مے فرمایند و دشمنان را هلاک مے نمایند۔

﴿ترجمہ﴾ اولیاء اللہ دنیا و آخرت میں دوستوں اور معتقدوں کی مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

شہداء کا شعور و اذراک:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

مگوئید در حق کسے کہ کشتہ شود در راہ خدا در جہاد کہ ایشان مردہ اند، روح چنانچہ حاملِ قوی بود حالا ہم هست، و شعور مے و اذراک مے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر، زیرا کہ تدبیرِ بدن و توجہ بامورِ سفلیانیہ اورا از صفائی اذراک مانع مے شد، چوں از بدن جدا شد آن مانع مُرتفع گشت، پس در حقیقت حیاتِ ایشان اتم حیاتِ دنیوی است وَلَکِنْ لَا تَشْعُرُونَ لیکن شما شعور ندارید کہ ایشان در ترقی اعمال و در تمتعات و در تلذذاتِ بدنی باشما شریک اند بلکہ از شما زیادہ تر و افزوں تر بایں جہت کہ آن ابدانِ ایشان از نظرِ شما غائب اند و در عالمِ دیگر و رائے عالمِ شما رزقِ ایشان را و سیرِ مقرر است مانند کسے کہ در ولایت میوہ ہا میخورد و سیرِ گلزار مے نماید و اہلِ ہندوستان چو او را نہ بینندہ مردہ انگارند۔

﴿ترجمہ﴾ اس شخص کے حق میں جو جہاد کے اندر راہِ خدا میں کام آیا یہ نہ کہو کہ مارا گیا، روح جس طرح پہلے قوتوں کی مالک تھی اب بھی ہے، اور شعور اور اذراک جو پہلے رکھتی تھی اب بھی رکھتی ہے، بلکہ پہلے سے زیادہ صاف اور روشن ہے، کیونکہ پہلے بدن کی تدبیر اور امورِ سفلیہ کی طرف توجہ اس کو صفائیِ اذراک سے مانع ہوتی تھی جب اس بدن سے جدا ہوئی تو مانع مرتفع ہو گیا، پس در حقیقت ان کی زندگی دنیاوی زندگی سے زیادہ مکمل ہے وَلَکِنْ لَا تَشْعُرُونَ (لیکن تم شعور نہیں رکھتے) کہ یہ ترقیِ اعمال اور بدنی نفع اٹھانے اور لذتیں پانے میں تمہارے ساتھ شریک ہیں بلکہ تم سے زیادہ تر اور بڑھ کر ہیں اس لحاظ سے کہ ان کے وہ بدن تمہاری نظر سے غائب ہیں اور ایک اور عالم میں جو

تمہارے اس عالم سے جدا گانہ ہے ان کا رزق اور سیر و گردش مقرر ہے، اس شخص کی طرح جو ولایت میں میوے کھاتا ہے اور گلزار کی سیر کرتا ہے اور اہل ہند جب اس کو دیکھتے نہیں تو مردہ سمجھتے ہیں۔

مرد ہمت گرچہ میرد زان نکوتر مے شود ابر گر برداشت آب از بحر گوهر مے شود
 ﴿ترجمہ﴾ ہمت والا مرد اگرچہ مر جاتا ہے لیکن پہلے سے اس کی حالت بہتر ہو جاتی ہے بادل اگر سمندر سے پانی اٹھائے تو وہ گوہر بن جاتا ہے۔

اولیاء اللہ کے تصرفات افعال الہیہ ہیں:

سید احمد حموی نفحات القرب والاتصال میں تحریر فرماتے ہیں:

أَمَّا بَعْدَ مَمَاتِهِمْ فَتَصَرَّفُهُمْ إِنَّمَا هُوَ بِإِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى وَإِرَادَتِهِ لَا شَرِيكَ لَهُ خَلْقًا وَإِبْجَادًا أَكْرَمَهُمُ اللَّهُ بِهِ وَأَجْرَاهُ عَلَى أَيْدِيهِمْ وَبِسَبَبِهِمْ خَرَقًا لِلْعَادَةِ وَتَارَةً بِالْهَامِ وَتَارَةً بِدُعَائِهِمْ وَتَارَةً بِفِعْلِهِمْ وَاخْتِيَارِهِمْ وَتَارَةً بِغَيْرِ اخْتِيَارِهِمْ وَتَارَةً بِالتَّوَسُّلِ بِهِمْ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فِي حَيَاتِهِمْ وَبَعْدَ مَمَاتِهِمْ مِمَّا يُمْكِنُ فِي الْقُدْرَةِ إِلَّا لِلْهِيَةِ وَلَا يَقْضِي النَّاسُ سُؤَالَهِمْ ذَلِكَ مِنْهُمْ قَبْلَ الْمَوْتِ وَبَعْدَهُ نُسَبَتْهُمْ إِلَى الْخَلْقِ وَالْإِبْجَادِ وَالْإِسْتِقْلَالِ بِالْأَفْعَالِ فَإِنَّ هَذَا لَا يَقْضِيهِ مُسْلِمٌ وَلَا يَخْطُرُ بِبَالِ أَحَدٍ مِنَ الْعَوَامِّ فَضْلًا عَنْ غَيْرِهِمْ، فَصَرَفَ الْكَلَامَ إِلَيْهِ وَمَنْعَهُ مِنْ بَابِ التَّلْبِيسِ فِي الدِّينِ وَالتَّشْوِيشِ عَلَى عَوَامِّ مُوَحِّدِينَ، وَكَيْفَ يُحْكَمُ بِالْكَفْرِ عَلَى مَنْ اعْتَقَدَ ثُبُوتَ التَّصَرُّفِ بِهِمْ فِي حَيَاتِهِمْ وَبَعْدَ مَمَاتِهِمْ حَيْثُ كَانَ مَرْجِعُ ذَلِكَ إِلَى قُدْرَةِ اللَّهِ تَعَالَى خَلْقًا وَإِبْجَادًا كَيْفَ وَكُتِبَ جَمْهُورُ الْمُسْلِمِينَ طَافِحَةً بِهِ وَإِنَّهُ جَائِزٌ وَوَاقِعٌ لَامَرِيَّةٌ فِيهِ الْبَتَّةَ حَتَّى يَكَادَ أَنْ يُلْحَقَ بِالضُّرُورِيَّاتِ بَلْ بِالْبُدْيَهِيَّاتِ وَذَلِكَ لِأَنَّ جَمِيعَ كَرَامَاتِ هَذِهِ الْأُمَّةِ فِي حَيَاتِهِمْ وَبَعْدَ مَمَاتِهِمْ تَصَرُّفًا أَوْ غَيْرَهُ مِنْ جُمْلَةِ مُعْجَزَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّالَّةِ عَلَى نُبُوَّتِهِ وَعُمُومِ رِسَالَتِهِ الْبَاقِيَةِ بَعْدَ مَوْتِهِ لَا يَنْقَطِعُ دَوَامُهَا بِتَعَدُّدِ الْكَرَامَاتِ فِي كُلِّ عَصْرِ مِنَ الْأَعْصَارِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ.

﴿ترجمہ﴾ انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کے انتقال کے بعد جو کچھ تصرفات ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم و ارادے سے ہوتے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں نہ خلق میں نہ ایجاد میں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس تصرف سے بزرگی دی ہے اور اس کو ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے جاری کیا ہے، ان کا تصرف کبھی بطور خرق عادت ہوتا ہے، کبھی بالہام، کبھی ان کی دعا سے، کبھی ان کے فعل و اختیار سے، کبھی بغیر اختیار کے، کبھی ان سے اللہ کی طرف توسل کرنے سے ان باتوں میں جو قدرت الہیہ میں ممکن ہیں عام ازیں کہ وہ زندہ ہوں یا انتقال کر گئے ہوں، اور لوگ جو ان سے ان کی زندگی میں یا موت کے بعد سوال کرتے ہیں تو ان کو مستقل سمجھ کر نہیں سوال کرتے، یہ کسی مسلمان کا کام نہیں، عوام کے بھی ذہن میں یہ بات نہیں آتی خواص تو اس قسم کو کب جائز سمجھیں گے، پھر خواہ خواہ اس سے وہی مطلب نکالنا اور اس کو ممنوع قرار دینا

ایک قسم کا فریب ہے دین میں، اور موحدین کو پریشانی میں ڈالنا ہے، ہم پوچھتے ہیں کہ ایسا شخص کیونکر کافر ہو سکتا ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ان کے تصرفات بحالت زندگی یا بعد وفات کا مرجع خلقا و ایجاد اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ جمہور مسلمین کی کتابیں اس سے لبریز ہیں، اور وہ جائز اور واقع ہے جس میں ہرگز کسی قسم کا شک نہیں حتیٰ کہ وہ ضروریات میں شامل ہے بلکہ بدیہیات میں داخل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس اُمت کی تمام کرامات جو ان کی زندگی میں ہوں یا ان کی وفات کے بعد تصرف ہو یا کچھ اور سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہیں جو آپ کی نبوت اور عموم رسالت پر دال ہیں جو آپ کی وفات کے بعد باقی رہنے والی ہے کہ اس کا دوام منقطع نہ ہوگا اس لئے کہ ہر زمانے میں بکثرت کرامات کا ظہور ہوتا رہے گا قیامت تک۔

اولیاء اللہ کی کرامات نبی ﷺ کے معجزات ہیں

برماوی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ الدلائل الواضحات فی اثبات الکرامات فی الحیات وبعد الممات میں لکھتے ہیں:

”کہ جن لوگوں نے کرامتِ اولیاء کو ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد ثابت کیا ہے ان میں سے شیخ الاسلام بن شحہ حنفی ہیں اور شیخ عبدالباقی مقدسی حنفی ہیں جنہوں نے سیوفِ مقال میں لکھا ہے، اور شیخ احمد غنیمی حنفی ہیں اور اس کی عبارت یہ ہے:

”کہ ہر گاہ مرجع کرامات طرف قدرت اللہ تعالیٰ کے ہے تو ایسی حالت میں اولیاء کرام کی حیات اور موت میں کچھ فرق نہیں ہے، اس واسطے کہ اس کا خالق خدا ہے اور اولیاء کے ہاتھ سے اس واسطے جاری کرتا ہے تاکہ ان کو بزرگی حاصل ہو اور یہ کبھی ان کی دعا سے ہوتا ہے اور کبھی ان کے فعل اور اختیار سے اور کبھی بغیر اختیار اور قصد ان کے، اور کبھی ان کو اللہ تعالیٰ کے یہاں وسیلہ ٹھہرانے سے ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی شرکت نہیں رہتی، اور علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے غیر منحصر ہیں، کچھ ان میں سے اللہ تعالیٰ جاری کر چکا اور کچھ اولیاء کے ذریعے بطور کرامت جاری کرے گا ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد قیامت تک اور یہ امر ایسا ہے کہ جس کا حصر نہیں ہے۔ پس کراماتِ اولیاء اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ ہے جو ان کے وصال کے بعد باقی رہے گا اور جو صحتِ نبوت پر قیامت تک دلالت کرے گا۔ اور کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا مگر ذلیل اور بد اعتقاد۔

ظاہر و مظہر:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الطاف القدس میں تحریر فرماتے ہیں:

چوں رفتہ رفتہ سخن بحقائقِ غامضہ افتاد ازاں حالت نیز رمزے باید گفت چوں آب از سرگزشت چہ یک نیزہ چہ یک مشیت کمالِ عارف از بحرِ بحت بالاتر مے رود و نفسِ کلیہ بجائے جسدِ عارف مے شود ذاتِ بحت بجائے روح او ہمہ عالم راتبعا بعلم حضوری در خود ببیند۔ ﴿ترجمہ﴾ جب رفتہ رفتہ بات باریک نکتوں تک پہنچی تو اس حالت سے بھی ایک رمز کہنی چاہئے، جب پانی سر سے گزر گیا تو کیا ایک نیزہ بھر اور کیا ایک مشیت بھر برابر ہے، عارف بحرِ بحت سے بالاتر ہو جاتا ہے اور نفسِ کلیہ عارف کے جسم کا قائم مقام ہو جاتا ہے ذاتِ اصل

الاصل اس کی روح کی بجائے تمام عالم کو جہاں علم حضوری سے اپنے اندر دیکھتی ہے۔

دیکھئے! یہ ایک ایسا امر ہے جسے شارع کھل کر بیان نہیں کرتے لیکن یہ حضرت شاہ صاحب کا ہی حوصلہ تھا کہ آخر نہ رہ سکے اور کیفیت واقعہ کو صاف صاف بیان فرمایا پس جب ذاتِ بحت بجائے روح کے ہوئی تو کوئی شے اس پر مخفی نہیں رہ سکتی۔

ایک شہید نو جوان نے اپنے ماں باپ کو سلام کیا:

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ بِالشَّامِ وَمَعَهُ زَوْجَتُهُ وَقَدْ كَانَ اسْتَشْهَدَ لَهُ ابْنُ قَبْلَ ذَلِكَ بِمَا شَاءَ اللَّهُ إِذْ رَأَى فَارِسًا قَدْ أَقْبَلَ فَقَالَ لِمَرْأَتِهِ ابْنِي وَابْنُكَ يَا فُلَانَةُ! قَالَتْ لَهُ أَخَذَكَ الشَّيْطَانُ ابْنُكَ قَدْ اسْتَشْهَدَ مُنْذُ حِينَ وَأَنْتَ مَفْتُونٌ فَأَقْبَلَ عَلَى عَمَلِكَ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ، ثُمَّ نَظَرَ وَدَنَا الْفَارِسُ فَقَالَ ابْنُكَ وَاللَّهِ يَا فُلَانَةُ! وَنَظَرْتُ فَقَالَتْ هُوَ وَاللَّهِ فَوَقَفَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ لَهُ أَبُوهُ أَلَيْسَ قَدْ اسْتَشْهَدْتَ يَا بَنِي! قَالَ بَلَى وَلَكِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ تُوَفِّيَ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ فَاسْتَذِنَ الشَّهَدَاءُ رَبَّهُمْ فِي شُهُودِهِ فَكُنْتُ مِنْهُمْ وَاسْتَأْذَنْتُ فِي السَّلَامِ عَلَيْكُمْ ثُمَّ دَعَا لَهُمَا وَانْصَرَفَ وَوَجَدَ عُمَرَ قَدْ تُوَفِّيَ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ ۚ (رَوَاهُ الْحَوَامِلِيُّ فِي أَمَالِي)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ہمراہ شام میں تھا جن کا بیٹا شہید ہو چکا تھا اور اس پر ایک عرصہ گزر گیا تھا اچانک اس نے ایک سوار آتا دیکھا تو اس نے اپنی بی بی سے کہا اے فلائی! یہ سوار میرا اور تیرا بیٹا ہے، بیوی بولی کہ تجھے شیطان نے دھوکا دیا ہے تیرا بیٹا تو مدت ہوئی شہید ہو چکا تو دیوانہ ہے اپنا کام کر اور استغفار کر، اس نے پھر غور سے دیکھا اور وہ سوار قریب آ گیا، تب اس نے کہا کہ خدا کی قسم اے فلائی! یہ تیرا ہی بیٹا ہے اور اس عورت نے اسے دیکھا تو کہا قسم اللہ کی ہو بہو وہی ہے، وہ ان کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا، تب باپ نے اس سے کہا کہ اے پیارے بیٹے! تو شہید نہیں ہوا تھا، اس نے کہا بے شک (میں شہید ہو چکا ہوں) لیکن اسی وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ہوئی ہے شہیدوں نے اپنے پروردگار سے ان کے جنازے پر حاضر ہونے کے لئے اجازت چاہی اللہ تعالیٰ نے اجازت فرمائی میں بھی انہیں سے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ اذن بھی طلب کیا کہ ماں باپ کو سلام کرتا ہوا جاؤں، پھر ماں باپ کو دعوادے کر رخصت ہوا، تحقیق کیا اسی وقت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تھا۔

دو شہید اپنے بھائی کے نکاح میں شامل ہوئے:

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب عیون الحکایات میں بسندِ ابی علی الضریر کے لکھا ہے:

”کہ ملکِ شام میں تین بھائی تھے کہ وہ اکثر جہاد کیا کرتے تھے اور بڑے بہادر تھے، ایک بار رومیوں نے ان کو پکڑ لیا، شاہِ روم نے ان سے کہا کہ اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو ہم تم کو ملک اور جاگیر دیں گے اور اپنی لڑکیوں سے تمہاری شادی بھی کر دیں گے، انہوں نے انکار کیا اور کہا: يَامُحَمَّدُ! بادشاہ کے حکم کے مطابق تین دیکیں لائی گئیں اور ان میں روغنِ زیتون ڈالا گیا، تین روز تک اس کے نیچے آگ سلگائی گئی تاکہ

ان تینوں کو دیگوں میں ڈال کر ہلاک کیا جائے اور ہر روز یہ لوگ ان دیگوں کے پاس لائے جاتے تھے اور عیسائی مذہب کے قبول کرنے کو کہا جاتا تھا مگر وہ لوگ انکار ہی کرتے تھے، ایک روز ان میں سے بڑے بھائی کو دیگ میں ڈال دیا اور پھر مٹھلے کو، پھر چھوٹے کو دیگ کے پاس لا کر دھمکایا اور اس کو دین اسلام سے پھرنے کی ترغیب دیتے تھے، حتیٰ کہ ایک کافر نے کہا کہ بادشاہ سلامت ہم اس کو اس کے دین سے پھیر دیں گے، بادشاہ نے پوچھا کہ کس طرح؟ اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ ہم جانتے ہیں کہ عرب عورتوں کی طرف زیادہ میلان رکھتے ہیں اور میری ایک ایسی لڑکی ہے جو ملکِ روم میں سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش شکل ہے، میں اس کے ساتھ علیحدہ ایک جگہ چھوڑ دوں گا، اور وہ اس کو دین اسلام سے پھیر دے گی، آپ اس کو مجھے دے دیں، بادشاہ نے اُن کو اس کافر کے حوالے کر دیا اور چالیس روز کی مہلت دی، پس وہ کافر اس جوان کو لے آیا اور اپنی لڑکی کے پاس چھوڑ دیا اور لڑکی کو اصل حال سے مطلع کر دیا، لڑکی نے کہا کہ میں اس کام کو کروں گی تو بے غم رہ، بس وہ جوان لڑکی کے ساتھ اس طرح سے رہا کہ دن بھر روزہ ہوتا اور رات بھر نوافل پڑھتا، یہاں تک کہ میعاد میں سے اکثر دن گزر گئے، اُس کافر نے اپنی لڑکی کو کہا کہ تو نے کچھ نہیں کیا، لڑکی نے کہا کہ میں یہ سمجھتی ہوں چونکہ اس کے دونوں بھائی اس شہر میں مارے گئے ہیں اس واسطے یہ ان کی نشانیوں کو دیکھ کر میری بات قبول نہیں کرتا لہذا تم بادشاہ سے کچھ مدت اور بڑھوا کر مجھے اور اس کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دو، بادشاہ نے اس کے کہنے کے مطابق کچھ اور مدت بڑھادی اور ان کو دوسرے شہر میں بھیج دیا، وہ جوان وہاں بھی صَائِمُ الدَّهْرِ اور قَائِمُ اللَّیْلِ رہتا تھا حتیٰ کہ میعادِ مہینہ میں سے تھوڑے دن باقی رہ گئے، ایک دن اس لڑکی نے اس سے کہا کہ اے شخص! تو جس پروردگار کی پاکی بیان کرتا ہے وہ بڑا پروردگار ہے، بے شک تیرا دین سچا ہے اور میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر تیرے دین میں داخل ہوتی ہوں، تب اس نے اس لڑکی سے کہا کہ کسی حیلہ سے یہاں سے بھاگنا چاہئے، اُس لڑکی نے کہا کہ میں ایک تدبیر کرتی ہوں وہ ایک جانور لے آئی، پھر وہ دونوں سوار ہو کر وہاں سے چلے رات کو چلتے اور دن کو چھپ رہتے، ایک رات ایسا ہوا کہ وہ جا رہے تھے کہ اچانک انہوں نے گھوڑوں کے قدم کی آواز سنی جو دیکھا تو اس کے وہ دونوں بھائی جن کو دیگ میں ڈال دیا گیا تھا ان گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کے ساتھ کچھ فرشتے بھی تھے جو ان کے پاس بھیجے گئے تھے، انہوں نے ان دونوں کو سلام کیا اور ان کا حال دریافت کیا، انہوں نے کہا کہ جب ہم دیگ میں ڈالے گئے اس میں جاتے ہی جنت الفردوس میں پہنچ گئے اور اب اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے نکاح میں شریک ہونے کے لئے بھیجا ہے تاکہ تمہارا نکاح اس نو جوان عورت کے ساتھ کر دیں، الغرض ان دونوں بھائیوں نے اس چھوٹے بھائی کا اس عورت سے نکاح کر دیا اس کے بعد وہ چلے گئے۔

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

﴿اول﴾ صحابہ کرام ؓ اکثر مصائب کے وقت بلفظ **يَا مُحَمَّدًا!** پکارا کرتے تھے۔

﴿دوئم﴾ بعض ان میں سے **صَائِمُ الدَّهْرِ** اور **قَائِمُ اللَّیْلِ** رہتے تھے۔

﴿سوم﴾ جو دو بھائی شہید ہوئے تھے وہ پھر جنت سے دنیا میں اپنے چھوٹے بھائی کے پاس آئے اور زندوں کی طرح ان کا نکاح کر کے چلے گئے۔

چند شہیدوں کی ملاقات اپنے ایک زندہ رفیق سے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ عَمِيرُ بْنُ الْحَبَابِ السَّلْمِيُّ قَالَ أُسِرْتُ أَنَا وَثَمَانِيَّةٌ مَعِيَ فِي زَمَانِ بَنِي أُمَيَّةٍ فَأُدْخِلْنَا عَلَى مَلِكِ الرُّومِ فَأَمَرَ بِأَصْحَابِي فَضْرِبَتْ رِقَابُهُمْ ثُمَّ إِنِّي قَدِمْتُ لِتَضْرِبَ غُنْقِي فَقَامَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْبَطَارِقَةِ فَلَمْ يَزَلْ يُقْبِلُ رَأْسَهُ وَرَجُلِيهِ وَيَطْلُبُ إِلَيْهِ حَتَّى وَهَبَنِي لَهُ..... ثُمَّ إِنَّهُ جَعَلَ ابْنَةً لَهُ مِنْ أَجْمَلِ النِّسَاءِ تُعَوِّدُهُ وَتُفْتِنُهُ عَنْ دِينِهِ فَلَمْ تَقْدِرْ عَلَيْهِ فَدَعَتْنِي ابْنَتُهُ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلَى بُسْتَانٍ لَهَا فَقَالَتْ مَا يَمْنَعُكَ مِمَّا عَرَضَ عَلَيْكَ أَبِي؟ فَقُلْتُ مَا أَتْرُكُ دِينِي لِامْرَأَةٍ وَلَا لَشَيْءٍ، قَالَتْ فَتَحِبُّ الْمَكَّ عِنْدَنَا أَوِ اللِّحَاقَ بِبِلَادِكَ؟ فَقُلْتُ الذَّهَابَ إِلَى بِلَادِي، قَالَ فَارْتِنِي نَحْمًا فِي السَّمَاءِ وَقَالَتْ سِرْ عَلَيَّ هَذَا النَّجْمَ بِاللَّيْلِ وَاكْئُمْنِ بِالنَّهَارِ فَإِنَّهُ يُبْلَغُكَ إِلَى بِلَادِكَ زَوْدَتْنِي وَانْطَلَقْتُ فَمَسَرْتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ أَسِيرُ بِاللَّيْلِ وَاكْئُمْنِ بِالنَّهَارِ فَبَيْنَمَا أَنَا فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ مُكْمِنٌ فَإِذَا الْخَيْلُ فَقُلْتُ طَلَبْتُ فَأَشْرَفُوا عَلَيَّ فَإِذَا أَنَا بِأَصْحَابِي الْمَقْتُولِينَ عَلَى دَوَابٍ وَمَعَهُمْ آخَرُونَ عَلَى دَوَابٍ شُهْبٍ قَالُوا عَمِيرُ؟ قُلْتُ عَمِيرُ، فَقُلْتُ أَوْلَيْسَ قَدْ قُتِلْتُمْ؟ قَالُوا بَلَى وَلَكِنَّ اللَّهَ نَشَرَ الشُّهَدَاءَ وَأَذِنَ لَهُمْ أَنْ يَشْهَدُوا جَنَازَةَ عَمْرِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَقَالَ لِي بَعْضُ الَّذِينَ مَعَهُمْ نَاوِلْنِي يَدَكَ يَا عَمِيرُا فَنَاوَلْتُهُ يَدِي فَأَرَدْتَنِي ثُمَّ سَرْنَا يَسِيرًا ثُمَّ قَذَفَ بِي قَذْفَةً وَقَعْتُ قُرْبَ مَنْزِلِي. ۱

﴿ترجمہ﴾ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عمیر بن الحباب سلمی نے کہا کہ ہم آٹھ آدمی زمانہ بنی امیہ میں قید کئے گئے، پھر ہم کو شاہ روم کے پاس لایا گیا، بادشاہ نے ہمیں قتل کرنے کا حکم دیا، اسی وقت میرے ساتھی قتل کئے گئے پھر میں قتل کے واسطے لایا گیا تو ایک پادری نے کھڑے ہو کر بادشاہ کے سر اور پاؤں کو بوسہ دیا اور مجھے اپنے واسطے مانگا حتیٰ کہ بادشاہ نے مجھے اس کو بخش دیا، اور پھر اس نے اپنی ایک لڑکی کو جو نہایت خوبصورت تھی مجھ پر تعینات کیا کہ وہ مجھے بہکائے اور مجھے دین اسلام سے پھیرے، لیکن وہ اس پر قادر نہ ہوئی، ایک رات اُس لڑکی نے مجھے اپنے باغ میں بلایا اور کہا کہ کس چیز نے تجھے اس بات کے قبول کرنے سے منع کیا ہے جو تجھ کو کہا جاتا ہے؟ بس میں نے کہا کہ میں اپنے دین کو عورت کے طمع یا اور کسی چیز کے لالچ سے نہیں چھوڑوں گا، پھر اس نے کہا کہ تو ہمارے پاس رہنا پسند کرتا ہے یا اپنے شہر کو جانا؟ میں نے کہا کہ اپنے شہر کو جانا، ----- کہتے ہیں پھر اس ----- نے ایک ستارہ مجھے دکھلایا اور یہ کہا کہ اُسی ستارے کے رُخ پر رات کو چلنا اور دن کو چھپ رہنا، یہ ستارہ تجھے تیرے شہر پہنچا دے گا، پس میں تین رات تک چلتا رہا اور چوتھے روز چھپا ہوا بیٹھا تھا کہ میں نے اچانک گھوڑوں کو دیکھا تو میں نے سمجھا کہ اب میں پکڑا گیا، پس وہ سب میرے پاس کھڑے ہوئے، دراصل وہ سب سوار میرے وہ ساتھی تھے جو شہید ہوئے تھے اور ان کے ساتھ دوسرے لوگ سرخنگ گھوڑوں پر تھے، عمیر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ کیا تم لوگ قتل نہیں کئے گئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، لیکن اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کو روانہ کیا ہے اور یہ اجازت دی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ

الرحمہ کے جنازہ پر حاضر ہوں، پھر ان میں سے بعض نے مجھے کہا کہ اے عمیر! اپنا ہاتھ مجھے دو، میں نے اپنا ہاتھ اس کو دیا اور انہوں نے مجھے ساتھ بٹھلایا، پھر ہم تھوڑا چلے، پھر انہوں نے مجھے یکبارگی اتار دیا تو میں اپنے گھر کے پاس اُترا۔ (ابن عساکر)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ پڑھنے کے واسطے آئے اور ان مقتولوں میں سے ایک نے اپنے گھوڑے پر حضرت عمیر کو چڑھا کر ان کے گھر پہنچا دیا۔

انبیاء علیہم السلام کی دعوات مستجابہ:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجة اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:

لِلْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ دَعَوَاتٌ كَثِيرَةٌ مُسْتَجَابَةٌ وَكَذَلِكَ اسْتُجِيبَ لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَوَاطِنٍ كَثِيرَةٍ لَكِنْ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ وَاحِدَةٌ مُنْبِجِسَةٌ مِنَ الرَّحْمَةِ الَّتِي هِيَ مَبْدَأُ نُبُوَّةٍ فَإِنَّهَا إِنْ آمَنُوا كَانَتْ بَرَكَاتٍ عَلَيْهِمْ وَانْبَجَسَ فِي قَلْبِ النَّبِيِّ أَنْ يَدْعُوا لَهُمْ وَإِنْ أَعْرَضُوا صَارَتْ نِقَمَاتٍ عَلَيْهِمْ وَانْبَجَسَ فِي قَلْبِهِ أَنْ يَدْعُوهُ عَلَيْهِمْ وَاسْتَشْعَرَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَعْظَمَ مَقَاصِدِ بَعْثِهِ أَنْ يَكُونَ شَفِيعًا لِلنَّاسِ وَاسْطَةً لِنَزُولِ رَحْمَةٍ خَاصَّةٍ يَوْمَ الْحَشْرِ فَاخْتَبَأَ دَعْوَتَهُ الْعُظْمَى الْمُنْبِجِسَةَ مِنْ أَصْلِ نُبُوَّتِهِ لِذَلِكَ الْيَوْمِ.

﴿ترجمہ﴾ انبیاء علیہم السلام کے لئے بہت سی مقبول دعائیں ہیں اور اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں بہت سے مقامات میں قبول ہوئیں لیکن ہر نبی کی دعا ایک ہی ہے، جس کی مظہر وہ رحمت ہے جو نبوت کی مبداء ہے، کیونکہ اگر وہ ایمان لائیں تو وہ ان کے لئے بمنزلہ برکات ہوگی، اور نبی کے قلب میں یہ تحریک ہوگی کہ ان کے حق میں اپنی دعا کرے، اور اگر وہ کفر دانی کریں تو وہ ان کے لئے بمنزلہ غضب ہوگی اور نبی کے دل میں یہ تحریک ہوگی کہ ان کے خلاف بددعا کرے، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ آپ کی بعثت سے بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے شفاعت کریں تاکہ نزول رحمت کا ذریعہ ہوں خصوصاً قیامت کے روز، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بڑی دعا جو آپ کی اصل نبوت سے ہے اس دن کے لئے مخفی رکھی۔

اس تقریر سے انبیاء علیہم السلام کی تاثیر دعا کا ثبوت ملتا ہے، پس ایسے مستجاب الدعوات حضرات علیہم السلام سے تو شمل کیوں ناجائز ہو؟ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ قَدْ دَعَا بِهَا فَاسْتُجِيبَ فَجَعَلْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِّأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ ہر نبی کے لئے دعاء ہے جو دنیا میں مستجاب ہوئی ہماری وہ دعا جو جزماً مقبول ہوئی وہ شفاعت ہے۔ (مشکوٰۃ)

اس میں شک نہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی اکثر دعائیں مقبول ہوئیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے شمار دعائیں مقبول ہوئی ہیں۔

ہر نبی کے لئے ایک دعا خاص ہے جو نبی کی مبداء نبوت سے جوش زن ہوتی ہے جس نبی کی اُمت ایمان لائی اس کے لئے بھلائی کی

دعا کی جاتی ہے اور جس نے نافرمانی کی ان کے حق میں عذاب کی، دونوں حال میں یہ دعا تیر بہدف ہوتی ہے، ادھر زبانِ قلب سے نکلی ادھر مقبول ہوئی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص دعا یہی تھی کہ آپ قیامت کے دن اپنی امت کے شفیع ہوں پھر اس کے مقبول ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں۔

حضرت ﷺ کا فریادرس ہونا، جانوروں کا آپ ﷺ سے فریاد کرنا:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَحْرَاءٍ فَنَادَتْهُ ظَبْيَةٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ مَا حَاجْتُكَ؟ قَالَتْ صَادَنِي هَذَا الْأَعْرَابِيُّ وَلِي خَشْفَانِ فِي ذَالِكَ الْجَبَلِ فَأَطْلِقْنِي حَتَّى أَذْهَبَ فَأَرْضِعَهُمَا زَوَارِجَ قَالَ أَوْ تَفْعَلِينَ؟ قَالَتْ نَعَمْ فَأَطْلَقَهَا فَذَهَبَتْ وَرَجَعَتْ فَأَوْتَقَهَا فَانْتَبَهَ الْأَعْرَابِيُّ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَكَ حَاجَةٌ؟ قَالَ أَطْلِقِ هَذِهِ الظَّبْيَةَ فَأَطْلَقَهَا فَخَرَجَتْ تَعْدُو فِي الصَّحْرَاءِ وَتَقُولُ "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. (رَوَاهُ الشِّفَاءُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحرا میں تھے، ایک ہرنی نے نداء کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وآلک وسلم! فرمایا کیا حاجت ہے؟ عرض کیا مجھے اس اعرابی نے پکڑ لیا ہے اور اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے بچے ہیں مجھے کھول دیجئے کہ میں انہیں دودھ پلا دوں، پھر میں واپس آ جاؤں گی، فرمایا: ”تو ایسا کرے گی؟“ عرض کیا ضرور، آپ نے اس کو کھول دیا وہ گئی اور دودھ پلا کر واپس آ گئی پھر اس کو باندھ دیا، اب اعرابی بیدار ہوا، عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وآلک وسلم! کچھ حکم ہے؟ فرمایا: اس ہرنی کو چھوڑ دے، اس نے ہرنی کو کھول دیا، وہ کلمہ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدًا رسول اللہ پڑھتی ہوئی جنگل میں دوڑ گئی۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک مصیبت زدہ کے کام آتے ہیں اور ہر ایک کی فریاد کو سنتے ہیں۔

چنانچہ روض النظیم میں ہے۔

فَاللَّهِ أَقْسَمُ مَا آتَاكَ مُنْكَسِرٌ إِلَّا وَاصْبَحَ مِنْهُ الْكَسِرُ يَنْجِبُ،

﴿ترجمہ﴾ میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی شکستہ حال نہیں پہنچا کہ اس کی شکستگی کی اصلاح نہ کی گئی ہو۔

وَلَا اخْتَمَنِي بِحِمَاكَ الْمُخْتَمِي فَرْعًا إِلَّا وَعَادَ بِأَمْنٍ مَالَهُ خَضِرُ

﴿ترجمہ﴾ اور نہ کسی پناہ لینے والے نے گھبرا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں پناہ لی مگر امن و امان کے ساتھ واپس ہوا کہ

اب اس کو کسی بدرقہ کی ضرورت نہیں۔

وَلَا آتَاكَ فَقِيرُ الْحَالِ ذُو أَمَلٍ إِلَّا وَفَاضَ مِنَ الْأَنْزِلِ لَهُ نَهْرُ

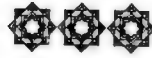
﴿ترجمہ﴾ اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی فقیر حال امیدوار حاضر ہوا مگر اس کے نشان قدم ہی سے اس کے لئے نہر

حوائج کی جاری ہوگئی۔

وَلَا آتَاكَ امْرَأَةٌ مِّنْ ذُنْبِهِ وَجِلَّ
﴿ترجمہ﴾ اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی شخص اپنے گناہ سے ڈوبا ہوا یا مگروہ عفو کے ساتھ بخشا ہوا گیا۔

وَلَا دَعَاكَ لَهَيْفَةٍ عِنْدَ نَازِلَةٍ
﴿ترجمہ﴾ اور نہ کسی مغموم نے کسی حادثہ کے وقت آپ کو پکارا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے عون اور آسانی نے اس کو
لیک کہا۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلَى حَبِيبِكَ مَن رَّانَتْ بِهِ الْعَصْرُ
﴿ترجمہ﴾ اے پروردگار! اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس سے کہ زمانوں نے زینت پائی ہمیشہ ابد الابد تک درود و رحمت
بھیج۔



طبرانی جامع صغیر میں روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:
اَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ اِلَى ذَوِي الرَّحْمَةِ مِنْ اُمَّتِي تُرْزَقُوا وَتُنَجَّحُوا بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَقُوْلُ رَحْمَتِي
فِي ذِي الرَّحْمَةِ مِنْ عِبَادِي وَلَا تَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ عِنْدَ الْقَاسِيَةِ فَلَنُورِزَقُوا وَلَا تَنْجَحُوا فَاِنَّ اللّٰهَ
يَقُوْلُ اِنْ سَخَطْتُ فِيْهِمْ.

﴿ترجمہ﴾ تم اپنی حاجتیں میری امت کے رحم دل لوگوں سے طلب کرو تم کو رزق ملے گا اور تم کامیابی حاصل کرو گے کیونکہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے بندوں میں سے رحم دل لوگوں میں ہے، اور سنگ دل لوگوں سے مراد میں نہ مانگو
کہ تم کو نہ رزق ملے گا نہ کامیابی حاصل ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن پر میرا غضب ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام واولیاء عظام وصالیاء عالی مقام سے غائبانہ استمداد کرنے کا جواز

﴿۱﴾ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْفَلَتَتْ ذَابَّةُ أَحَدِكُمْ فَلْيُنَادِ أَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللَّهِ! رَحِمَكُمُ اللَّهُ. (رَوَاهُ الْبُزَّارُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب کسی کا چوپایہ بھاگ جائے تو چاہئے کہ یوں پکارے:

أَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللَّهِ! رَحِمَكُمُ اللَّهُ: مدد کرو میری اے خدا کے بندو! اللہ تم پر رحم کرے۔ (حسن حسین)

﴿۲﴾ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئًا أَوْ أَرَادَ أَحَدُكُمْ عَوْنًا وَهُوَ بَارِضٌ لَيْسَ بِهَا أَيْنِسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللَّهِ! أَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللَّهِ! أَعِينُونِي فَإِنَّ لِلَّهِ عِبَادًا وَلَا تَرَاهُمْ وَقَدْ جُرِبَ ذَلِكَ. (رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عتبہ بن غزوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد چاہے اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمد نہ ہو تو اسے چاہئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! کیونکہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے (وہ اس کی مدد کریں گے) طبرانی کہتے ہیں کہ یہ بات بارہا آزمائی گئی بالکل صحیح نکلی۔ (حسن حسین)

(نامی ۲ نے ایک دفعہ آزمایا اور صحیح پایا)

﴿۳﴾ عَنْ بَنِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْفَلَتَتْ ذَابَّةُ أَحَدِكُمْ بَارِضٌ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ يَا عِبَادَ اللَّهِ! احْبِسُوا عَلَيَّ يَا عِبَادَ اللَّهِ! احْبِسُوا عَلَيَّ فَإِنَّ لِلَّهِ فِي الْأَرْضِ حَاضِرًا سَيَحْبِسُهُ عَلَيْكُمْ. ۳

﴿ترجمہ﴾ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب کسی کا جانور جنگل میں بھاگ جائے تو یوں ندا کرے کہ اللہ کے بندو! روکو، اللہ تعالیٰ کے کچھ مخلوق زمین میں ہوتی ہے وہ اُسے تمہارے لئے روک دے گی۔ (ابن السنی)

۱۔ المعجم الکبیر، ج ۱، ص ۱۱۷، ۱۱۸۔

۲۔ اس سے مراد مولانا غلام دنگیر نامی ہیں جو لاہور کے مشہور عالم دین، پیر طریقت اور کثیر التصانیف بزرگ تھے۔

۳۔ المعجم الکبیر، ج ۱، ص ۲۱۷۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

﴿۴﴾ عَنْ بَنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللَّهِ!

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، مدد کرو اے اللہ کے بندو۔

(ابن شیبہ، بزار)

اگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ (رَجَالُ الْغَيْبِ) کو غائب میں پکارنا شرک ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی ایسا نہ فرماتے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رجال الغیب کو پکارنا جائز ہے ہاں باطل معبودوں اور بتوں کو پکارنا البتہ ممنوع اور شرک ہے۔ دیکھئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ندائے غیبیہ سے پکارنے اور غیر اللہ سے مدد مانگنے کی کیسی صاف طور پر تعلیم فرمائی، کیا اب بھی کوئی نا سمجھ ایسے کلمات کو شرک کہہ سکتا ہے، کیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر آیت اِذَا كُنْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ حَقِيقَتِ یہ ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنا اور ان کو غائب میں خطاب حاضر کرنا شرک ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی ایسی تعلیم نہ دیتے۔ غرض ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا اور ان کو غائب میں خطاب حاضر کرنا شرک نہیں ہے بلکہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عین مطابق ہے۔

اولیاء اللہ کی برکت سے عذاب کا ملنا، فتح پانا، بادلوں کا آنا:

مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

الْأَبْدَالُ يَكُونُ بِالشَّامِ وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلًا كُلُّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللَّهُ مَكَانَهُ رَجُلًا يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمُ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَيُضْرَفُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ.

﴿ترجمہ﴾ ابدال ملک شام میں ہوتے ہیں وہ چالیس مرد ہیں، جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک قائم مقام کر دیتا ہے، انہیں کی وجہ سے بادل لائے جاتے ہیں انہیں کی بدولت دشمنوں پر نصرت دی جاتی ہے، انہیں کی برکت سے اہل شام سے عذاب دفع کئے جاتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مَرْقَاتُ الْمَفَاتِيح میں ایک حدیث ابن عساکر سے بروایت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

وَبِهِمْ يُدْفَعُ الْبَلَاءُ عَنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ.

﴿ترجمہ﴾ ان کی برکت سے اس اُمت سے بلا دفع کی جاتی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ اَطْيَبُ النِّعَمِ میں اِزْقَامُ فرماتے ہیں:

وَأَنْتَ مُجِيرٌ مَنْ هُجُومَ مُلِئَةٍ إِذَا انْشَبَتْ فِي الْقَلْبِ شَرُّ الْمُخَالِبِ

﴿ترجمہ﴾ یعنی آپ مصیبت کے حملہ آور ہونے کے وقت پناہ دینے والے ہیں جب وہ اپنے سخت نچے قلب میں گاڑ دے۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اولیاء اللہ کوندا اور ان سے استمداد جانتا ہے:

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی الاعلان ارشاد فرماتے ہیں کہ تکالیف و مصائب کے وقت مجھ کو پکارو اور میرا تو ٹل پکڑو تو تمہاری تکالیف اور حاجات برآئیں گی، چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبدۃ الآثار میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ اسْتَعَاثَ بِي فِي كُرْبَةٍ كَشِفَتْ عَنْهُ وَمَنْ نَادَى بِاسْمِي فِي شِدَّةٍ فُرِجَتْ عَنْهُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِي إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي حَاجَتِهِ قُضِيَ لَهُ وَمَنْ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ يَفْرَأُ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ سُورَةَ الْإِخْلَاصِ إِحْدَى عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ السَّلَامِ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ ثُمَّ يَخْطُو إِلَى جِهَةِ الْعِرَاقِ إِحْدَى عَشْرَةَ خُطْوَةً يَذْكُرُ فِيهَا اسْمِي وَيَذْكُرُ حَاجَتَهُ فَإِنَّهَا تُقْضَى.

﴿ترجمہ﴾ جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف دفع ہو، اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے تو ٹل کرے وہ حاجت برآئے اور جو دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے پھر سلام پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجے پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے ان میں میرا نام لیتا جائے اور اپنی حاجت یاد کرے اس کی وہ حاجت روا ہو۔

اس نماز کا نام صلوٰۃ غوثیہ اور صلوٰۃ اسرار ہے، یہ روایت ایسی صحیح اور مستند ہے کہ اس پر بڑے بڑے ائمہ محدثین نے گواہی دی ہے اور اپنی اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر کیا ہے چنانچہ:

- ﴿۱﴾ شیخ مجد الدین شیرازی فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ مصنف قاموس فیروض الناظرین میں۔
 - ﴿۲﴾ شیخ محمد سعید زنجانی رحمۃ اللہ علیہ نے نُزْهَةُ الْخَوَاطِر میں۔
 - ﴿۳﴾ شیخ شہاب الدین قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے رَوْضُ الزَّاهِر میں۔
 - ﴿۴﴾ امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصۃ المفاحر میں۔
 - ﴿۵﴾ شیخ محمد یحییٰ التتانی رحمۃ اللہ علیہ نے قلائد الجواہر میں۔
 - ﴿۶﴾ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے زبدۃ الاسرار (مختصر بہجۃ الاسرار) میں۔
 - ﴿۷﴾ شاہ ابوالعالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ قادریہ میں۔
 - ﴿۸﴾ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نزہۃ الخاطر الفاتر میں۔
- ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وظیفہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں:
- وَقَدْ جُرِّبَ ذَلِكَ مَرَارًا فَصَحَّ.

یعنی اور تحقیق یہ وظیفہ بارہا آزمایا اور تجربہ کیا صحیح اور درست نکلا۔

ہمہ شیرانِ جہاں بستہ این سلسلہ اند آن سگرے کیست کہ بگسلد این سلسلہ را
(ترجمہ) دنیا کے سارے شیر اس زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں ایسا کتا کون ہو سکتا ہے کہ اس زنجیر کو توڑ سکے؟

شیخ شہاب رملی انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک
انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے مدد مانگنا جائز ہے

شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ندائے غیبیہ کو خطاب حاضر کرنا جائز فرماتے ہیں چنانچہ فتاویٰ شیخ الاسلام رملی انصاری میں ہے:

سُئِلَ عَمَّا يَقَعُ مِنَ الْعَامَّةِ مِنْ قَوْلِهِمْ عِنْدَ الشَّدَائِدِ يَا شَيْخُ فَلَانْ! وَنَحْوُ ذَلِكَ مِنَ الْإِسْتِعَاثَةِ بِالْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ وَالصَّالِحِينَ وَهَلْ لِلْمَشَائِخِ إِغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ أَمْ لَا؟ فَاجَابَ بِمَانَصَّةٍ أَنَّ الْإِسْتِعَاثَةَ بِالْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ جَائِزَةٌ وَلِلْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ إِغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ.

(ترجمہ) شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ عوام الناس جو مصائب کے وقت انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور صالحین (اولیاء) سے فریاد کرتے ہیں، یا شیخ فلاں اور مثل اس کے کلمات کہتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں، اور کیا مشائخ (اولیاء) وصال کے بعد بھی مدد کرتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور اولیاء و صالحین سے مدد مانگنی جائز ہے، اور انبیاء و رسول اور اولیاء و صالحین موت کے بعد بھی امداد فرماتے ہیں۔

مردہ کی مدد زندہ کی امداد سے زیادہ قوی ہے:

شیخ احمد بن زروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گفت کہ حضرت شیخ ابو العباس حضرمی
ازمن پرسید کہ امدادِ حی قوی ہست یا امدادِ میت؟ من گفتم قومے میگویند کہ امدادِ حی قوی
است ومن مے گویم امدادِ میت قوی است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساطِ حق و در
حضرتِ اوست۔ (بہجۃ الاسرار)

(ترجمہ) شیخ احمد بن زروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو العباس حضرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے پوچھا
کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی؟ جواب میں میں نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ مردہ کی
مدد زیادہ قوی ہے، شیخ نے فرمایا کہ بے شک کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہے۔

انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے براہ راست مدد مانگنا:

تو شل کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ خود انبیاء علیہم السلام سے براہ راست مدد و اعانت مانگی جائے اور اپنا مقصود اُن سے طلب کیا جائے مثلاً:

يَا رَحْمَةَ اللَّهِ إِنِّي خَائِفٌ وَجَلٌّ يَا نِعْمَةَ اللَّهِ إِنِّي مُفْلِسٌ عَانٍ

﴿ترجمہ﴾ اے اللہ کی رحمت! میں خوفزدہ اور تشویش ناک ہوں، اے اللہ کی نعمت! میں مفلس اور تکلیف زدہ ہوں۔

فَكُنْ أَمَانِي مِنْ شَرِّ الْحَيَاةِ وَمِنْ شَرِّ الْمَمَاتِ وَمِنْ إِخْرَاقِ جِسْمَانِي

﴿ترجمہ﴾ پس تم میری زندگی کے شر سے مجھے امن دلاؤ، اور موت کے شر سے اور میرے جسم کو عذابِ نار سے۔

یا محمد بمن بے سرو ساماں مددے قبلہ دین مددے کعبہ ایمان مددے

﴿ترجمہ﴾ یا رسول اللہ! مجھ بے سرو سامان کی مدد فرمائیے اے دین کے قبلہ! اور اے ایمان کے کعبہ! کچھ مدد فرمائیے۔

یا نبی کشتی اُمت بکفِ ہمت تست اندریں ورطۂ غم صدمۂ طوفان مددے

﴿ترجمہ﴾ یا رسول اللہ! انسانیت کی کشتی آپ کی توجہ مبارک کی ہتھیلی کے سپرد ہے اس غم کے گرداب اور طوفان کے دھکامیں مدد کیجئے۔

ما گدائیم تو سلطانِ دو عالم شدہ شاہ شاہاں مددے شاہ گدایاں مددے

﴿ترجمہ﴾ ہم مگتے ہیں اور آپ دو جہاں کے بادشاہ ہیں، اے بادشاہوں کے بادشاہ! اور اے منکوں کے لئے شاہ! کچھ مدد کیجئے۔

عاصیم پُر گناہم سخت غریبے دارم رحم فرما ز غریبے غریباں مددے

﴿ترجمہ﴾ ہم گناہ گار ہیں، گناہوں سے پُر ہیں اور غریب ہیں غریبوں کی غربت پر رحم فرمائیے کچھ مدد کیجئے۔

شیئاً لہ چوں گدائے مستمند الممدد خواہم ز شاہ نقشبند

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ عطاء ہو کیوں کہ میں حاجت مند فقیر ہوں، میں شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے مدد چاہتا ہوں۔

امداد کن امداد کن از بند و غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا غوثِ اعظم دستگیر

﴿ترجمہ﴾ اے غوثِ اعظم! ہاتھ کو تھامنے والے! مدد فرمائیے، مدد فرمائیے، غم اور قید سے رہائی دیجئے، دین و دنیا میں مجھے شاد فرمائیے۔

اگر مسئول مسئول عنہ کا اختیاری ہے تو اس قسم کا تو شل انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے بلا خلاف جائز ہے، کیونکہ ارواح مقدسہ مُدَبَّرَات سے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ افعال اختیار یہ کو اچھی طرح کر سکتے ہیں، چنانچہ قاضی بیضاوی، امام رازی، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ اور محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندائے غائبانہ کر کے مرضِ فالج سے شفا پائی:

منقول ہے کہ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصیبتِ قصیدہ بردہ راستے میں جاتے ہوئے یکا یک مرضِ فالج میں مبتلا ہو گئے اس وقت ان کے ہمراہ نہ تو کوئی رفیق تھا اور نہ کوئی اور مددگار تھا جو ان کو منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا، پس انہوں نے اسی حالت میں یہ قصیدہ بردہ تصنیف کیا جس کے دو شعر یہ ہیں:

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِي مَنْ اَلُوذِيهِ سِوَاكَ عِنْدَ خُلُولِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

(آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں التجا کرتے ہیں) کہ اے بزرگ ترین خلاق! میرے لئے عام حادثہ اور مصیبت کے وقت آپ کے سوا کوئی نہیں ہے جس کے ساتھ پناہ مانگوں۔

وَلَنْ يَضِيقَ رَسُولَ اللَّهِ جَاهُكَ بِيْ اِذَا الْكَرِيْمُ تَجَلَّى بِاسْمِ مُنْتَقِمِ

اور اے رسول! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی شان ہماری شفاعت کرنے سے کچھ کم نہ ہوگی، جس وقت اللہ تعالیٰ صفتِ انتقام سے ظہور فرمائے گا۔

الغرض جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استیغاثہ کیا اور قصیدہ کو ختم کیا تو ان کو یک بیک نیند سی آ گئی، خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں اور میری حالت کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے جسم پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا، جب میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے آپ کو بالکل تندرست پایا، اور فالج کا نام و نشان تک نہ دیکھا۔

گم شدہ اونٹوں کی بازیافت یا غوثِ اعظم پکارنے سے:

علامہ شیخ نور الدین شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھجۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن جبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”میں ہمدان میں دمشق کے ایک شخص سے ملا اور وہ بشر قرظی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شہر نیشاپور میں ملاقی ہوا، اس کے ہمراہ چودہ اونٹ شکر سے لدے ہوئے تھے، اس نے کہا کہ ہم نے ایک ایسے خوفناک جنگل میں جا کر رات گزاری جہاں کوئی شخص بھی خوف کے مارے ٹھہر نہیں سکتا تھا، غرض جب میں نے رات کے وقت اونٹوں کی پڑتال کرنی شروع کی تو چار اونٹ کم لکے، میں نے ادھر ادھر ان کی بڑی تلاش و تجسس کی مگر کہیں دستیاب نہ ہوئے، آخر میرے ہمراہی مجھے تنہا چھوڑ کر چل دیئے، صرف ایک ساربان میری خاطر ٹھہر گیا، اس نے بھی اونٹوں کے تلاش کرنے میں میری بڑی مدد کی، لیکن جب صبح نمودار ہوئی تو مجھے غوثِ پاک کا ارشاد یاد آ گیا کہ آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ:

”اگر تو کبھی کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو مجھے یاد کرنا فوراً رفع ہو جائے گی“

میں نے اسی وقت باوازِ بلند پکارا:

”یا حضرت شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے اونٹ گم ہو گئے ہیں اللہ کے لئے میری مدد کیجئے“

تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مشرق کی طرف ٹیلہ پر کھڑا ہے، جس کے کپڑے سفید براق ہیں، اس نے مجھے اشارے سے بلایا میں اسی وقت اٹھ کر اس شخص کی طرف چل پڑا جب میں اس ٹیلہ پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں نہ تو کوئی آدمی ہے اور نہ چرند پرند، اور وہ شخص بھی غائب تھا اسی حیرانی میں، میں نے ادھر ادھر دیکھا تو اپنے گم شدہ اونٹوں کو وہاں پایا..... میں نے نہایت خوشی سے اونٹوں کو جا کر پکڑا اور ساربان کے حوالہ کیا، پھر ہم جلدی جلدی قدم اٹھا کر قافلے کے ساتھ جا ملے، قافلہ والوں نے دریافت کیا کہ اونٹ کس طرح ہاتھ آئے؟ میں نے تمام واقعہ بیان کر کے کہا کہ وہ ٹیلے والے شخص غوث پاک تھے کہ وہ یاد کرنے پر حاضر ہو کر بتلا گئے، یہ واقعہ سن کر تمام قافلہ والے حضرت غوث پاک کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

غوث پاک کو پکار کر ڈاکوؤں کے ہاتھ سے رہائی پانا:

شیخ نور الدین شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھجۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”شیخ ابو عمر عثمان صریغینی اور شیخ ابو محمد عبدالحق حریبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے مروی ہے کہ ہم بروز اتوار ۳/ صفر ۵۹۹ھ ہجری بغداد کے مدرسہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یکا یک اٹھ کر وضو کیا اور دو گنا نہ ادا کیا، پھر بڑے زور سے نعرہ مارا اور اپنی ایک کھڑاؤں کو اٹھا کر ہوا میں پھینک دیا اور وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی، پھر آپ نے دوبارہ نعرہ مارا اور دوسری کھڑاؤں کو بھی ہوا میں پھینک دیا وہ بھی غائب ہو گئی، پھر آپ خاموش ہو کر بیٹھ گئے لیکن حاضرین میں سے کسی کو اس راز کے دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی، لیکن تیس (۲۳) روز کے بعد عجم کے شہروں سے ایک قافلہ آیا اور کہنے لگے کہ ہم نے غوث پاک کو نذر دینی ہے حضرت شیخ سے اجازت مانگی کہ کیا ان سے نذر لی جائے، آپ نے فرمایا کہ ہاں لے لو، انہوں نے ایک سیر ریشم چندریشمی کپڑے، تھوڑا سا سونا اور شیخ کی دو کھڑائیں دیں، ہم نے ان سے پوچھا کہ یہ کھڑائیں کہاں سے ملیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم اتوار کے روز ۳/ صفر کو جا رہے تھے کہ راستہ میں ہم پر عرب کے بدو حملہ آور ہوئے انہوں نے ہمارا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور ہم میں سے بعض کو مار ڈالا اور بعض کو زخمی کیا، پھر وہ جنگل کی طرف بھاگ گئے، ہم بھی ان کے پیچھے ہو گئے، وہ ایک جگہ ٹھہر کر وہ مال و اسباب آپس میں تقسیم کرنے لگے، یکا یک ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس وقت ہم غوث پاک سے فریاد کریں اور ان سے مدد مانگیں تو ہماری مشکل آسان ہو جائے گی، اور مال کے مل جانے پر کچھ حصہ نذر دیا جائے گا، غرض ہم نے باواز بلند پکارنا شروع کیا:

یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اَلْمَدْد!

تھوڑی دیر کے بعد ایسی خوفناک آواز آئی کہ تمام لوگ کانپ اٹھے، ہم نے خیال کیا کہ شاید لٹیروں پر اور زبردست ڈاکو حملہ

آور ہو گئے ہیں، ابھی ہم یہ خیال کر رہے تھے کہ چند آدمی دوڑتے ہوئے ہمارے پاس آ کر کہنے لگے کہ چل کر اپنا تمام مال و اسباب گن کر لے لو اور جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے اس کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرو، چنانچہ ہم ان کے ساتھ چل کر وہاں پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ ان لیروں کے دوسرا درمرے پڑے ہیں اور ان دونوں کے پاس ایک ایک گیلی کھڑاؤں پڑی ہوئی ہے، غرض انہوں نے ہمارا تمام مال و اسباب دے کر کہا کہ یہ کوئی راز ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکے، ہم نے اس راز کا انکشاف کیا، جب لیروں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ کرامت دیکھی تو سب کے سب تائب ہو کر غوث پاک کی خدمت مبارک میں پہنچ کر بیعت مسنونہ سے شرف یاب ہوئے اور تھوڑے ہی عرصے میں حضرت کی توجہ سے سب کے سب ولی اللہ ہو گئے۔

دستِ پیر از غائبان کوتاہ نیست دستِ او جز قبضۃ اللہ نیست

﴿ترجمہ﴾ شیخ کا ہاتھ اپنے غائب مریدوں کی مدد سے کوتاہ نہیں ہوتا کیوں کہ اُس کا ہاتھ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

التماس

لو خبر میری خدا را غوثِ اعظمِ دُستگیر	پھر رہا ہوں بے سہارا غوثِ اعظمِ دُستگیر
ہو رہے ہیں ہم غریقِ بحرِ عصیاں المدد	ہاتھ پکڑو اب ہمارا غوثِ اعظمِ دُستگیر
چھوڑ کر جاؤں کدھر میں آپ کو فرمائیے	ہے کہاں تم سا سہارا غوثِ اعظمِ دُستگیر
کس کے درجاؤں پکاروں کس کو اے فریادرس!	کون ہے تم بن ہمارا غوثِ اعظمِ دُستگیر
آتشِ دوزخ جلاوے گی مجھے کیا تاب ہے	نام لیوا ہوں تمہارا غوثِ اعظمِ دُستگیر
کون ہے جو آپ کے دیگر مرا حاجت روا	دو مجھے اپنا سہارا غوثِ اعظمِ دُستگیر
قبر میں پرسش کریں گے جب فرشتے آن کر	نام کہہ دوں گا تمہارا غوثِ اعظمِ دُستگیر
پار اُس کا ہو گیا بیڑا حکمِ ذوالجلال	آپ کو جس نے پکارا غوثِ اعظمِ دُستگیر
ہوتی رہے ان کی تسلی دُستگیرِ بیکساں	رات دن پڑھتے ہیں جو غوثِ اعظمِ دُستگیر

حضرت نجم الدین علیہ الرحمہ کا امام رازی کو غائبانہ امداد دینا:

ایک روز حضرت نجم الدین کمرای رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حسب معمول وضو کر رہے تھے اور آپ کا ایک مرید پانی ڈال رہا تھا کہ یکا یک آپ بے خیال ہو گئے حتیٰ کہ ایک ہاتھ کے دھونے میں تین لوٹے پانی صرف ہو گیا، اس اثناء میں آپ نے ایک چلو پانی مغرب کی طرف پھینکا اور کہا کہ:

”کیوں نہیں کہتے ہم بغیر دلیل کے خدا کو واحد مانتے ہیں“

کیونکہ خدا بدیہات میں سے ہے، اور بدیہی کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

یہ کلمات سُن کر آپ کا مرید اور بھی متعجب ہوا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مرید نے موقع پا کر آپ سے عرض کیا آج کیا بات تھی آپ نے صرف ایک ہاتھ دھونے میں تین لوٹے خرچ کر دیئے حالانکہ تمام وضو کے لئے صرف ایک لوٹا خرچ ہوا کرتا تھا، اور نیز آپ نے خلاف معمول ایک چلو پانی مغرب کی طرف پھینکا؟ آپ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ امام فخر الدین رازی نزاع کی حالت میں ہیں اور شیطان نے اُن کو تنگ کر رکھا ہے وہ ان سے سوال کرتا ہے کہ خدا کی ہستی کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے یکے بعد دیگرے ایک سو ساٹھ دلیلیں پیش کیں وہ سب کو رد کرتا جاتا تھا، حتیٰ کہ ایک دلیل باقی رہ گئی، قریب تھا کہ وہ لا جواب ہو کر کافر ہو جاتے، اُن کی یہ حالت دیکھ کر میں نے ایک چلو پانی ان کے سینہ کی طرف پھینک کر کہا کہ تم یہ کہو کہ میں بے دلیل خدا کو مانتا ہوں، چنانچہ اُسی وقت انہوں نے شیطان کو یہی جواب دیا وہ یہ سُن کر بھاگ گیا، آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز کے لئے امام صاحب میری ملاقات کے لئے آئے تھے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بریا

﴿ترجمہ﴾ اولیائے کرام کے ساتھ کچھ وقت کی مجلس سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہوتی ہے۔

چند قصائد و اشعار بمضمون ندائے غائبانہ

ذیل میں ہم چند قصائد و اشعار اکابر امت کے لکھے ہوئے نقل کرتے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غائبانہ استغاثہ و استمداد کی گئی ہے، یہ کلام ان لوگوں پر حجت ہے جو ندائے غائبانہ کو شرک ٹھہراتے ہیں۔

﴿۱﴾ قصیدہ

از شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنام قصیدہ اَطِيبُ النَّعْمِ فِي مَدْحِ سَيِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ :

تَطَلَّبْتُ هَلْ مِنْ نَاصِرٍ أَوْ مُسَاعِدٍ أَلُوذُ بِهِ مِنْ خَوْفِ سُوءِ الْعَوَاقِبِ

میں نے تلاش کی کہ کیا کوئی مددگار یا دستگیر ہے جس سے میں انجامِ امور کی خرابی سے پناہ لوں۔

فَلَسْتُ أَرَى إِلَّا الْحَبِيبَ مُحَمَّدًا رَسُولَ إِلَهِ الْخَلْقِ جَمِّ الْمَنَاقِبِ

تو مجھے کوئی نظر نہ آیا مگر پیارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خدائے عالم کے رسول ہیں اور بڑی صفات والے ہیں۔

وَمُعْتَصِمَ الْمَكْرُوبِ فِي كُلِّ غَمْرَةٍ وَمُتَّجِعَ الْغُفْرَانِ مِنْ كُلِّ تَائِبٍ

اور مصیبت زدہ کا سہارا ہیں ہر مشکل میں، اور ہر تائب کیلئے مغفرت تلاش کرنے کی جگہ ہیں۔

مَلَأَ عِبَادَ اللَّهِ مَلَجًا خَوْفُهُمْ إِذَا جَاءَ يَوْمٌ فِيهِ شَيْبُ الذَّوَائِبِ

آپ اللہ کے بندوں کیلئے پناہ ہیں اور ان کے خوف میں جائے رجوع، جب وہ دن آئے گا جس میں سر کے بال سفید

پڑ جائیں گے۔

وَأَحْسَنَ خَلْقِ اللَّهِ خُلُقًا وَخِلَقَةً وَأَنْفَعَهُمْ لِلنَّاسِ عِنْدَ النَّوَائِبِ

اور اللہ کی ساری مخلوق سے خُلق اور پیدائش میں اچھے ہیں اور سب سے بڑھ کر لوگوں کیلئے مصائب میں نفع رساں ہیں۔

وَأَنْفَعَهُمْ لِلنَّاسِ عِنْدَ النَّوَائِبِ وَيَا خَيْرَ مَا مَوْلٍ وَيَا خَيْرَ وَاهِبٍ

اور اے اللہ کی مخلوق میں سب سے اچھے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی رحمت ہو، اور اے ان لوگوں سے اچھے! جن سے اُمید کی جاتی

ہے اور اچھے عطاء کر نیوالے۔

وَيَا خَيْرَ مَنْ يُرْجَى لِكَشْفِ رِزِيَّةٍ وَمَنْ جُودُهُ قَدْ فَاقَ جُودَ السَّحَابِ

اور اے ان لوگوں سے اچھے! جن سے مصیبت دفع کرنے کی اُمید کی جاتی ہے، اور وہ کہ جن کی بخشش بادلوں کی بارش سے بڑھ کر ہے۔

وَأَنْتَ أَغْلَى الْمُرْسَلِينَ مَكَانَةً وَأَنْتَ لَهُمْ شَمْسٌ وَهُمْ كَالثَّوَائِبِ

اور بے شک آپ تمام پیغمبروں سے درجہ میں بڑھ کر ہیں، اور آپ ان کے لئے آفتاب ہیں اور وہ ٹوٹنے والے تاروں کی مثل ہیں۔

وَأَنْتَ شَفِيعٌ يَوْمَ لَا دُوزِفَاعِيَّةٍ بِمُغْنٍ كَمَا أَلْنَى سَوَادُ بْنُ قَارِبٍ

اور آپ شفیع ہیں جس روز کوئی شفاعت والا کافی نہ ہوگا جیسے کہ سواد بن قارب نے تعریف کی ہے۔

وَأَنْتَ مُجِيرِي مَنْ هَجُومَ مُلِمَّةٍ إِذَا نَشَبَتْ فِي الْقَلْبِ شَرُّ الْمُخَالِبِ

اور آپ مجھے پناہ دینے والے ہیں حادثہ کے ہجوم سے جب اس نے دل میں سخت پختہ گڑھے ہوئے ہوں۔

فَمَا آتَا أَخْشَى أَرْمَةً مُذْ لَهُمَّةٍ وَمَا آتَا مِنْ رَيْبِ الزَّمَانِ بِرَاهِبٍ

بس میں نہ کسی تار یک قط سے ڈرتا ہوں، اور نہ میں زمانہ کی گردش سے خائف ہوں۔

فَإِنِّي مِنْكُمْ فِي فِلَاحِ حَصِينَةٍ وَحَدِّ حَدِيدٍ مِّنْ سُيُوفِ الْمَعَارِبِ

کیونکہ میں آپ کی بدولت مضبوط قلعوں میں پناہ گیر ہوں اور جنگجو (محافظ) کی تلواروں کی تیز دھاروں میں۔

از مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

تَقْضَى شَبَابُ الْعُمْرِ فِي غَفْلَتِي سُدَى وَمَا زِلْتُ فِي قَيْدِ الْمَعَاصِي مُقَيَّدَا

زندگی کا شباب میری غفلت میں رائیگاں تلف ہو گیا اور میں ہمیشہ گناہوں کی قید میں گرفتار رہا۔

وَلَمْ أَذْخِرْ لِلذَّنْبِ عُذْرًا مِّمَّهَذَا فَلَسْتُ أَرَى إِلَّا الْحَبِيبَ مُحَمَّداً

اور میں نے گناہ کے لئے کوئی باقاعدہ عذر نہ تیار کیا پس میں (کسی کو مددگار) نہیں دیکھتا مگر پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

رَسُولَ إِلَهِ الْخَلْقِ جَمِ الْمَنَاقِبِ

جو خداوند مخلوقات کے پیغمبر ہیں بڑی صفات والے ہیں۔

مَدَارُ وَجُودِ الْكَوْنِ فِي كُلِّ لَحْظَةٍ وَمِفْتَاحُ بَابِ الْجُودِ فِي كُلِّ عُسْرَةٍ

آپ ہر وقت وجود کائنات کے مدار ہیں ہر گئی میں بخشش کے دروازے کی کلید ہیں۔

وَمُتَمَسِّكُ الْمَلْهُوفِ فِي كُلِّ شِدَّةٍ وَمُعْتَصِمُ الْمَكْرُوبِ فِي كُلِّ غَمْرَةٍ

اور ہر سختی میں مغموم کا سہارا ہیں اور ہر مشکل میں مصیبت زدہ کا سہارا ہیں۔

وَمُنْتَجِعُ الْغُفْرَانِ مِنْ كُلِّ تَائِبٍ

اور ہر توبہ کرنے والے کیلئے بخشش تلاش کرنیکی جگہ ہیں۔

وَمَقْصِدُ أَهْلِ اللَّهِ كَعْبَةُ طُوفِهِمْ وَمُشَبَّهُهُمْ مَنْ بِرِّهِ مَلَاجُوفُهُمْ

اور اہل اللہ کا مقصد ہیں، ان کے طواف کا کعبہ ہیں اور اپنے احسانات سے ان کو گرسنگی شکم کے وقت پر کر دینے والے ہیں۔

إِلَيْهِ أَشَارُوا فِي عَسَاهُمْ وَسَوْفَهُمْ مَلَاذُ عِبَادِ اللَّهِ مَلَجَا خَوْفَهُمْ

لوگ اپنی امید اور توقع میں انہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں، آپ بندگان خدا کی جائے پناہ ہیں اور ان کے خوف میں جائے رجوع۔

إِذَا جَاءَ يَوْمٌ فِيهِ شَيْبُ الذَّوَابِ

جب وہ دن آئے گا جس میں بال سفید پڑ جائیں۔

إِلَيْكَ تَمُذُّ الْعَيْنُ حِينَ ضَرَاعَةٍ وَفِيكَ يَفِرُّ الْخَلْقُ مِنْ هَوْلِ سَاعَةٍ

عاجزی کے وقت میں آپ ہی کی طرف آنکھ اٹھتی ہے اور قیامت کے خوف سے مخلوق آپ ہی کی طرف دوڑتی ہے۔

وَيَرْجُونَ ذَاكَ الْعَمَّ كُلَّ جَمَاعَةٍ وَأَنْتَ شَفِيعُ يَوْمٍ لَا ذُو شَفَاعَةٍ

اور ہر جماعت آپ ہی کی وسیع بخشش کی امیدوار ہے اور آپ شفاعت کرنیوالے ہیں اس روز جب کوئی شفاعت کرنیوالا نہ ہوگا۔

بِمُغْنٍ كَمَا أَتْنِي سَوَادُ بَنٍ قَارِبٍ

کافی نہیں جیسے سواد بن قارب نے تعریف کی ہے۔

بَلَيْتُ بِأَحْزَانٍ تَطُولُ مُعِمَّةً وَفَتْرَةَ عَزْمٍ فِي أُمُورٍ مُهِمَّةٍ

میں غموں میں مبتلا ہوں جو لمبے ہیں وسیع ہیں اور ضروری معاملات میں سختی میں مبتلا ہوں۔

فَأَنْتَ الَّذِي أَرْجُوهُ فِي كَشْفِ غُمَّةٍ وَأَنْتَ مُجِيرِي مَنْ هُجُومَ مُلِمَّةٍ

پس آپ ہی ہیں جن سے رفع غم کی امید رکھتا ہوں اور آپ حادثہ کے ہجوم سے مجھے پناہ دینے والے ہیں۔

إِذَا انْشَبَتْ فِي الْقَلْبِ شَرُّ الْمَخَالِبِ

جب وہ قلب میں سخت پینچے گا زدے۔

وَأَنْ كُنْتُ لَا أَرْغَى غُهُودًا وَذِمَّةً وَلَا أَمِنُ الشَّيْطَانَ شَرًّا وَلَمَّةً

اور اگرچہ میں عہد و پیمان کو نباہ نہیں سکتا اور شیطان کی برائی اور وسوسہ سے امن میں ہوں۔

فَمَا زِلْتُ أَرْجُو مِنْ جَنَابِكَ هِمَّةً فَمَا أَنَا أَخْشَى أَرِمَّةً مُذْلِهِمَّةً

تاہم میں ہمیشہ حضور سے توجہ (ودعا) کا امیدوار ہوں، پس میں نہ کسی تاریک نقطہ سے ڈرتا ہوں۔

وَمَا أَنَا مِنْ رَيْبِ الزَّمَانِ بِرَاهِبٍ

اور نہ زمانہ کی گردش سے خائف ہوں۔

فَلَوْ قَطَعُونِي كُلَّ عِرْقٍ وَلَيْسَنِي وَقَارِبْتُ وَسْطَ الْبَحْرِ غَرَقَ سَفِينِي

پس اگر میری رگ رگ اور بوٹی بوٹی کاٹ ڈالی جائے اور مجھ ہار میں یوں کشتی ڈوبنے لگے۔

فَمَا زِلْتُ خَوْفًا عَنْ مَقَامِ سَكِينَةٍ فَإِنِّي مِنْكُمْ فِي قِلَاعِ حَصِينَةٍ

تو بھی میں اطمینان کے مقام سے سرکنے والا نہیں، کیونکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت مضبوط قلعوں میں پناہ گیر ہوں۔

وَحَدِّ حَدِيدٍ مِّنْ سُيُوفِ الْمَحَارِبِ

اور اس محافظ جنگجو کی تلواروں کی تیز دھاروں میں۔

﴿۳﴾ قصیدہ ہمزئیہ:

از شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ ہمزہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وَأَخْرُمًا لِمَادِحِهِ إِذَا مَا أَحَسَّ الْعِجْزَ عَنْ كُنْهِ النَّاءِ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدح سراجِ حقیقتِ مدح سے (اپنا) عجز محسوس کرے تو اس کا آخری حیلہ یہ ہے کہ:

لِيُنَادِي ضَارِعًا بِخُضُوعٍ قَلْبٍ وَذَلٍّ وَابْتِهَالٍ وَالتَّجَاعِ

نہایت مشتاق ہو کہ خضوع دل سے اور خاکساری وزاری اور التجاء کے ساتھ ندا کرے۔

رَسُولَ اللَّهِ يَا خَيْرَ الْبَرَاءِ يَا نَوَالَكَ ابْتَغِي يَوْمَ الْقَضَاءِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اے مخلوق سے افضل! میں قیامت کے روز آپ کی بخشش کا خواہاں ہوں۔

إِذَا مَا حَلَّ خَطْبٌ مُذْلِهِمْ فَأَنْتَ الْحِصْنُ مِنْ كُلِّ الْبَلَاءِ

جب کوئی تاریک حادثہ آ پڑے تو ہر بلا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی (امن کا) قلعہ ہیں۔

إِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَبِكَ اسْتَنَادْتُ وَفِيكَ مَطَامِعِي وَبِكَ ارْتَجَائِي

آپ ہی کی طرف میری توجہ اور سہارا ہے اور آپ ہی سے میری امید وابستہ اور آپ ہی سے مجھے توقع ہے۔

﴿۴﴾ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ میں دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

فَاغْنِنَا يَا مَنْ هُوَ الْغَوْثُ وَالْغَيْثُ إِذَا أَجْهَدَ الْوَرَى اللَّدَاءُ

پس فریاد رسی کرو ہماری اے وہ! جو فریاد رس اور بارانِ رحمت ہیں، جب تنگ کر دیا غلظ کو سختی نے۔

وَالْجَوَادُ الَّذِي بِهِ تَفْرُجُ الْغَمَّةُ عَنَّا وَتُكْشِفُ الْحَوْبَاءُ

اور وہ جو انمرد ہیں جن کے ہاتھوں دور ہوتا ہے غم ہم سے اور کھل جاتا ہے قلب۔

﴿۵﴾ از یحییٰ صرصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

جو اقرانِ مجد الدین جدّتی الدین بن تیمیہ سے تھے اور جن کو ابن تیمیہ نے کتاب انتصار میں لکھا ہے:

الْفَقِيهُ الصَّالِحُ صَاحِبُ الشَّعْرِ الْمَشْهُورِ.

یعنی وہ ایک نیک فقیہ شاعر ہیں جن کے شعر مشہور ہیں۔

اور حضرت ابنِ اخبب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طبقات میں لکھا ہے:

وَمَدَانِيحُهُ سَائِرَةٌ وَكَانَ حَسَانًا وَقُتْبَةً.

یعنی ان کے نعتیہ قصائد مشہور ہیں اور اپنے زمانے کے حسان ہیں۔

أَلَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْتَ وَسَيِّلتِي إِلَى اللَّهِ إِنْ ضَاقَتْ بِمَارْمُتٍ حِيلَتِي

ہاں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے وسیلہ ہیں اللہ کی طرف، اگر میرے مقصد کی طرف میرا حیلہ قاصر ہے۔

وَأَنْتَ نَصِيرِي فِي خَطُوبٍ تَتَابَعَتْ عَلَيَّ وَذُخْرِي عِنْدَ فَقْرِي وَعَيْلَتِي

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مددگار ہیں حوادث میں جو لگاتار آئیں مجھ پر اور میرے کام آنے والے ہیں میری محتاجی و تنگدستی میں۔

ایک دوسرے قصیدہ میں فرماتے ہیں ۔

يَا سَيِّدِي يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا سَنَدِي
فِي كُلِّ خُطْبٍ ثَقِيلٍ مُّوْجِعِ أَلَمٍ

اے میرے آقا! اے اللہ کے رسول! اے میرے سہارا! ہر بھاری حادثہ اور دردناک تکلیف رساں میں۔

فَاسْتَغْفِرِ اللَّهُ لِي يَا مَنْ إِذَا نَزَلْتُ
لِي شِدَّةٌ أَنْجُوْفِيهِ مِنَ النَّقَمِ

بس میرے لئے اللہ سے بخشش مانگو جب مجھ پر سختی نازل ہوئی تاکہ میں عتاب سے چھوٹ جاؤں۔

﴿۳﴾ وظیفہ یا شیخ عبدالقادر شیناؒ اللہ کے جواز کی تحقیق:

بعض لوگ وظیفہ یا شیخ سید عبدالقادر شیناؒ اللہ کا پڑھنا کفر و شرک کہتے ہیں، حالانکہ تمام محققین صوفی مشرب علماء و صلحاء اس وظیفہ کو مصائب و تکالیف اور قضاے حاجات کے واسطے پڑھنا کسیر فرماتے ہیں، حقیقت میں اگر عقل سلیم سے غور کیا جائے تو پھر شرک کا احتمال جاتا رہتا ہے۔

يَا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ جِيلَانِي شَيْنًا لِلَّهِ :

کے لغوی معنی یا شیخ! یعنی اے بزرگ! عبدالقادر، یعنی بندہ قادر، جیلانی یعنی جیلان (گیلان) کے رہنے والے، شیناؒ اللہ، یعنی کوئی چیز خدا کے واسطے یعنی ”فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ اور ”اَكْرَامًا لِلَّهِ“ و سبجے۔ مطلب یہ ہوا کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی فی سبیل اللہ کوئی چیز عطا فرمائیے۔

خود منکرین شیناؒ کہنے کے مرتکب ہیں منکرین کو بھی منبروں اور پلیٹ فارموں پر یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ اس درویش اور فقیر کو اللہ روٹی دو، کپڑا دو، کرایہ دو، فلاں مولوی صاحب کی امداد کرو، علی ہذا انجمنیں بھی یہی کہتی ہیں کہ

یتیموں کی اللہ امداد کرو، طالب علموں کی مدد کرو، غرضیکہ ہر قوم اور ہر فرقہ شیناؒ اللہ کہتا ہے، مگر فرق صرف یہ ہے کہ بعض لوگ فارسی، اردو، پنجابی اور عربی میں کہتے ہیں، لیکن مطلب سب کا ایک ہی ہے، حالانکہ شرک نہ عربی میں ہے، نہ فارسی میں، نہ اردو میں اور نہ پنجابی وغیرہ میں۔

رفعِ اشتباہ غرض شیناؒ اللہ کہنے میں کسی طرح کا بھی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس کا پڑھنے والا نہ تو حضرت غوث پاک کو خدا سمجھتا ہے اور نہ خدا کا بیٹا، نہ خدا کا شریک، نہ مختار ذاتی، نہ مصہر ف کلی و جزئی، بلکہ ہر وقت عبدالقادر یعنی اللہ کا بندہ جانتا ہے، اور سوال بھی بلفظِ اللہ پیش کرتا ہے، اور آپ کا دور سے سننا بھی باذن اللہ جانتا ہے، اگر آپ امداد فرمائیں تو اس امداد کی توفیق بھی اللہ کی طرف سے خیال کرتا ہے، پھر بھلا عقل سلیم والا اس وظیفہ کو کس طرح شرک کہہ سکتا ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ۔

آبِ خَوَاهِ از جُو بَجُو خَوَاهِ از سَبُو
کَاں سَبُو رَا هَمْ مَدَدِ بَاشَد ز جُو

پانی خواہ نہر سے لویا گھڑے سے (یکساں ہے) کیونکہ گھڑے کو بھی نہر ہی سے (پانی کی) مدد ملتی ہے۔

نُورِ خَوَاهِ از مَہِ طَلَبِ خَوَاهِ ز خُور
نُورِ مَہِ هَمْ آفَتَابِ اسْتِ اَمِ پَسِر

روشنی خواہ چاند سے حاصل کرو یا سورج سے (برابر ہے کیونکہ) اے عزیز! چاند کا نور بھی سورج سے ہے۔

علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ دربارہ جواز یا شیخ عبدالقادر الخ

علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو علامہ علاء الدین خصیفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصنف درمختار کے استاد ہیں وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شینا للہ کو جائز فرماتے ہیں، چنانچہ فتاویٰ خیر یہ میں ہے:

سُئِلَ فِي دِمَشْقَ عَنِ الشَّيْخِ الصَّمَاوِيِّ فِيمَا اغْتَاذَهُ السَّادَةُ الصُّوفِيَّةُ مِنْ حَلَقِ الذِّكْرِ الْجَهْرِيَّةِ فِي الْمَسَاجِدِ مِنَ الْجَمَاعَةِ وَرِثُوا ذَاكَ مِنَ آبَائِهِمْ وَأَجْدَادِهِمْ وَالصَّادِرَةَ عَنْ ذَوِي الْمَعَارِفِ الْإِلَهِيَّةِ كَالْقَادِرِيَّةِ وَالسَّعْدِيَّةِ وَيَقُولُونَ "يَا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ يَا شَيْخَ أَحْمَدَ الرَّفَاعِيِّ شَيْنًا لِلَّهِ" وَنَحْوَ ذَلِكَ وَيَحْضِلُ لَهُمْ فِي أَثْنَاءِ الذِّكْرِ وَجْدٌ عَظِيمٌ.

﴿ترجمہ﴾ دمشق میں شیخ خیر الدین رملی سے شیخ ابراہیم صماوی کی طرف سے سوال کیا گیا دربارہ عادات صوفیہ کے کہ حلقہ میں وہ ذکر جہر مساجد میں کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں پایا ہے اور اشعار صوفیہ جو اہل معارف الہیہ مثلاً قادریہ و سعدیہ سے انہوں نے لئے ہیں پڑھتے ہیں اور وہ "یا شیخ عبدالقادر" "یا شیخ احمد رفاعی شینا للہ" وغیرہ کہتے ہیں اور اٹھائے ذکر میں ان کو وجد عظیم ہوتا ہے۔

أَجَابَ بَعْدَ مَا ذَكَرَ أَنَّ حَقِيقَةَ مَا عَلَيْهِ الصُّوفِيَّةُ لَا يَنْكُرُهَا إِلَّا كُلُّ نَفْسٍ جَاهِلَةٍ غَبِيَّةٍ وَبَعْدَ مَا ذَكَرَ جَوَازَ حَلَقِ الذِّكْرِ وَالْجَهْرِيَّةِ وَإِنْشَادِ الْقَصَائِدِ وَالْأَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ بِمَا صَوَّرَتْهُ وَأَمَّا قَوْلُهُمْ ﴿يَا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ﴾ فَهُوَ نِدَاءٌ وَإِذَا أُضِيفَ إِلَيْهِ شَيْنًا لِلَّهِ فَهُوَ طَلَبُ شَيْءٍ إِكْرَامًا لِلَّهِ فَهُوَ جَائِزٌ وَلَا يَجُوزُ الْإِغْتِرَارُ بِقَوْلٍ مَنْ أَنْكَرَهُ أَوْ نَقَلَهُ مِنَ الْوَهْبَانِيَّةِ نَظَرًا إِلَى أَنَّ مَعْنَاهُ ﴿إَعْطِ اللَّهَ شَيْنًا﴾ وَهَذَا الْمَعْنَى لَا يَجُوزُ قَطْعًا وَعَلَى هَذَا نَقَلَ صَاحِبُ الدَّرِّ الْمُخْتَارِ غَيْرَ جَوَازِهِ، وَالْحَالُ أَنَّهُ لَا يَخْتَلِجُ بِإِلَاحِدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ إِنْ عَظِمَ شَيْنًا (نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ) بَلْ مَعْنَاهُ الصَّحِيحُ لِيْلِكَ الْكَلِمَةِ ﴿إَعْطِنِي شَيْنًا لَوْ جِهَ اللَّهُ أَوْ إِكْرَامًا لِلَّهِ﴾ وَهَذَا جَائِزٌ وَصَحِيحٌ وَنَظِيرُهُ فِي الْقُرْآنِ مَعْمُولٌ وَمَوْجُودٌ ﴿فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ﴾ وَقَدْ رَدَّهَ يَعْنِي صَاحِبَ الدَّرِّ الْمُخْتَارِ فِي هَذَا الْقَوْلِ جَمٌّ كَثِيرٌ مِنَ الْفُقَهَاءِ مِنْهُمْ خَيْرُ الدِّينِ الرَّمْلِيُّ أَسْتَاذُهُ فِي الْفَتَاوَى الْخَيْرِيَّةِ مِنْ هَامِشِ الْفَتَاوَى الْحَامِدِيَّةِ فِي الْجُزْءِ الثَّانِي "مَطْبُوعَةٌ مِصْرَ صَفْحَةُ ٢٨٢. وَفِي رَدِّ الْمُخْتَارِ لِلْعَلَامَةِ الشَّافِيِّ فِي الْجُزْءِ الثَّالِثِ أَنْ يَقُولَ أَرَدْتُ أَنْ أَطْلُبَ شَيْنًا إِكْرَامًا لِلَّهِ تَعَالَى إِنْ قَصَدَ الْمَعْنَى الصَّحِيحَ فَإِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ، هَكَذَا فِي طَوَالِحِ الْأَنْوَارِ شَرْحَ الدَّرِّ الْمُخْتَارِ الشَّيْخِ مُحَمَّدَ عَابِدِ السِّنْدِيَّ ثُمَّ الْمَدَنِيِّ وَفِي الطُّحْطُاطِيِّ عَلَى الدَّرِّ الْمُخْتَارِ.

﴿ترجمہ﴾ جواب (شیخ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے) اس ذکر کے بعد کہ صوفیاء کے دستور العمل اور مشرب کا انکار وہی

شخص کرتا ہے جس کا نفس جاہل و غبی ہے، اور اس ذکر کے بعد کہ ذکر و جہریہ کے حلقے اور قصائد و اشعار کا پڑھنا مسجد میں جائز ہے جواب

دیا، جس کی صورت یہ ہے کہ ان لوگوں کا یا شیخ عبدالقادر کہنا محض ندا ہے اور جب اس ندا کے ساتھ شَیْنًا لِلّٰہ لگایا جائے تو اس کا مطلب کسی چیز کا بوجہ اللہ طلب کرنا ہے اور یہ جائز اور درست ہے اور اس شخص کے قول سے دھوکا کھانا درست نہیں جو اس کا انکار کرتا ہے، یا اس کو وہابیہ سے نقل کرتا ہے اس خیال سے اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کو کچھ دو حالانکہ یہ معنی قطعاً درست نہیں اسی لئے اس کلمہ کا عدم جواز صاحب دُرِّ مختار نے نقل کیا، حالانکہ کسی مسلمان کے دل میں ایسے معنی نہیں گزرتے کہ اللہ محتاج ہے اس کو کچھ دو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ) بلکہ اس کلمہ کے صحیح معنی یہ ہیں کہ مجھ کو کوئی چیز برائے خدا، یا اِکرامِ خدا عطا کرو، اور یہ معنی حق ہیں اور جائز ہیں اور اس کی نظیر قرآن مجید میں بھی پائی جاتی ہے، مثلاً:

﴿فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ﴾ (سورۃ انفال رکوع ۵)

بے شک مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

اور صاحب دُرِّ مختار کی اکثر فقہاء مثلاً علامہ خیر الدین رملی، علامہ شامی، محمد عابد سندھی اور طحاوی وغیرہ نے معنی اوّل کے سمجھنے میں تردید کی ہے، چنانچہ فتاویٰ حامدیہ (فہرہ) جلد دوم صفحہ ۲۸۲، اور رد المحتار شرح در المختار جلد سوم میں ہے کہ کسی چیز کا اِکْرَامُ اللہ طلب کرنا صحیح ہے اور اس میں کسی قسم کا خوف نہیں ہے اسی طرح طَوَالِغُ الْأَنْوَارِ شرح دُرِّ مختار شیخ محمد عابد سندھی ثم المدنی اور طَحْطَاطِی شرح دُرِّ مختار میں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نزدیک وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا جواز:

کتاب دعوت الحق میں لکھا ہے:

هَذَا مَا حَقَّقَهُ الشَّيْخُ عَبْدُ الْحَقِّ الْمُحَدِّثُ الدَّهْلَوِيُّ فِي كِتَابِهِ الْمُسَمَّى بِتَوْصِيلِ الْمُرِيدِ الْمَشْهُورِ بِدَعْوَةِ الْحَقِّ فِي اخْتِصَامِ شَبْرِ الْأَسْمَاءِ الْإِلَهِيَّةِ وَمِمَّا يَسْتَحْفِظُ وَيَسْتَعِصِمُ وَيَتَمَسَّكُ هَذَا الْعَبْدُ فِي قِرَاءَةِ هَذِهِ الْأَحْزَابِ أَنْ يَقْرَأَ عِنْدَ أَوَّلِ كُلِّ شَبْرِ هَذِهِ الصَّيْغَةَ مِنَ الصَّلَاةِ "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَاةً تُنَجِّنَا بِهِامِنْ جَمِيعِ الْأَهْوَالِ وَالْأَفَاتِ الْخ" وَيَسْتَحْضِرُ جَمَالَ الْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ وَيَلْتَجِي إِلَيْهَا وَكَمَالَ الْحَضْرَةِ الْإِلَهِيَّةِ وَيَسْتَعِينُ بِهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَفَاتِ ثُمَّ يَقُولُ هَذِهِ الْكَلِمَةَ عَشْرَ مَرَّاتٍ فَصَاعِدًا ﴿يَا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ شَيْنًا لِلَّهِ﴾ ثُمَّ يَقُولُ ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ ثُمَّ يَشْرَعُ وَيَقُولُ بَعْدَ تَمَامِ كُلِّ شَبْرِ ﴿أَمِينَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ ثَلَاثًا يَا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ شَيْنًا لِلَّهِ ثَلَاثًا﴾ ثُمَّ يَقُولُ ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ ثُمَّ يَشْرَعُ فِي شَبْرِ آخَرَ وَهَذَا اغْتِصَامُ هَذَا الْحَزْبِ عِنْدِي بِإِلْهَامِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَاللَّهُ الْحَفِیْظُ.

﴿ترجمہ﴾ یہ وہ وظیفہ ہے جس کی تصدیق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب تَوْصِيلُ الْمُرِيدِ إِلَى الْمَرَادِ مَشْهُورٌ بِهِ دَعْوَةُ الْحَقِّ میں اسماء الہیہ کے شبر کے شروع میں جس چیز کے ساتھ حفاظت چاہتا اور امن طلب کرتا اور سہارا پکڑتا ہے وہ درود شریف کا یہ صیغہ ہے کہ: ﴿اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَاةً تُنَجِّنَا بِهِامِنْ جَمِيعِ الْأَهْوَالِ وَالْأَفَاتِ الْخ﴾ اور اس وقت حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کا جمال حاضری الذہن کر کے اور اس کی پناہ چاہے اور جناب الہی کا کمال متحضر کرے اور اُس کی پناہ لے تمام آفات سے، پھر یہ کلمہ دس یا زیادہ مرتبہ کہے کہ: ﴿يَا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ شَيْنًا لِلَّهِ﴾ پھر پڑھے ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ پھر شروع کرے اور ہر شبر کے خاتمہ پر ﴿آمِينَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ﴾ تین مرتبہ کہے، یا شیخ عبدالقادر شینا للہ تین مرتبہ، پھر کہے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پھر دوسرا شبر شروع کرے اور یہ اسی حزب کا اعتصام ہے۔ میرے نزدیک اللہ سبحانہ کا الہام ہے اور اللہ حافظ ہے۔

وظیفہ یا گیلانی شینا للہ:

قَالَ الشَّيْخُ الْمُحَقِّقُ عَبْدُ الْحَقِّ الْمَحْدَثُ الدِّهْلَوِيُّ الْبُخَارِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي كِتَابِ دَعْوَةِ الْحَقِّ وَعِبَارَتُهُ "أَقُولُ بِهَذَا اِتِّمَامَ هَذَا الدُّعَاءِ يَا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلِيِّ الْحَسَنِيِّ الْحُسَيْنِيِّ شَيْنًا لِلَّهِ ثَلَاثًا وَفَصَاعِدًا.

﴿ترجمہ﴾ حضرت شیخ الحق عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب دعوت الحق میں فرماتے ہیں اور ان کی عبارت یہ ہے "اس دعاء کے خاتمہ پر میں کہتا ہوں ﴿يَا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلِيِّ الْحَسَنِيِّ الْحُسَيْنِيِّ شَيْنًا لِلَّهِ﴾ تین مرتبہ یا اس سے زیادہ۔

و حضرت شیخ عبدالحق دہلوی در رسالہ ضرب الاقدام می نویسند چوں فقیر در سفرِ حرمین الشریفین در کشتی بودم کہ اکثر اہلِ آن کشتی در برداشتنِ لنگرِ کشتی یاد نامِ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ می کردند فقیری را شنیدم کہ باین کلمات مشغول بود ﴿يَا گیلانی شینا للہ، یا جیلانی شینا للہ..... یا شیخ عبدالقادر شینا للہ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور شیخ ممدوح اپنے رسالہ ضرب الاقدام میں لکھتے ہیں کہ جب فقیر حرمین شریفین کے سفر میں کشتی میں بیٹھا تھا تو اس کشتی کے اکثر مسافر کشتی کا لنگر اٹھانے میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام یاد کرتے تھے ایک فقیر کو میں نے سنا جو ان کلمات میں مشغول تھا: ﴿يَا گیلانی شینا للہ، یا جیلانی شینا للہ، یا شیخ عبدالقادر شینا للہ﴾.

و حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری کہ عالم و فاضل صوفی کامل عالم عامل در وقتِ خود بے نظیر بودند و داد محبت و عشقِ حضرت سید الاولیاء رضی اللہ عنہ دادند مریداں و تلمیذاں خود را بخواندن ﴿يَا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ شَيْنًا لِلَّهِ﴾ ہزار بار وصیت میفرمودند۔

﴿ترجمہ﴾ اور حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری جو عالم و فاضل صوفی کامل اور عالم عامل اپنے وقت میں لامثنیٰ تھے اور حضرت سید الاولیاء رضی اللہ عنہ کے عشق و محبت کی داد دیتے تھے، اپنے مریدوں اور شاگردوں کو ﴿يَا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ شَيْنًا لِلَّهِ﴾ ہزار بار پڑھنے کی وصیت کیا کرتے۔

شیخ شہاب الدین شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

حضرت شیخ شہاب الدین شعرانی تلمیذ بلا واسطہ مولانا شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کہ محدث و فقیہ بود در طبقات در ذکر سید احمد بدوی می آرد کہ عادت اہل مصر و غیرہ ہمیں بود کہ سید احمد شَیْنًا لِلّٰہ۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت شیخ شہاب الدین شعرانی جو مولانا شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے شاگرد بلا واسطہ ہیں جو محدث و فقیہ تھے طبقات کے اندر سید احمد بدوی کے ذکر میں بیان فرماتے ہیں کہ اہل مصر و غیرہ کی عادت ایسی تھی کہ سید احمد کے ساتھ استغاثہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ: ﴿يَا سَيِّدَ أَحْمَدُ شَیْنًا لِلّٰہ﴾

و در رسالہ حسامیہ کہ تصنیف خلف الصدق خواجہ باقی باللہ قدس سرہ در مناقب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ می نویسند کہ زیادہ ازیں چہ منقبت ایشان خواہد بود کہ عوام و خواص حرمین الشریفین یاد آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقب یاد حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میکنند و در پیش آمدنِ مہم ہر کار بعد از التَّجَا بدرگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازو استِغَاثَت جویند و ساکنان حرمین بخواندن شَیْنًا لِلّٰہ یا شیخ عبدالقادر مخصوص و مُلتَزِم اند۔

﴿ترجمہ﴾ اور رسالہ حسامیہ میں جو خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے فرزند کی تصنیف ہے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں لکھا ہے کہ زیادہ اس سے کیا منصب اُن کا ہوگا کہ حرمین شریفین کے عوام و خواص آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد کے بعد کرتے ہیں، اور ہر کام کی مہم پیش آنے کے وقت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درگاہ میں التجاء کرنے کے بعد ان سے استغاثہ کرتے ہیں اور حرمین شریفین کے باشندے ﴿شَیْنًا لِلّٰہ یا شیخ عبدالقادر﴾ کے پڑھنے میں مخصوص و ملتزم ہیں۔

مَحَبَّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی زیارت کر سکتا ہے اور آپ سے ہم کلام ہو سکتا ہے:

حضرت مولانا علی القاری در شرح حدیث ﴿عُرِضَتْ عَلَی صَلَوتُہ﴾ نوشتہ ای بِالْمُكَاشَفَةِ اَوْ بِوَاسِطَةِ الْمَلَائِكَةِ۔

﴿۱﴾ و نیز شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ در کتاب اِنْتِبَاهُ الْاَذْکِیَاءِ فِی حَیَاتِ الْاَنْبِیَاءِ بحدیث صحیح اثبات کردہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را در عالم برزخ وجود سمع خارق عادت ست کہ از اطراف در و دبغید الار جاء نداء و آواز صلوة و سلام و نیاز اہل راز میشنوند۔ چنانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در دارِ دنیا بسمع خارق عادت ممتاز

بودند۔

﴿۲﴾ وَهَذَا عِبَارَتُهُ قُدَّسَ سِرُّهُ إِنَّ اللَّهَ يَرُدُّ عَلَيْهِ سَمْعَهُ الْخَارِقَ لِلْعَادَةِ بِحَيْثُ يَسْمَعُ سَلَامَ الْمُسْلِمِ وَإِنْ بَعْدَ نَظَرِهِ وَقَدْ كَانَ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدُّنْيَا حَالَةٌ يَسْمَعُ فِيهَا سَمْعًا خَارِقًا لِلْعَادَةِ بِحَيْثُ كَانَ يَسْمَعُ أَطِيطَ السَّمَاءِ وَحَالَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَرْزَخِ كَحَالِهِ فِي الدُّنْيَا سَوَاءً (انتهی)

﴿۳﴾ درمشکوۃ از ابوہریرہ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مَذْکُور قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِی سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِبًا ابْلَغْتُهُ۔

﴿۴﴾ در بعض احادیث وارد گشته کہ آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ درود و سلام بر واسطہ از دور استماع می نمایند چنانچہ شیخ سید سلیمان جزولی کتاب ”دلائل الخیرات“ روایت کردہ: قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتَيْتَ صَلَاةَ الْمُصَلِّي عَلَيْكَ مِمَّنْ غَابَ عَنْكَ وَمَنْ يَأْتِي بِعَدَاكَ مَا حَالُهُمَا عِنْدَكَ؟ فَقَالَ أَسْمَعُ صَلَاةَ أَهْلِ مَحَبَّتِي وَأَعْرِفُهُمُ الْحَدِيثُ در مطالع المِسرَات شرح دلائل الخیرات گفتہ ﴿وَوَظَاهِرُ الْحَدِيثِ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ صَلَاةَ أَهْلِ مَحَبَّتِهِ سَوَاءً صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحِبُّ لَهُ عِنْدَ قَبْرِهِ أَوْ نَائِبًا عَنْهُ بَعِيدًا مِنْهُ﴾

﴿۵﴾ درمشکوۃ شریف آورده کہ حضرت ابوہریرہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ گفت شنیدم کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمود: ﴿صَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَوَتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ﴾ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ وَأَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ النَّوَوِيُّ فِي الْأَذْكَارِ۔

﴿۶﴾ دریں جا تسلیہ و تبشراست مرشتاقان را اگر بسبب دوری ضروری از سعادتِ قُربِ صوری محروم باشند باید کہ از توجہ و حضورِ قلبی غافل نباشند و خود را از ساحتِ حضور دور خیال نکنند۔

یکسان بہ پیشِ مہر بود قرب و بُعدِ خاک کو ذرہ پرور است بہرِ شہر و ہر دیار

در راہ عشقِ مرحلہٴ قرب و بعد نیست می بینمت عیان و دعامی فرستمت

مصرعہ:

قرب جانی چو بود بُعد مکانی سهل است

کذا فی اشعۃ اللّمعات شرح المشکوۃ للشیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۲۲۸ جلد اول۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت مولانا علی القاری نے اس حدیث شریف کی شرح میں کہ غُرِضْتُ عَلَیَّ صَلَوَتُہُ لکھا ہے یعنی مکاشفہ کے

ساتھ یا بذریعہ ملائکہ۔

﴿۱﴾ اور نیز شیخ جلال الدین سیوطی نے کتاب انتباه الاذکیاء فی حیات الانبیاء میں حدیث صحیح سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عالم برزخ میں شنوائی کا وجود خارق عادت ہے کہ تمام دُور دراز کی طرفوں سے درود اور نداء، آواز صلوة و سلام کا اور نیاز اہل راز کائنات لیتے ہیں، جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے اندر شنوائی کے خارق عادت سے ممتاز تھے۔

﴿۲﴾ اور یہ اُن کی عبارت ہے اللہ ان کے راز کو پاک کرے ”اللہ تعالیٰ آپ کو شنوائی بطور خرق عادت واپس دے دیتا ہے چنانچہ آپ مسلمان کا سلام سنتے ہیں اگرچہ وہ آپ کی نظر سے دور ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت دنیا میں ایسی تھی کہ آپ اس میں بطور خرق عادت سنتے تھے، یہاں تک کہ آسمان کی چرچر کی آواز سُن لیتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال برزخ ایسا ہی ہے جیسے دنیا میں تھا، انتہائی

﴿۳﴾ اور مشکوٰۃ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس شخص نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا میں اس کو سن لیتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

﴿۴﴾ اور بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درود و سلام بلا واسطہ دور سے سُن لیتے ہیں جیسے شیخ سید سلیمان جزولی علیہ الرحمہ نے کتاب دلائل الخیرات میں روایت کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا ان لوگوں کے درود کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غائب ہیں اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پیدا ہوں گے آپ کے نزدیک ان کا کیا حال ہے؟ تو فرمایا میں اپنے اہل محبت کا درود سنتا ہوں اور ان کو پہنچاتا ہوں آخر حدیث تک، مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل محبت کا درود سُن لیتے ہیں خواہ آپ کا محبت آپ کی قبر کے پاس پڑھے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور فاصلے پر رہ کر پڑھے۔

﴿۵﴾ مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: تم اپنا درود مجھ پر پڑھو وہ مجھے پہنچ جائے گا جہاں بھی تم ہو۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ احمد نے بھی اس کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اور ابو داؤد نے اذکار میں روایت کیا ہے اور نووی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

﴿۶﴾ یہاں تسلی و بشارت ہے خاص مشتاقوں کو، سو اگر وہ مجبوراً دوری کے سبب سے ظاہری مراتب کی سعادت سے محروم ہیں تو چاہئے کہ قلب کے حضور و توجہ سے غافل نہ ہوں اور اپنے آپ کو قدم حضور سے دور نہ سمجھیں کیونکہ درود و سلام کے وسیلے اور اس کے پہنچ جانے کی بدولت وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف قریب ہیں۔

یکساں بہ پیش مہر بود قرب و بُعد خاک کو ذرہ پرور است بہر شہر و ہر دیار

﴿ترجمہ﴾ سورج کے آگے خاک کا قرب و بعد یکساں ہوتا ہے، کیونکہ وہ ہر شہر و ملک میں ذرہ پرور ہے۔

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست می بینمت عیاں و دعای فرستمت

﴿ترجمہ﴾ عشق کی راہ میں قرب و بعد کا مرحلہ نہیں ہے میں آپ کو ظاہر دیکھ رہا ہوں اور آپ کی طرف دعا بھیج دیتا ہوں۔

مصرعہ

قرب جانی چو بود بعد مکانی سہل است
جب روحانی قرب ہو تو مکانی دوری معمولی بات ہے۔ (أَشِعَّةُ اللَّمَعَاتِ)

﴿۱﴾ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی در جلدِ ثانیِ اخیر مدارج النبوة می فرمایند:

وصل نوع ثانی کہ تعلق معنوی ست بجنابِ محمدی و آن نیز دو قسم ست: قسم اول دوامِ استحضارِ آن صورتِ بدیع المثل و اگر ہستی تو کہ بتحقیق دیدہ و قتی از اوقات در خواب و تو مشرف شدہ بدان پس استحضار کن صورتے را کہ دیدہ کہ دیدہ در منام۔

﴿۲﴾ و اگر ندیدہ ہرگز و مشرف نشدہ بآن و استطاعت نداری کہ استحضار کنی آن صورتِ موصوفہ ایس صفات را بعینہا ذکر کن اُورا و درود بفرست بروی صلی اللہ علیہ وسلم و باش در حالِ ذکر گویا حاضر است پیش در حالتِ حیات می بینی تو اورا متادب با جلال و تعظیم و ہیبت و حیا بدانکہ وی صلی اللہ علیہ وسلم می بیند و مے شنود کلام ترا زیرا کہ متصف است بصفات اللہ تعالیٰ و یکے از صفاتِ الہی آنست کہ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَكَرْنِی، مریغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم نصیب وافر است ازین صفت زیرا کہ عارف و صفِ او و صفِ معروفِ او است سبحانہ و وی صلی اللہ علیہ وسلم اَعْرِفَ النَّاسَ بِاللّٰهِ تَعَالٰی است۔

﴿۳﴾ و اگر نمی توانی بود نزد وی باین صفت و ہستی تو کہ زیارت کردہ روزے قبرِ شریف اورا دیدہ روضہ عالیہ و قبہ شریفہ اُورا حاضر کن در ذہن خود آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنیہ را و ہر گاہ ذکر کنی اُورا درود بفرست بروی و باش چنانکہ ایستادہ نزد قبرِ شریف و مے با جلال و تعظیم تا آنکہ مشاہدہ کنی روحانیتِ او را ظاہراً و باطناً۔

﴿۴﴾ و اگر نیستی تو کہ زیارت کردہ قبرِ شریف اورا و ندیدہ موطنِ حضرت و روضہ منورہ اورا پس دائم بفرست صلوة و سلام بروی و تصوّر کن وی مے شنود سلامِ تُرا، و باش در حالِ تادب جامع اللہ تا برسد صلوة تو بروی درین حضورِ قلب نزد وی و جمعِ ہمت را اثرِ عظیم ست و شرم دار از آن کہ ذکر کنی اورا و نابفرستی بروی درود و تو مشغول بغیر وی باشی صلوة تو در حکمِ جسمِ بے روح -----

”میں اس شخص کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے“

اس صفت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافی حصہ ملا ہے، کیونکہ اُس کا وصف ”عارف“ ایک مشہور وصف ہے سبحانہ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے بڑھ کر عارف باللہ ہیں۔

﴿۳﴾ اور اگر تم اس صفت کے ساتھ آپ کے نزدیک نہیں ہو سکتے اور تم کو یہ بات حاصل ہے کہ کسی دن آپ کی قبر شریف کی زیارت کی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ عالیہ کا استحضار اپنے ذہن میں کرو اور جب آپ کو یاد کرو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو اور ایسا تھوڑ کر دیکھو کہ گویا تم آپ کی قبر شریف پر کمال تکریم و تعظیم کے ساتھ کھڑے ہو حتیٰ کہ تم ظاہر و باطن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت کو مشاہدہ کرو گے۔

﴿۴﴾ اگر تم نے آپ کی قبر شریف کی زیارت نہیں کی اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وطن اور آپ کے روضہ منورہ کو نہیں دیکھا، پس ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے رہو اور تھوڑ کر دیکھو کہ آپ سُن رہے ہیں تمہارے سلام کو، اور ادب کے حال میں رہو اس بات سے شرم کرو کہ آپ کی یاد کے وقت یا آپ پر درود بھیجتے وقت غیر کے ساتھ مشغول رہو، اور تمہارا درود مثل جسم بے روح ہو۔

﴿۵﴾ اور جب مذکورہ باتوں سے تم نے سمجھ لیا کہ تعلق معنوی سے پہلی قسم آپ کی صورت شریف کا استحضار ہے ان صفات سے جو آپ سے متعلق ہیں، پس اس کو لازم پکڑو

﴿۶﴾ (قسم دوم از تعلق معنوی) اس حقیقت کا ملکہ کا استحضار ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کمال کے ساتھ موصوف ہے جو جمال و جلال کی جامع ہے اور خداوند کبیر متعال کے اوصاف سے آراستہ ہے ذات الہی کے نور سے ازل وابد میں مشرف ہے ہر کمال پر حاوی ہے و جوہ صورت اور معنی حقیقت کی ہر فضیلت کو گھیرنے والی ہے، حکماء و عینا اور شہادۂ ظاہر اور باطن۔

﴿۷﴾ اور ان تمام باتوں کا استحضار تم نہیں کر سکتے کہ جب تک یہ نہ سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برزخ کلی ہیں جو وجود قدیم و حدیث کے حقائق میں قائم ہے، پس ہر ایک کی حقیقت دونوں طرف سے ذاتا و صفاتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس ذات کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جو حکماء و عینا اپنے اسماء و صفات و افعال و آثار کی جامع ہے۔

﴿۸﴾ اے بھائی! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ آپ کی صورت اور معنی کا ہمیشہ تصور رکھو، اگر تم مکلف اس کو متحضر رکھو گے تو نزدیک ہے کہ تمہاری روح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اُلقت اختیار کرے گی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عینا تمہارے پاس تشریف لائیں گے اور تم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرو گے آپ کے ساتھ بات کرو گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو جواب دیں گے تم سے بولیں گے تم سے خطاب کریں گے، پس تم صحابہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درجے پر فائز ہو گے اور ان کے ساتھ جا ملو گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

﴿۴﴾ خود بعض اکابر وہابیہ کا پاؤں استمداد کے پھندے میں

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد کی غیر اللہ سے غائبانہ استمداد:

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی جو غیر مقلدوں کے سرگروہ ہیں، جنہوں نے سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں، وہ اپنی دوسری کتاب تحفۃ النبلاء میں طبرانی کی مذکورہ سابق حدیث کے ذیل میں اِزقام فرماتے ہیں:

”کہ میں نے خود اس حدیث پر عمل کیا ہے اور مجرب پایا ہے، وہ اس طرح کہ میں ۱۲۵۷ھ میں مرزا پور سے جبل پور کے راستہ بھوپال کو آ رہا تھا موسم برسات کا تھا، راستہ میں ایک ندی کو عبور کرنا تھا، ندی بڑی طغیانی پر تھی، میں نے اپنا گھوڑا اس خیال پر کہ پانی تھوڑا ہوگا اس میں ڈال دیا، جب میں ندی میں داخل ہوا تو خدا کی قدرت پانی اور چڑھ گیا، میں اور میرا کرایہ دار ڈوب جانے لگے، میں فوراً گھوڑے پر سے پانی میں کود پڑا گھوڑے کو تو پانی بہا کر لے گیا اور ہم بھی اس کے ساتھ بہہ گئے اُس وقت میں نے تین بار بآواز بلند کہا:

يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِينُونِي.

اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو۔

میرا یہ کہنا تھا کہ ہم سب ایک پتھر پر جا کر ٹھہر گئے، اس وقت میرے اور کرایہ دار کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس بلا اور مصیبت سے نجات بخشی اور میں جان سلامت لے گیا۔“

واقعی یہ کلمہ بڑا ہر تاثیر ہے، اولیاء اللہ ایسے آڑے وقتوں میں غائبانہ یاد کرنے سے حاضر ہو کر امداد فرما دیتے ہیں، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو بزرگوں سے روحانی تعلق اور ان کے تصرف اور اختیارات پر اعتقاد رکھتے ہیں، یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہیں، یہی لوگ اہل سنت والجماعت کہلانے کے حق دار ہیں یہی لوگ ناجی فرقے والے ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد کا قاضی شوکانی سے امداد مانگنا:

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی غیر مقلد اپنے مشہور دیوان نَفْخُ الطَّيْبِ میں قاضی شوکانی سے بایں الفاظ طالب امداد ہوتے ہیں:

زمرۂ رائے در افتاد بہ ارباب سنن شیخ سنت مددے قاضی شوکان مددے
﴿ترجمہ﴾ اہل رائے کی جماعت اہل حدیث جماعت سے الجھ رہی ہے، اے شیخ سنت! کچھ مدد کیجئے اے شوکان کے قاضی! کچھ

مدد کیجئے۔

مولوی عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابراہیم النبی میں نواب صاحب کے اس شعر پر اعتراض کرتے ہیں کہ بلا جو شخص رسول ربانی،

غوثِ صمدانی سے استمداد و استعانت طلب کرنے کو حرام و شرک جانتا ہے اور قاضی شوکانی سے حلال اور جائز کہتا ہے ایسا شخص کون ہوا؟

ناظرین خود ہی انصاف سے غور کریں کہ کیا قاضی صاحب کا مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ سے بڑھ کر تھا؟ آیا قاضی صاحب (معاذ اللہ) اوتا دتھے جن سے امداد کا طلب کرنا جائز ہوا؟ افسوس ہے ایسے لوگوں کی حالت پر کہ:

خود را فضیحت دیگرے را نصیحت۔

﴿ترجمہ﴾ اپنے لئے رسوائی کا سامان اور دوسروں کو نصیحت۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھوپالی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد مانگنا:

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھوپالی قصیدہ عنبریہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بایں الفاظ استغاثہ کرتے ہیں:

مَالِي وَرَاءَكَ مُسْتَغَاثٌ فَارْحَمْنِي يَا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ بُكَائِي

﴿ترجمہ﴾ يَا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ! میرے لئے آپ کے سوا کوئی فریادرس نہیں ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے رونے پر

ضرور رحم فرمائیے۔

نواب صاحب اپنی اکثر تصانیف میں غیر اللہ سے امداد طلب کرنے کو کفر و شرک تحریر کرتے ہیں، لیکن تعجب ہے کہ ان دونوں کتابوں

میں کس طرح غیر اللہ سے امداد مانگتے ہیں، شاید بھول گئے یا واقعی ان کا یہ عقیدہ بعد میں ہو گیا ہوگا، گویا یہ شعر ان کے توبہ نامہ پر دال ہے۔

مولوی محمد عثمان غیر مقلد کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنا:

مولوی محمد عثمان غیر مقلد اپنی کتاب ”نظارہ گلبن عثمان“ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد کا یوں خواستگار ہوتا ہے:

اے شافع محشر ہے یہی وقت مدد کا جز آپ کے سب ہیبت حق کھائے ہوئے ہیں

سب نبی تم سے مدد خواہ ہیں ہم کیسے نہ ہوں شافع حشر ہو تم عیش کے سامان تم ہو

غیر مقلدین جو استمداد و استعانت کے دشمن ہیں ان کا خود اہل اللہ سے استعانت کرنا دنیا کے عجائبات سے ہے اور درحقیقت یہ اس

مسئلہ استمداد کی حقانیت کے لئے قدرتی و غیبی تائید ہے سچ ہے:

چوں تیرے جہد ز کمان گفتگوئے حق ہر چند خصم ساعی انکار مرے شود

﴿ترجمہ﴾ حق تعالیٰ کا فرمان کمان سے تیر کی مانند ہدف تک پہنچ جاتا ہے اگرچہ دشمن انکار کی کوشش کرتا رہے۔



استمدادِ اولیاء اللہ واستِ عانت بہ اہل القبور

انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے مدد مانگنا خواہ وہ زندہ ہوں یا عالم برزخ میں محققین کے نزدیک جائز اور مستحسن ہے، اس طور پر کہ ان کو مظہرِ عون الہی جان کر توجہ الی اللہ کرے اور اس مدد کو اللہ تعالیٰ ہی کی مدد جانے، بالذات وہی مدد کرتا ہے، وہی مستعانِ حقیقی ہے اور اولیاء کرام محض ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور اگر مستعان ہیں تو مجاڑا ہیں، اور ان سے استمداد کرنا اسبابِ ظاہریہ سے ہے مثل دیگر اسباب کے، اس قسم کی استمداد شرعاً ثابت ہے، اگر کوئی شخص اس کو شرک کہے تو یہ اس کی جہالت ہے، لہذا انصاف پسند اور عقل سلیم والوں کے لئے اس بحث کے تمام پہلوؤں پر نظر کرنے کے بعد قول فیصل حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔

استمدادِ اولیاء کے مانعین کے سرکردہ علامہ ابن تیمیہ کو سمجھنا چاہئے وہ اپنے رسالہ زیارتِ قبور میں رقمطراز ہیں:

وَأَنَّ قَالَ أَنَا أَسْأَلُهُ لِيَكُونَهُ أَقْرَبَ إِلَى اللَّهِ مِنِّي لِيَشْفَعَ لِي فِي هَذِهِ الْأُمُورِ لِأَنِّي أَتَوَسَّلُ إِلَى اللَّهِ بِهِ كَمَا يَتَوَسَّلُ إِلَى السُّلْطَانِ بِخَوَاصِّهِ وَأَعْوَانِهِ فَهَذَا مِنْ أَعْمَالِ الْمُشْرِكِينَ وَالنَّصَارَى فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ يَتَّخِذُونَ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ شُفَعَاءَ يَسْتَشْفَعُونَ بِهِمْ فِي مَطَالِبِهِمْ وَكَذَلِكَ أَخْبَرَ اللَّهُ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾

﴿ترجمہ﴾ اگر وہ (طالبِ امداد) اپنے فعل کی تائید میں یہ دلیل پیش کرے کہ صاحبِ قبر قُرب الہی میں مجھ سے بڑا ہوا ہے، وہ میری سفارش کرے گا میں اس کا توسل اس لئے پکڑتا ہوں جیسے بادشاہوں کے ہاں ان کے مقررین اور درباری لوگوں کے ساتھ توسل کیا جاتا ہے، تو یہ مشرکین و نصاریٰ کا سا قول و فعل ہے، کیونکہ ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اخبار اور رُہبان بارگاہِ ایزدی میں ان کی حاجات پورا کرنے کی سفارش کرتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس قول کو قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾

”کہ ہم ان بتوں کو نہیں پوجتے مگر اس لئے کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنادیں۔“

علامہ صاحب کا دعویٰ کس قدر بلند آہنگ ہے، مگر جس دلیل پر دعویٰ کا مدار ہے وہ کس قدر غیر چسپاں ہے اور اس کو کہتے ہیں:

كَلِمَةُ الْحَقِّ أُرِيدَ بِهِ الْبَاطِلُ.

﴿ترجمہ﴾ حق بات کے باطل معنی لئے گئے ہیں۔

یعنی دعویٰ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے استمداد کرنے والے مشرکوں کی مانند ہیں (مَعَاذَ اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ) اور دلیل یہ ہے کہ جس طرح یہ لوگ انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام میں ذریعہ قُرب پانے کے امیدوار ہیں اسی طرح مشرک لوگ بتوں کے ذریعہ قُرب حق کے امیدوار ہوتے ہیں، جس کے معنی یہ ہو گئے کہ انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے استمداد کرنا یا شفاعت چاہنا بتوں سے استمداد کرنے کے برابر ہے، اور اس سے یہ لازم آیا کہ معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کی مثال بتوں پر صادق آتی ہے، اس صورت میں ناظرین

انصاف فرمائیں کہ استمداد باولیاء کرنے والے زیادہ گنہگار ہوئے یا ان اولیاء کرام اور انبیاء علیہم السلام کو بتوں کے ساتھ مثال دینے والا۔

لو آپ اپنے جال میں صیاد آگیا

افسوس کہ منکرینِ استمداد نے جوشِ استدلال میں انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے ادب کا خیال نہ رکھا، اب ذرا اس استدلال کے دغل و خدع کا راز سنئے۔

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾

ترجمہ: اور جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے حمایتی بنا رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ خدا سے ہم کو نزدیک کر دیں۔

اس آیت سے علامہ ابن تیمیہ نے دلیل کو دعویٰ پر چسپاں کرنے کے لئے اولیاء سے مراد اَحْبَار و زُهَبَان لئے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس لفظ سے مراد اَصْنَام و اَوْثَان ہیں، چنانچہ تفسیر خازن میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

أَوْلِيَاءَ يَعْنِي الْأَصْنَامَ.

تفسیر مدارک میں ہے:

أَوْلِيَاءَ أَيْ آلِهَةٌ وَهُوَ مُبْتَدَأٌ مَحْذُوفٌ الْخَبَرُ تَقْدِيرُهُ وَالَّذِينَ عَبَدُوا الْأَصْنَامَ.

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتوے دربارہ جوازِ استمداد باولیاء

شاید شیخ ابن تیمیہ کے اسی دعویٰ و دلیل اور استدلال کا پہلو لے کر کسی سائل نے مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے سوال کیا تو شاہ صاحب نے اس کا جواب کس قدر شافی و مدلل فرمایا، سوال و جواب دونوں لفظ بلفظ درج کئے جاتے ہیں۔

فتویٰ اولِ استمداد اور بت پرستی میں فرق:

﴿سوال﴾ (۱) بُت پرستے مدد از بُت میخواست عالمے منع کرد کہ شرک مکن، بُت پرست گفت کہ گر شریک خدا دانستہ پرستش کنم البتہ شرک ست، و گر مخلوق فہمیدہ پرستش نمایم چگونہ شرک باشد؟

﴿۲﴾ عالم گفت کہ در کلام مجید متواتر آمدہ کہ از غیر خدا مدد مجوئید، بُت پرست گفت کہ بنی نوع انسان از یک دگر چرا سوال مے نمایند؟

﴿۳﴾ عالم گفت کہ بنی نوع زندہ اند از ایشان سوال منع نیست و بُتاں تو مثل گنہیّا و گالیکا و غیرہ مُردہ اند قدرت بر ہیچ چیز ندارند۔

﴿۴﴾ بُت پرست گفت کہ شما از اہل قبور مدد و شفاعت مے طلبید باید کہ بر شما ہم شرک

عائد شود، القصہ بہ چہ مقصد و مرادِ شما از اہلِ قبورست همان قسم مقصودِ من ہم از گنہیّا و گالیکا است۔ بحسبِ ظاہر نہ قوّتِ اہلِ قبور دارند نہ بت۔

﴿۵﴾ واگر میگوئی کہ بقوّتِ باطنِ اہلِ قبور کشائشِ حالات بنمایند، بسا جا از بُتانِ ہمِ روائی حاجات میشود واگر میگوئید کہ بایشان میگویم کہ از خدا برائے ما شفاعت بخواہید من ہم از بُتانِ ہمیں استدعا دارم پس ہر گاہ کہ جوازِ اِستِمْدَاد از اہلِ قبور ثابت شد بعضِ ضعیف الاعتقاد از پرستشِ سَیِّئَلَا و مَسَانِیْ وغیرہ چگونہ باز خواہند آمد؟

﴿ترجمہ﴾ (۱) سوال ایک بت پرست بت سے اِستِمْدَاد کرتا تھا کسی عالم نے اُس کو منع کیا کہ شرک نہ کر، بت پرست نے کہا کہ اگر میں خدا کا شریک سمجھ کر پرستش کروں تو البتہ شرک ہے اور اگر مخلوق سمجھ کر پرستش کروں تو کیونکر شرک ہوگا؟

﴿۲﴾ عالم نے کہا کہ کلامِ مجید میں بار بار آیا ہے کہ غیر خدا سے مدد مت مانگو، بت پرست نے کہا کہ بنی نوع انسان ایک دوسرے سے کیوں سوال کرتے ہیں؟

﴿۳﴾ عالم نے کہا بنی نوع زندہ ہیں ان سے سوال کرنا منع نہیں اور تمہارے بت مثل کنہیا دکا لکا وغیرہ مردہ ہیں، کسی خیر پر قدرت نہیں رکھتے۔

﴿۴﴾ بت پرست نے کہا تم لوگ بھی تو اہلِ قبور سے مدد اور سفارش طلب کرتے ہو چاہئے کہ تم پر بھی شرک عائد ہو، القصہ جو کچھ مقصد و مراد تمہاری اہلِ قبور سے ہے اسی قسم کا میرا مقصود بھی کنہیا ۱ اور کا لکا ۲ سے ہے، بظاہر نہ اہلِ قبور قوت رکھتے ہیں نہ بت۔

﴿۵﴾ اور اگر کہو کہ اہلِ قبور قوّتِ باطن سے کشائشِ حالات کرتے ہیں تو بہت جگہ بتوں سے بھی حاجت روائی ہو جاتی ہے اور اگر کہو کہ ہم اہلِ قبور سے یہ کہتے ہیں کہ خدا کے حضور میں ہماری سفارش کرو تو میں بھی بتوں سے یہ استدعا رکھتا ہوں، بس جب استدعا اہلِ القبور ثابت ہوئی تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان سَیِّئَلَا ۳ اور مَسَانِیْ ۴ کی پرستش سے کیونکر باز آئیں گے؟

﴿جواب﴾ (۱) دریں سوال چند جا اشتباہ واقع شدہ آن چند جا را خبردار باید شد آنگاہ بفضلِ الہی جوابِ سوال بخوبی واضح خواہد شد۔

﴿۲﴾ اوّل آنکہ مدد خواستن چیزِ دیگرست و پرستش چیزِ دیگر است۔ عوامِ مسلمین برخلافِ حکمِ شرع از اہلِ قبور مدد مے خواہند و پرستش نمیکنند و بت پرستان مدد ہم میخواہند و پرستش ہم میکنند پرستش آنست کہ سجدہ کند و طواف کند یا نامِ اورا بطریقِ

۱ گنہیّا: ہندوؤں کے اوتا دسری کرشن کا نام ہے۔

۲ گالیکا: کالی دیوی۔

۳ سَیِّئَلَا: ایک دیوی کا نام جو سَیِّئَلَا یعنی چچک کی مالک خیال کی گئی ہے۔

۴ مَسَانِیْ: ہندوؤں کی سیتلا دیوی کی سات بہنوں میں سے ایک بہن کا نام۔ فرہنگِ آصفیہ۔

تقرب و رُزد سازد یا ذبح جانور بنام او کند یا خود را بنده فلانی بگوید و هر که از مسلمانان جاهل با اهل قبور این چیزها بعمل آرد فی الفور کافر می گردد از مسلمانانی می برآید.

﴿۳﴾ دوم آنکه مدد خواستن دو طور می باشد. اول مدد خواستن مخلوقی از مخلوقی، مثل آنکه از امیر و پادشاه نوکرو گدا در مهماتی خود مدد می جویند، و عوام الناس از اولیاء دعاء می خواهند که از جناب الهی فلان مطلب ما را درخواست نمایند این نوع مدد خواستن در شرع از زنده و مرده جائز است.

﴿۴﴾ دوم آنکه بالاستقلال چیزی که خصوصیت بجناب الهی دارد مثل دادن فرزند یا بارش و باران یا دفع امراض یا طول عمر، مانند این چیزهایی آنکه دعا و سوال از جناب الهی در نیت منظور باشد از مخلوقی درخواست نمایند این نوع حرام مطلق بلکه کفر است، و اگر از مسلمانان کسی از اولیائی مذهب خود خواه زنده باشد یا مرده این نوع مدد خواهد از دائره مسلمانان خارج می شود بخلاف بت پرستان که همین نوع مدد از معبودان باطل خود می خواهند و آن را جائز می شمارند.

﴿۵﴾ و آنچه بُت پرست گفت که من هم از بتان خود شفاعت می خواهم چنانچه شما هم از پیغمبران و اولیاء شفاعت می خواهید پس درین کلام هم دغل و تلبیس است زیرا که بُت پرستان هرگز شفاعت نمی خواهند بلکه معنی شفاعت را نمی دانند و نه در دل خود تصوّر می کنند، معنی شفاعت سفارش است و سفارش آنست که کسی مطلب کسی را از غیر خود بعرض و معروض ادا سازد و بُت پرستان در وقت درخواست مطالب خود از بتان نمیگویند که سفارش بالحضور پروردگار جل و علا نمایند و مطالب ما را از جناب او تعالی برآرید بلکه از بتان خود درخواست مطلب خود میکنند.

﴿۶﴾ و آنچه گفته است که هر چه مقصد شما از اهل قبور است همان قسم مقصود من هم از صورت گنہیّا و گالیکا است نیز خطا در خطاست زیرا که در ارواح را تعلق به بدن خود که در قبر مدفون است البته می باشد زیرا که مدت دراز درین بدن بوده اند و اینها قبور معبودان خود را تعظیم نمی کنند بلکه از طرف خود صورت ها و سنگها و درختان و دریاها را قرار می دهند که صورت فلان است بے آنکه آن چیز را تعلق بآن ارواح باشد یا بدن آنها را در آنجا سوخته گردد

دریں قرارداد افترائی را هیچ اثر نیست، آرمے حاجت روائی بندگان خالق اکبر از راه رحمانیتِ خود میفرماید آنها می فهمند کہ از طرف بتان این فائده حاصل شد حق تعالی کہ عالم الغیب والخفیات ست حالات بندگان خود رامے داند و در زندگانی آنها حاجت روائی منظورست از هر طرف کہ مطلب خود خواهند مطلب ایشان را بایشان مے دهد۔ چنانچه پدر مشفق حاجت پسر خود را کہ صغیر السن ست میداند و در وقتیکہ از خدمت گار ودایه خود چیزی مے طلبد باو میدهد حالانکہ خدمتگار و دایہ مقدور نہ دارند و همچنین است حال بتان بلکه حال اهل قبور نیز موافق قاعدہ اهل اسلام۔

﴿۷﴾ و آنچه مرقوم شدہ پس هر گاہ کہ جوازِ اِسْتِمْدَاد از اهل قبور ثابت شد بعض مسلمین ضعیف الاعتقاد از پرستش سِیْتَلَا و مَسَانِی و غیرہ چگونه باز خواهند آمد پس فرق میان اِسْتِمْدَاد از اهل قبور و پرستش سِیْتَلَا و مَسَانِی بچند وجہ است۔

﴿۸﴾ اول آنکہ اهل قبور معلوم اند کہ صلحاء و بزرگان بودہ اند و سِیْتَلَا و مَسَانِی مَوْهُوم محض از وجود آنها معلوم نیست بلکه بظاهر خیال بندئی این مردم ست۔

﴿۹﴾ دوم آنکہ سِیْتَلَا و مَسَانِی بر تقدیر وجود آنها از قبیل ارواح خبیثہ و شیاطین اند کہ کمر برایذائے خلق بسته اند اینهارا بارواح طیبہ انبیاء و اولیاء چہ مناسبت۔

﴿۱۰﴾ سوم آنکہ اِسْتِمْدَاد از اهل قبور بطریق دعا است کہ از جناب الہی عرض کردہ مطلب ماہر آرند و پرستش این چیزها بنا بر اِعْتِقَادِ استقلال و قدرت ست کہ کفر محض ست

(فتاویٰ عزیزی)

﴿ترجمہ﴾ (۱) اس سوال میں کئی جگہ اشتباہ واقع ہوا ہے ان متعدد جگہوں سے آگاہ ہونا چاہئے پھر بفضلِ الہی سوال کا جواب بخوبی واضح ہو جائے گا۔

﴿۲﴾ اول یہ کہ مدد مانگنا اور بات ہے اور پرستش دوسری بات ہے، عوام مسلمین شرع کے ظاہری احکام کے خلاف اہل قبور سے مدد مانگتے ہیں اور پرستش نہیں کرتے، اور بت پرست مدد بھی چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں، پرستش یہ ہے کہ سجدہ کرے یا طواف کرے یا اس کے نام کو بطور تقریب ورد کرے یا جانور اس کے نام پر ذبح کرے یا اپنے آپ کو فلاں کا بندہ کہے، اور جو جاہل مسلمان اہل قبور کے ساتھ یہ باتیں عمل میں لاتا ہے فی الفور کافر ہو جاتا ہے اور مسلمانی سے نکل جاتا ہے۔

﴿۳﴾ دوم یہ کہ مدد چاہنا دو طرح ہوتا ہے، اول مدد مانگنا مخلوق کا مخلوق سے جیسے کسی امیر و بادشاہ سے نوکر اور فقیر اپنی مہمات میں مدد مانگتے

ہیں اور عوام الناس اولیاء کرام سے دُعا کرتے ہیں کہ جناب الہی سے ہمارے فلاں مطلب کی استدعا کرو، اس طرح کی مدد چاہنا شرع میں زندہ اور مردہ سے جائز ہے۔

﴿۴﴾ دوم یہ کہ بالاستقلال وہ چیزیں مخلوق سے طلب کریں جو جناب الہی سے خصوصیت رکھتی ہیں بلا اس کے کہ جناب الہی سے دعا و سوال کرنے کی نیت ہو، جیسے فرزند دینا یا بارش برسانا یا امراض کو دفع کرنا یا لمبی عمر بخشنا، اور اس کے مانند، اس قسم کی استدعا حرام مطلق بلکہ کفر ہے، اور اگر کوئی مسلمان اپنے مذہب کے بزرگوں سے خواہ وہ زندہ ہوں یا وفات پا چکے ہوں اس قسم کی مدد مانگے تو وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، بخلاف بت پرستوں کے کہ وہ اسی قسم کی مدد اپنے معبودوں سے مانگتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔

﴿۵﴾ اور یہ جو بت پرست نے کہا کہ میں بھی اپنے بتوں سے شفاعت چاہتا ہوں جیسے کہ تم بھی پیغمبروں اور اولیاء سے شفاعت چاہتے ہو۔ پس اس کلام میں بھی فریب اور دھوکا ہے کیونکہ بت پرست ہرگز شفاعت نہیں چاہتا بلکہ شفاعت کے معنی بھی نہیں جانتے اور نہ اپنے دل میں تھوڑا کرتے ہیں، شفاعت کے معنی ہیں سفارش کے، اور سفارش یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے مطلب کو اپنے سوا کسی اور سے عرض معروض کر دے، اور بت پرست اپنے مطالب کو بتوں سے طلب کرتے وقت یہ نہیں کہتے کہ ہماری سفارش پروردگار جل علا کے حضور میں کرو اور ہماری مرادیں خدا تعالیٰ کی جانب سے بر لاؤ بلکہ اپنے بتوں سے ہی اپنے مطالب کی درخواست کرتے ہیں۔

﴿۶﴾ اور وہ جو کہا ہے کہ جو کچھ تمہارا مقصد اہل قبور سے ہے اسی قسم کا میرا مقصد بھی کہنیا اور کالا کی مورتی سے ہے، یہ بھی غلط درغلط ہے کیونکہ ارواح کا تعلق اپنے اپنے بدنوں کے ساتھ جو قبر میں مدفون ہیں ضرور ہوتا ہے اس لئے کہ وہ انہی بدنوں میں مدت دراز تک رہی ہیں، اور یہ بت پرست لوگ اپنے معبودوں کی قبروں کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ اپنی طرف سے تصویروں اور پتھروں اور درختوں اور دریاؤں کو قرار دیتے ہیں کہ فلاں کی صورت ہیں بدوں اس کے کہ ان چیزوں کا ان ارواح کے ساتھ تعلق ہو، یا ان کے بدن اس جگہ پھونکے گئے ہوں اور اس بناوٹی قرار داد کا کوئی اثر نہیں، ہاں خالق اکبر اپنی رحمانیت سے خود ہی بندوں کی حاجت روائی کر دیتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ فائدہ بتوں کی طرف سے حاصل ہوا ہے، حق تعالیٰ جو غیب اور مخفی اشیاء سے آگاہ ہے اپنے بندوں کے حالات کو جانتا ہے اور ان کی زندگی میں ان کی مراد پوری کرنا منظور ہے اس لئے وہ خواہ کسی طرف سے اپنی مرادیں مانگیں ان کی مرادیں پوری کر دیتا ہے، جیسے مشفق باپ اپنے فرزند کی حاجت کو جو چھوٹا بچہ ہے سمجھتا ہے اور وہ خدمتگار اور اپنی دایہ سے کچھ مانگتا ہے تو باپ دے دیتا ہے حالانکہ خدمتگار اور دایہ مقدور نہیں رکھتے اور یہی حال ہے بتوں کا بلکہ اہل اسلام کے قاعدے کے موافق اہل قبور کا بھی۔

﴿۷﴾ اور وہ جو لکھا گیا ہے کہ پس جب اہل قبور سے استدعا کا جواز ثابت ہوا تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان سینٹلا اور مسانی وغیرہ کی پرستش سے کیونکر باز رہیں گے؟ پس اہل قبور سے استدعا کرنے اور سینٹلا اور مسانی کی پرستش کرنے میں کئی وجہ سے فرق ہے۔

﴿۸﴾ اول یہ کہ اہل قبور کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ صالحین اور بزرگ ہوئے ہیں اور سینٹلا اور مسانی موہوم محض ہیں ان کے وجود کا کچھ علم نہیں بلکہ بظاہر ان کی خیال بندی ہے۔

﴿۹﴾ دوسرے یہ کہ سینٹا اور مسانی کہ وجود کی تقدیر پر وہ ارواح خبیثہ اور شیاطین کے قبیل سے ہیں اور انہوں نے مخلوق کو دکھ دینے پر کمر باندھ رکھی ہے ان کو انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی پاک روحوں سے کیا مناسبت؟

﴿۱۰﴾ سوم یہ کہ اہل قبور سے استمداد بطریق دعا کے ہے کہ جناب الہی سے عرض کر کے ہماری مراد پوری کر دیں، اور ان چیزوں کی پرستش ان کی مستقل قدرت کے اعتقاد پر مبنی ہے جو کفر محض ہے۔

شاہ صاحب کے اس فتوے میں ایک لفظ بر خلاف شرع سرسری نظر میں ضرور کھٹکتا ہے غالباً اس میں کاتب کی غلطی ہوئی ہے دراصل یہ لفظ بر خلاف ظاہر شرع ہوگا، یہ فقرہ یوں ہو جائے گا:

عوام مسلمین بر خلاف حکم ظاہر شرع از اہل قبور مدد میخواہند۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ استمداد کا یہ طریقہ جو مروج ہے صریحاً شرع میں نہیں آیا اور کسی روایت سے قرونِ اولیٰ میں اس کا ثبوت نہیں

ملتا، مگر اصول شرع کے خلاف بھی نہیں، چنانچہ شاہ صاحب کا دوسرا فتویٰ جو استمداد ہی کی تائید میں ہے اس احتمال کی تائید کر رہا ہے۔

فتویٰ دؤم استمداد بدعتِ حسنہ ہے:

﴿سوال﴾ از انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام و شہدائے عظام و صلحائے عالی مقام بعد موت

شان استمداد بایں طور کہ یا فلان از حق تبارک و تعالیٰ حاجت مرا بخواہ و شفیع من شود دعا برائے من بخواہ درست است یا نہ؟

﴿ترجمہ﴾ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور شہدائے عظام اور صلحائے عالی مقام سے ان کی وفات کے بعد اس طرح استمداد کرنا

کہ: اے فلاں! حق تبارک و تعالیٰ سے میری مراد کی استمداد کا کرو اور میری شفاعت کرو اور میرے لئے دعا کرو اور یہ درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است در زمان

صحابہ و تابعین نبود لیکن اختلاف است در ان کہ این بدعت سیئہ است یا حسنہ؟ و نیز حکم

مختلف مے شود باختلاف طُرُق استمداد اگر استمداد بایں طریق است کہ در سوال مذکور

است پس ظاہراً جوازست زیرا کہ دریں صورت شرک نمے آید مانند استمداد از صلحاء بدعا و

التجا در حال حیات و اگر بنوع دیگر است پس حکم آن موافق آن خواہد بود و در حدیث برائے

رواں شدن حاجت این قدر آمدہ است:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ إِنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

اِذْعُ اللَّهُ أَنْ يُعَافِيَنِي فَقَالَ إِنَّ شَيْئًا دَعَوْتُ وَإِنْ شَيْئًا صَبَرْتُ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ فَادْعُهُ قَالَ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ

فَيُحَسِّنَ الْوُضُوءَ وَيَدْعُوَ بِهَذَا الدُّعَاءِ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ إِنِّي

تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي لِيَقْضِيَ فِيَّ حَاجَتِي هَذِهِ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) (فتاویٰ عزیز جلد اول)

﴿ترجمہ﴾ جواب فوت شدہ بزرگوں سے استمداد خواہ قبروں کے نزدیک ہو یا غائبانہ بے شبہ بدعت ہے، صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھی، لیکن اختلاف ہے اس میں کہ یہ بدعت سیئہ ہے یا حسنہ؟ اور نیز استمداد کے طریقوں کے اختلاف سے حکم مختلف ہوتا ہے، اگر استمداد اس طرح ہے جو سوال میں مذکور ہے تو بظاہر جواز کا حکم ہے کیونکہ اس صورت میں شرک لازم نہیں جیسے صالحین کی حیات میں دعاء و التجاء کے ساتھ استمداد کرنا، اور اگر کسی اور طرح ہے تو حکم اس کے موافق ہوگا، اور حدیث شریف میں حاجت روائی کے لئے اس قدر آیا ہے ”حضرت عثمان بن عفیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی جو نابینا تھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا کہ اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے صحت بخشے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو دعا کر دوں اور اگر چاہو تو صبر کرو، بس یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اس نے عرض کیا دعاء کیجئے، راوی کہتا ہے کہ بس آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے تو وضو کا حقہ کرے اور یہ دعا کرے:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتُوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ اِلَیَّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلَی رَبِّیْ لِيَقْضِيَ فِيَّ حَاجَتِیْ هَذِهِ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ.“

الہی! میں سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے جو نبی الرحمتہ ہیں، میں آپ کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری یہ مراد بر لائے الہی! بس ان کی شفاعت میرے لئے قبول فرمائیے۔ (مشکوٰۃ) فتویٰ رؤم جواز استمداد میں:

اِسْتِمْدَادُ بَارِوَحِ بَزْرِگَانِ دُو قِسْمِ اسْتِ، قِسْمِ اَنْ سِتْ کِهْ بَابِزْرِگَانِ زِنْدِهْ هَمْ مَانَنْدِ اَنْ بَعْمَلِ مَرِ اَیْدِ۔ یَعْنِیْ دَعَائِے اَیْشَانِ رَا اَقْرَبِ اِلَیْ الْاِجَابَهْ فَهْمِیْدِهْ اَیْشَانِ رَا وَاَسْطَهْ دِرْخَوَاسْتِ مَطَالِبِ خُودِ سَاَزْدِ وَاَیْشَانِ رَا مَرْتَبَهْ بَجَزِ تَوْسُطِ اَوَّلِیْتِ دِرْذَهْنِ خُودِ نِهْ نَهْدِ وَا مَانَنْدِ عَیْنِکِ پَنْدَارْدِ وَهَذَا جَائِزٌ بَلَا اِشْتِبَاهِ، وَقِسْمِ اَنْ سِتْ کِهْ تَوْجَّهْ مَقْصُودِ بَرِ اَیْشَانِ بَاشْدِ وَچِنَا پَنْدَارْدِ کِهْ اَیْشَانِ دَرْدِ هَانِیْدِنِ مَطْلَبِ یَا دَا دِنِ اَنْ مَسْتَقْلِ اَنْدِ۔ وَا مَرْتَبَهْ اَزْ قَرَبِ حَقِّ دَارَنْدِ کِهْ تَدْبِیْرِ اَلْهٰی رَا تَابِعِ مَرْضٰی خُودِ تَوَانَنْدِ سَاخْتِ وَهْمِیْ قِسْمِ سِتْ کِهْ عَوَامِ بَا اِسْتِمْدَادِ مَرِ طَلْبَنْدِ وَاِیْنِ قِسْمِ شَرِکِ مَحْضِ سِتْ مَشْرُکَانِ زَمَانِ جَاهِلِیَّتِ زَیَادَهْ بَرِیْ دِرْ حَقِّ اَصْنَامِ خُودِ اِعْتِقَادِ دَاشْتَنْدِ فَقَطْ۔

﴿ترجمہ﴾ ارواح بزرگان سے استمداد کرنے کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو زندہ لوگوں کے ساتھ بھی عمل میں آتی ہے، یعنی ان کی دعا کو اقرب الی الاجابۃ سمجھ کر ان کو اپنے مطالب کی درخواست کا واسطہ بنائیں، اور ان کے لئے سوائے واسطہ اور آلہ ہونے کے اور کوئی مرتبہ اپنے ذہن میں نہ رکھیں اور عینک کی مانند سمجھیں، اور یہ بلاشبہ جائز ہے، اور ایک قسم وہ ہے کہ توجہ مقصود انہی پر ہو اور ایسا سمجھیں کہ یہ

حضراتِ مطلب کے دلانے یا حکم دینے میں خود مختار ہیں، اور قربِ حق سے وہ مرتبہ رکھتے ہیں کہ خدائی تدبیر کو اپنی مرضی کے تابع کر سکتے ہیں اور یہی قسم ہے اس سے عوامِ استمداد کرتے ہیں اور یہ قسمِ شرکِ محض ہے، جاہلیت کے عہد کے مشرک اپنے بتوں کے حق میں اس سے بھی زیادہ اعتقاد رکھتے تھے۔

فتویٰ چہارم بتوں کے اور بزرگوں کے توسل میں فرق:

شاہ صاحب ممدوح تفسیر عزیزی سورہ بقرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

افعالِ عادئِ الہی مثل بخشیدنِ فرزند و توسیعِ رزق و شفاءِ مریض و امثالِ ذالک را مشرکان نسبت با روحِ خبیثہ و اَصْنَامِ مے نمایند و کافر مے شوند و مَوْجِدان از تاثیرِ اسماءِ الہی یا خواصِ مخلوقاتِ او مے دانند از ادویہ و عقاقیر یا دعاءِ صلحاءِ بندگانِ او کہ ہم از جنابِ او درخواستہ اِنجَاحِ مطالب مے کنند مے فهمند و در ایمانِ ایشان خلل نمے افتد۔

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے افعالِ عادی مثل بیٹا دینے، رزق وسیع کرنے، بیمار کو شفا دینے وغیرہ کو مشرکین ارواحِ خبیثہ اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں، اور اہلِ توحید اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تاثیر یا اُس کی مخلوقاتِ ادویہ وغیرہ کی خاصیت یا اللہ کے نیک بندوں کی دعاء کی تاثیر سمجھتے ہیں جو اللہ کی جناب میں درخواست کر کے خلق کی حاجت روائی کراتے ہیں، اس اعتقاد سے ان کے ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا۔

دیکھئے شاہ صاحب بزرگوں کی دعاء سے بیٹا ملنا، رزق وسیع ہونا، بیمار کا تندرست اور خلق کی حاجت روائی اس سب کے قائل ہیں اور یہ فرق کرتے ہیں کہ مؤجد اگر ان چیزوں کو اہلِ اللہ کی دعا کی تاثیر مانے تو اس کے ایمان میں کچھ خلل نہیں، کیونکہ وہ ان امور میں صلحاء کو مستقل بالذات اور موثرِ حقیقی نہیں جانتا بلکہ وسیلہ سمجھتا ہے اور مشرک ارواحِ خبیثہ یا اپنے بتوں کی طرف ان امور کو نسبت کرے تو یہ اس کا کفر ہے کیونکہ وہ ان بتوں وغیرہ کو مستقل بالذات اور موثرِ حقیقی اعتقاد کرتا ہے۔

فتویٰ پنجم اولیاء اللہ سے امداد کا مانگنا عین اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے:

پھر شاہ صاحب ایک اور جگہ یہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر التفاتِ محض بجانبِ حق ست و او را یکے از مظاہرِ عوامِ دانستہ و نظر بکارخانہٴ اسباب و حکمتِ او تعالیٰ در آں نمودہ بغیر استعانتِ ظاہری نماید دور از عرفانِ نخواہد بود و در شرع نیز جائز و رواست و انبیاءِ اولیاءِ این نوع استعانتِ بغیر کردہ اند و در حقیقت این نوع استعانتِ بغیر نیست بلکہ استعانتِ بحضرتِ حق است نہ از غیر۔

﴿ترجمہ﴾ اگر التفاتِ خاص اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور بندہ مقرب کو مددِ الہی کا مظہر جان کر اور اللہ تعالیٰ کے کارخانہٴ اسباب و

حکمت پر نظر کر کے ظاہرِ اغیر سے استعانت کرے تو یہ عرفان سے دور نہ ہوگا اور شرع میں بھی جائز و روا ہے، اور انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام نے غیر سے اس طرح کی استعانت کی ہے اور درحقیقت اس طرح مدد مانگنا غیر سے نہیں بلکہ خدا ہی سے مدد مانگتا ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے جو مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

آبِ خواہ از جو بجو خواہ از سُبُو کاں سُبُو را ہم مدد باشد ز جو

پانی خواہ نہر سے لویا گھڑے سے (یکساں ہے) کیونکہ گھڑے کو بھی نہر ہی سے (پانی کی) مدد ملتی ہے۔

نورِ خواہ از مہ طلب خواہی ز خُور نورِ مہ ہم ز آفتاب است اے پسر

روشنی خواہ چاند سے حاصل کرو یا سورج سے (برابر ہے کیونکہ) اے عزیز! چاند کا نور بھی سورج سے ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

أَطْلُبُوا الْمَعْرُوفَ مِنْ رُحَمَاءِ أُمَّتِي تَعِيشُوا فِي أَكْثَرِهَا

﴿ترجمہ﴾ میرے نرم دل امتیوں سے نیکی و احسان مانگو ان کے ظنِ عنایت میں آرام کرو گے۔

(مستدرک)

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ دربارہٴ استمداد

شیخ ابن تیمیہ جیسے مانتین استمداد کے منع و انکار کی کیا وقعت ہے جبکہ ایک طرف مولانا شاہ عبدالعزیز جیسے خاتم الحدیث اور رئیس الفقہاء اس کے مؤید ہوں اور دوسری طرف امام ربانی جیسے مجدد اعظم اور عارف اکبر اس پر صاف صحت ثبت فرمائیں حضرت المجدد کے کلمات طیبات یہ ہیں:

هم چنیس ارباب حاجات از اعزّه باحیاء و اموات در مخاوف و مهالک مددھا طلب مے نمایند و مے بینند کہ صور آن اعزّه حاضر شدہ و دفع بلیہ ازیں ها نموده است گاہ هست کہ آن اعزّه را از دفع آن بلیہ اطلاع بود و گاہ نبود ۔

ازما و شما بہانہ برساختہ اند

(مکتوبات مطبوعہ امرتسر در دفتر دوم، مکتوب / ۵۸ صفحہ / ۲۵)

﴿ترجمہ﴾ اسی طرح اہل حاجات خدا کے پیاروں سے جو زندہ ہوں یا فوت شدہ ہوں خوف و ہلاکت کے مقامات میں مددیں طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان خدا کے پیاروں کی صورتوں نے حاضر ہو کر ان سے بلا کو دفع کیا ہے، اور کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان خدا کے پیاروں کو اس بلا کے دفع کئے جانے کی اطلاع ہوئی اور کبھی نہیں ہوئی ہے ۔

ازما و شما بہانہ برساختہ اند

ہم اور تم سے بہانہ بنالیا گیا۔

اس ارشاد سے جواز استمداد کے علاوہ تین سبق اور ملتے ہیں:

﴿۱﴾ اہل حاجات جو خدا کے پیاروں سے مدد طلب کرتے ہیں یہ گویا خدا ہی سے طلب امداد ہے، کیونکہ وہ ان کو مستقل سمجھ کر استمداد نہیں کرتے جو مؤتم شرک ہوتی، بلکہ ان کو صرف واسطہ اور ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

﴿۲﴾ ان کے اعتقاد کے پاک و بے لوث ہونے کا ثبوت یہ کہ ان کو منجانب اللہ امداد مل جاتی ہے، ورنہ اگر ان کا عقیدہ مؤتم شرک ہوتا تو انکا ان پر غضب نازل ہوتا اور ان پر اس بلا کی گرفت اور سخت ہو جاتی۔

﴿۳﴾ اس امداد کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ بعض اوقات ان محبوبان خدا کو جن سے استمداد کی جاتی ہے اس امداد اور کار بَرَآئی کی خبر ہی نہیں ہوتی، کیونکہ ہاں حق دیگر ارواح طیبہ یا ملائکہ یا ان محبوبان کی صورِ مثالیہ حاضر ہو کر امداد کر دیتی ہیں۔



شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تحقیق در بارہ استمداد

ہندوستان کے نامور محدث حضرت المجدد کے ہم عصر شاہ جہان بادشاہ کے مفتی اعظم اور قاضی القضاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق زار شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

﴿۱﴾ ودر استیعانت واستمداد از قبور فقہا راسخن ست ایشان گویند کہ زیارت قبور در غیر انبیاء علیہم السلام از برائے عبرت واعتبار و تذکر موت بود یا برائے ایصال نفع واستغفار برائے موتی باشد چنانچہ فعل آنحضرت در زیارت بقیع بصحت رسیده است۔

﴿۲﴾ ومشاخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم گویند کہ تصرف بعضے اولیاء در عالم برزخ دائم و باقی ست و توسل واستمداد بارواح مقدسہ ایشان ثابت و مؤثر۔

﴿۳﴾ وامام حجة الاسلام محمد غزالی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ مے گویند کہ ہر کہ در حیات و مے بوی توسل و تبرک جویند بعد از موتش نیز توان جست۔

﴿۴﴾ وایں سخن موافق دلیل ست چہ بقائے روح بعد از موت بدلالیت احادیث واجماع علماء ثابت است و متصرف در حیات و بعد از ممات روح ست نہ بدن و متصرف حقیقی حق تعالیٰ ست، ولایت عبارت از فنا فی اللہ و بقا بدوست وایں نسبت بعد از موت اتم واکمل است۔

﴿۵﴾ ونزد ارباب کشف و تحقیق مقابله روح زائر بارواح مزور موجب انعکاس اشعہ لمعات انوار و اسرار شود درنگ مقابله مرآت بامرات۔ و اولیاء را ابدان مکتسبہ مثالیہ نیز بود کہ بدان ظہور نمایند و امداد و ارشاد طالبان کنند۔

﴿۶﴾ ومنکران را دلیل وبرهان بر انکار آن نیست۔

﴿۷﴾ یکے از مشاخ گفته است کہ چہار کس از اولیاء را دیدم کہ در قبر خود تصرف مے کنند مثل تصرف ایشان در حالت حیات یا بیشتر:

(۱) ازاں جملہ شیخ معروف کرخی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۲) وشیخ عبدالقادر جیلانی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ۔

ودیگر را از اولیاء نیز شمرده۔ (رسالہ تکمیل الایمان)

﴿ترجمہ﴾ (۱) قبروں سے اعانت و مدد چاہنے کے بارہ میں فقہاء کو کلام ہے یہ کہتے ہیں کہ قبروں کی زیارت جو انبیاء علیہم السلام کی

نہ ہوں عبرت و نصیحت اور یاد موت کے لئے ہوتی ہے یا مردوں کو نفع پہنچانے اور ان کے لئے بخشش مانگنے کی غرض سے ہوتی ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل بقیع کی زیارت میں ثابت ہو چکا ہے۔

﴿۲﴾ اور مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کہتے ہیں کہ بعض اولیاء کا تصرف عالم برزخ میں دائم اور قائم ہے اور ان کی پاک روحوں سے تو تسل و استمداد کرنا ثابت اور موثر ہے۔

﴿۳﴾ اور امام جتہ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس بزرگ سے اس کی زندگی میں تو تسل اور تبرک چاہیں اس کی موت کے بعد بھی طلب کر سکتے ہیں۔

﴿۴﴾ اور یہ بات دلیل کے موافق ہے کیونکہ موت کے بعد روح کا باقی رہنا احادیث کی دلالت اور اجماع علماء سے ثابت ہے اور مُتَصَرِّفِ زندگی میں اور مرنے کے بعد روح ہے نہ کہ بدن اور مُتَصَرِّفِ حقیقی حق تعالیٰ ہے اور ولایت سے مراد فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے اور یہ نسبت موت کے بعد اتم اور اکمل ہے۔

﴿۵﴾ اور اہل کشف و تحقیق کے نزدیک زائر کی روح کا مقابلہ مزور کی ازواج سے انوار و اسرار کی روشنی کی شعاعوں کا عکس پڑنے کا موجب ہوتا ہے جیسے ایک آئینے کے ساتھ دوسرے آئینے کا مقابلہ۔ اور اولیاء کے لئے جسم حاصل کردہ مثالیہ بھی ہوتے ہیں جن کے ساتھ وہ ظہور کرتے ہیں اور طالبوں کو ارشاد اور ان کی امداد کرتے ہیں۔

﴿۶﴾ اور منکروں کے پاس اس کے انکار پر کوئی دلیل و برہان نہیں۔

﴿۷﴾ مشائخ میں سے ایک نے کہا ہے کہ میں نے چار اولیاء کرام کو دیکھا جو کہ اپنی قبر میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح زندگی میں تصرف کرتے تھے، یا زیادہ۔ مَجْمَلہ اُن کے:

(۱) شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اور دوسرے بزرگوں کو بھی شمار کیا ہے۔



مولوی اشرف علی تھانوی کا فتویٰ دربارہ جوازِ استمداد

﴿سوال﴾ طریقِ اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضیاء القلوب صفحہ ۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں:

اِسْتِعَانَتِ وَاِسْتِمْدَادِ از ارواحِ مشائخِ طریقت بواسطۃ مُرَشِدِ خود کردہ الخ
اِسْتِعَانَتِ وَاِسْتِمْدَادِ کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں، غیر اللہ سے اِسْتِعَانَتِ وَاِسْتِمْدَادِ بطریقِ جائز کس طرح کرتے ہیں، خالی الذہن
ہونے کی تاویل کی توجیہ بالکل جی کو نہیں لگتی، ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے؟

﴿جواب﴾ (۱) جو اِسْتِعَانَتِ وَاِسْتِمْدَادِ بالخلق باِعْتِقَادِ علم و قدرت مستقل مُسْتَمَدِّ مِنْهُ ہو شرک ہے۔

(۲) اور جو باِعْتِقَادِ علم و قدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم و قدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے۔

(۳) اور جو باِعْتِقَادِ علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ جی یا میت ہو۔

(۴) اور جو استمداد بلا اِعْتِقَادِ علم و قدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریقِ استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے:

اِسْتِمْدَادِ بِالنَّارِ وَالْمَاءِ وَالْوَقَاعَاتِ النَّارِیْخِیَّةِ۔

(۵) ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہوئیں پس اِسْتِمْدَادِ از ارواحِ مشائخ سے صاحبِ کشف الارواح کے لئے قسمِ ثالث ہے اور غیر صاحبِ کشف کے
لئے محض ان حضرات کے تصورِ روتدُّر سے قسمِ رابع ہے کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریقِ مفید
ہے اور غیر صاحبِ کشف کے لئے قسمِ خامس ہے۔ (فتاویٰ اشرفیہ جلد دوم)

بعض لوگ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنے کو شرک کہتے ہیں اور وہ اپنے دعوے میں بالعموم یہ آیت پیش کیا کرتے ہیں:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْصُرُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاءُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾

(سورۃ یونس رکوع ۲/ع)

﴿ترجمہ﴾ اور جو اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہیں یعنی بتوں کو، وہ انہیں نہ ضرر پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے

سفارش ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔

اس آیت سے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنے کی ممانعت ثابت کرنا صریحاً قرآن مجید کی تحریف کرنا ہے، کیونکہ یہ آیت
بتوں کے بے نفع اور بے ضرر ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ بت محض بے اختیار ہیں وہ کوئی نفع و ضرر نہیں پہنچا سکتے، لہذا اس کو انبیاء علیہم السلام
و اولیاء کرام پر چسپاں کرنا کفر ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی شفاعت اور نفع و ضرر احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

براہ راست انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے مدد مانگنا:

انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے براہ راست مانگنا بھی جائز ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

﴿۱﴾ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ إِلَى ذَوِي الرَّحْمَةِ مِنْ أُمَّتِي تُرْزَقُوا وَتُنَجَّحُوا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ رَحِمْتِي فِي ذَوِي الرَّحْمَةِ مِنْ عِبَادِي وَلَا تَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ عِنْدَ الْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ فَلَا تُرْزَقُوا وَلَا تُنَجَّحُوا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ إِنَّ سُخْطِي فِيهِمْ. (رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: اپنی حاجتوں کو میری امت کے مہربان لوگوں سے مانگو (یعنی نرم دل لوگوں سے) تو تم دیئے جاؤ گے (اپنا مقصد) اور تمہاری حاجتیں پوری کی جائیں گی بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے مہربان بندوں میں ہے، اور اپنی حاجتوں کو سخت دل والوں سے نہ مانگو کہ نہ دیئے جاؤ گے اور نہ پوری کی جائیں گی بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: بے شک میری ناخوشی ان میں ہے۔

اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے مدد مانگنا جائز ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے عطاء کئے ہوئے خزانے سے طالبوں کو مرحمت فرماتے ہیں۔

﴿۲﴾ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ عَوْنًا فَلْيَقُلْ يَا عَبْدَ اللَّهِ! أَعِينُونِي يَا عَبْدَ اللَّهِ! أَعِينُونِي، يَا عَبْدَ اللَّهِ! أَعِينُونِي وَقَدْ جُوبَ ذَلِكَ. (رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عتبہ بن غزوآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چاہے مدد تو چاہئے کہ کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ بات بارہا آزمائی گئی۔

﴿۳﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَفَلَتْ دَابَّةٌ أَحَدِكُمْ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ أَعِينُونِي يَا عَبْدَ اللَّهِ! رَحِمَكُمُ اللَّهُ (رَوَاهُ الْبُزَارُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب کسی کا جانور بیابان میں بھاگ جائے تو چاہئے کہ پکارے اے خدا کے بندو! میری مدد کرو، اللہ تم پر رحم کرے۔ (حسن حصین)

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود آیت اِذَا نَفَلَتْ دَابَّةٌ أَحَدِكُمْ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ أَعِينُونِي کے غیر اللہ سے مدد مانگنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

﴿۳﴾ ہجرت الاسرار میں ہے کہ شیخ ابو عمرو عثمان صریفی اور شیخ ابو محمد عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے روایت ہے کہ ہم بغداد میں اپنے شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے مدرسہ میں اتوار کے روز بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے ہمارے سامنے کھڑے ہو کر اپنی

کھڑاؤں میں وضو کیا اور دو گنا نہ ادا کیا، جب سلام پھیرا تو بڑے زور سے نعرہ مار کر اپنی کھڑاؤں کو اٹھا کر اونچا پھینک دیا، وہ ہماری آنکھوں سے فوراً اوجھل ہو گئی پھر آپ نے دوبارہ نعرہ مار کر دوسری کھڑاؤں کو پھینک دیا وہ بھی ہماری آنکھوں سے بہت جلد غائب ہو گئی، پھر آپ آرام سے بیٹھ گئے، کسی کو آپ سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی کہ عرصہ کے بعد عجم کے شہروں سے ایک قافلہ آیا اور کہنے لگا کہ ہمارے پاس شیخ کی نذر ہے، ہم نے حضرت سے اجازت مانگی کہ کیا ان سے نذر لے لیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک لے لو، چنانچہ انہوں نے ایک سیر ریشم، چند ریشمی کپڑے، کچھ سونا اور شیخ کی دو کھڑائیں لا کر دے دیں، ہم نے ان سے پوچھا کہ تم کو یہ کھڑائیں کہاں سے ملیں، انہوں نے کہا کہ ہم اتوار کے روز چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں ہم پر عرب کے لوگ حملہ آور ہوئے، انہوں نے ہمارا تمام مال و متاع لوٹ لیا اور ہم میں سے بعض کو مار ڈالا اور بعض کو زخمی کیا، پھر وہ جنگل کی طرف چل دیئے ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو گئے، وہ ایک جگہ ٹھہر کر مال و اسباب آپس میں تقسیم کرنے لگے، دور سے ہم بھی دیکھ رہے تھے، اچانک ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس وقت ہم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فریاد کریں اور ان سے امداد طلب کریں ممکن ہے کہ آپ کی روحانی امداد سے ہم کو فائدہ پہنچے، بنا بریں ہم نے اپنے مال میں سے کچھ حصہ نذر مانا کہ اگر ہم کو ہمارا تمام مال و اسباب واپس مل جائے اور ہم بھی صحیح سالم رہیں تو یہ سب کچھ ادا کریں گے، چنانچہ ہم نے شیخ سے فریاد کرنی شروع کی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی! المدد، جب ہم تھوڑی دیر تک یہ وظیفہ پڑھتے رہے تو اچانک ایسی مہیب آواز آئی کہ تمام لوگ کانپ اٹھے اور خوفزدہ ہو گئے اور جنگل بھی گونج اٹھا ہم نے اس وقت یہ خیال کیا کہ شاید ان لیروں کو لوٹنے کے لئے کوئی اور زبردست لٹیرے آگئے ہیں جس سے یہ شور و غل پیدا ہوا ہے، ابھی ہم اپنی خیالوں میں تھے کہ چند آدمی ان کی طرف سے ہمارے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اٹھو ہمارے ساتھ چلو اور اپنا تمام مال و متاع گن کر لے لو، اور جو مصیبت اس وقت ہم پہ نازل ہوئی ہے اس کو دیکھو، چنانچہ ہم ان کے ساتھ وہاں گئے تو اس جگہ پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں، کہ ان لیروں کے دوسرا درمرے پڑے ہیں اور ان دونوں کے پاس ایک ایک گیلی کھڑاں پڑی ہوئی ہے، الغرض انہوں نے ہمارا مال و اسباب سب کا سب واپس دے کر کہا کہ یہ کوئی راز ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے، کسی اللہ کے مقبول بندے نے تمہاری یہ امداد کی ہے، ہم نے کنایہ اس راز کا انکشاف کیا، جب ان لیروں نے حضرت غوث اعظم کی یہ کرامت دیکھی تو سچے دل سے تائب ہو کر آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر آپ کے غلاموں میں داخل ہو گئے، خدا کی شان یہ ڈاکو زہد و ریاضت کر کے حضرت کی توجہ سے ولی اللہ ہو گئے۔

بستان المحمدین میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شیخ ابوالعباس احمد زروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہ دو شعر تحریر

کئے ہیں:

اَلْمُرِيْدُ جَامِعٌ لِّشَتَاتِهِ اِذَا مَاسَطَا جَوْرُ الزَّمَانِ بِنَكِيْتِهِ

میں اپنے مرید کا اس کی پراگندگیوں میں جامع ہوں جبکہ جو زمانہ سختیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرے۔

وَاِنْ كُنْتُ فِي ضَيْقٍ وَكَرْبٍ وَوَحْشَةٍ فَنَادِ بِاَزْرُوقٍ اَتَى بِسُرْعَتِهِ

اور اگر تنگی و سختی و وحشت میں ہو تو یازروق کہہ کر پکار میں جلد آؤں گا۔

اولیاء اللہ کا فیض جس طرح ان کی دینی زندگی میں تھا وصال کے بعد بھی بدستور جاری ہے، لہذا ان کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا اور ان سے امداد مانگنا سلف صالحین کا طریقہ ہے، سینکڑوں حاجت مند لوگ فیض یاب ہو چکے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہوتے رہیں گے۔
 شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللامعات میں تحریر فرماتے ہیں:

حجة الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گفتہ ہر کہ استمذاد کردہ شود بومے در حیات استمذاد کردہ مے شود بومے بعد وفات۔

﴿ترجمہ﴾ حجة الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جس کے ساتھ استمذاد کی جاتی ہے زندگی میں اس سے استمذاد کی جاسکتی ہے بعد وفات کے بھی۔

شیخ صاحب موصوف ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

سیدی احمد زروق کہ از اعظم فقہاء و علماء مشائخ دیارِ مغرب است گفت کہ از روزمے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید کہ امدادِ حی اقوی است یا امدادِ میت من گفتم کہ قومے میگویند کہ امدادِ حی قوی ترست و من میگویم کہ امدادِ میت قوی تر است پس شیخ گفتہ نعم زیرا کہ وے در بساطِ حق است و در حضرت اوست۔

﴿ترجمہ﴾ سیدی احمد زروق جو بڑے فقہاء اور علماء اور مشائخ دیارِ مغرب سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ مدد کرنا زندہ کا زیادہ قوی ہے یا مردہ کا، میں نے جواب دیا کہ ایک قوم کہتی ہے کہ امدادِ زندہ کی زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ امدادِ میت کی زیادہ قوی ہے، شیخ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے کیونکہ وہ بساطِ حق پر ہے اور اس کے دربار میں حاضر ہے۔

بعض عارفوں نے ذکر کیا ہے کہ ولی اللہ کی بزرگی انتقال کے بعد زیادہ ہو جاتی ہے حالتِ زندگی کے اعتبار سے کیونکہ ان کے تعلقات مخلوق سے منقطع ہو جاتے ہیں اور ان کی روح کو خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو جاتا ہے، پس اللہ تعالیٰ ان کو یہ عزت و بزرگی دیتا ہے کہ ان کے ذریعہ جو لوگ اپنی حاجت کو چاہنے والے ہیں ان کی حاجت کو پوری کر دیں۔ (مشارق الانوار صفحہ ۸۸)

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کا فائدہ:

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ اُن کے طفیل مرادیں حاصل ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں، چنانچہ مشارق الانوار میں ہے۔

شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک ولی کی قبر پر فرشتہ کو مقرر کر دیتا ہے جو زائرین کی حاجات کو پوری کر دیتا ہے اور کبھی کبھی وہ بزرگ خود لوگوں کی حاجت کو پوری کر دیتے ہیں، کیونکہ عالمِ برزخ میں ان کے اختیارات وسیع ہو جاتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کا آنا جانا ان کی روح کے لئے آسان ہو جاتا ہے اور جو بزرگ زائرین کی حاجت کو خود پورا کرتے ہیں ان کو اس کا

اس قدر ثواب ملتا ہے جس قدر ان کو عالم برزخ میں نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

بزیارت قبر ایساں رود و زیارت از اں جا انجذاب در یوزہ کند۔

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرے اور وہاں سے حصول جذب کی بھیک مانگے۔

اہل روم کا حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر سے مدد مانگنا:

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ میں لڑنے کو گئے تھے اور وہیں شہید ہو گئے، مسلمانوں نے ان کو شہر پناہ کی جڑ میں دفن کر دیا، راوی کہتا ہے کہ لوگ ہمیشہ ان کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور جب قحط پڑتا ہے تو ان کی قبر پر جا کر پانی مانگتے ہیں (حاکم و اسد الغابہ)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ روم کے رہنے والے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کو قحط کے وقت طلب باران کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللامعات میں چار ایسے اشخاص کا نام مبارک لکھتے ہیں جو اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح زندگی میں کرتے تھے:

﴿۱﴾ شیخ طفیل منجبی علیہ الرحمہ۔

﴿۲﴾ شیخ حیات بن قیس حرانی علیہ الرحمہ۔

﴿۳﴾ شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ۔

﴿۴﴾ شیخ معروف کرخی علیہ الرحمہ۔

یہ روایت راقم نے کتاب ”شذرات الذهب فی احوال من ذهب“ میں بھی دیکھی ہے، مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی در قبر خود مثل احياء تصرف میکنند۔

﴿ترجمہ﴾ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔

علامہ ابن جوزی محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب صفة الصفوہ میں تحریر فرماتے ہیں:

عَنْ أَحْمَدَ بْنِ الْفَتْحِ قَالَ سَأَلْتُ بِشْرًا عَنْ مَعْرُوفٍ الْكُوَحِيِّ قَالَ فَمَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ فَلْيَأْتِ قَبْرَهُ وَيَدْعُ فَإِنَّهُ يُسْتَجَابُ لَهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

﴿ترجمہ﴾ حضرت احمد بن فتح سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے بشرحانی تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے معروف کرخی علیہ الرحمہ کا

حال پوچھا، آپ نے فرمایا کہ:..... اگر کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہئے کہ ان کی قبر پر جائے اور دعا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ اس

کی دعا قبول ہوگی۔

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ معروف کرنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت ہو تو اس کو قسم دے کہ یا اللہ بحق معروف کرنی میری حاجت کو پورا کر قبول ہوگی۔

ان چار کے علاوہ کئی اور بزرگ ہیں جن کے تصرّفات بعد وفات ثابت ہیں یعنی:

﴿۵﴾ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک۔

چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم کی قبر مبارک دعا کے قبول ہونے کے لئے تریاق ہے۔

﴿۶﴾ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک دعا کے قبول ہونے کے لئے

تریاق ہے۔

مرقات میں ہے کہ بڑے بڑے علماء و فضلاء حاجت مند امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک پر آتے اور اپنی حاجتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑتے اور بانیل مرام واپس جاتے۔ ان میں سے ایک امام شافعی بھی ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

إِنِّي أَتَبَرَّكَ بِأَبِي حَنِيفَةَ وَأَجِئُ إِلَى قَبْرِهِ فَإِذَا عَرَضْتُ لِي حَاجَةٌ صَلَّيْتُ رَكَعَتَيْنِ وَسَأَلْتُ اللَّهَ تَعَالَى عِنْدَ قَبْرِهِ فَتَقَضَى سَرِيْعًا (رد المحتار: ۱)

﴿ترجمہ﴾ میں امام صاحب کی قبر مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب ضرورت پیش آتی ہے تو امام صاحب کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر دو رکعت نماز نفل گزارتا ہوں تو اللہ تعالیٰ صاحب قبر کی برکت سے میری حاجت پوری کر دیتا ہے۔ (خیرات الحسان)

﴿۷﴾ ابی اسحق ابراہیم بن شہریار گازرونی علیہ الرحمہ کی قبر مبارک۔

چنانچہ منقول ہے کہ آپ کی قبر مبارک قبولیت دعا کے واسطے تریاق اکبر ہے، جس نے آپ کے طفیل سے بدرگاہ رب العلمین دعا مانگی، اس کی مراد برآئی۔

﴿۸﴾ شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ کی قبر مبارک۔

چنانچہ تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ نے وفات کے وقت فرمایا جو کوئی میری قبر کے پتھر پر ہاتھ رکھ کر حاجت طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد بر لائے گا۔

﴿۹﴾ شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا کہ جو جنازہ میری قبر کے پاس لایا جائے گا بخشا جائے گا،

چنانچہ اب تک طوس میں یہ رسم ہے کہ ہر جنازے کو پہلے آپ کے روضہ مبارک کے پاس لاکر رکھتے ہیں پھر دفن کرتے ہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء)

ان کے علاوہ اور بھی بے شمار بزرگوں کی قبریں ہیں جن سے لوگ فیض و برکت حاصل کر رہے ہیں، مثلاً لاہور میں حضرت علی ہجویری، بمقام میٹرانوالی ضلع سیالکوٹ میں راقم الحروف کے والد حضرت مولانا مست علی نقشبندی قادری، اجمیر شریف میں خواجہ معین الدین چشتی، سرہند شریف میں سید احمد مجدد الف ثانی، دہلی میں حضرت باقی باللہ و حضرت نظام الدین، کلیر شریف میں حضرت علاؤ الدین صابر، چورہ شریف میں حضرت نور محمد و فقیر محمد وغیرہ۔

استفاضہ از قبور الاولیاء اور زیارت قبور اولیاء کا طریقہ:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

گاہ کہ برائے زیارت قبرِے از عوام مومنین برود اول پشت بقبلہ رو سینہ میت نماید و سورۃ فاتحہ یکبار و اخلاص سہ بار و در وقت آمدن بمقبرہ این الفاظ بگوید اَلْسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَہْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمْ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ اللّٰحِقُوْنَ۔ و اگر قبرِے بزرگے از اولیاء و صلحاء باشد روے سوئے سینہ آن بزرگ کردہ بنشیند و بست و یکبار بچہار ضرب سُبُوْحُ قُدُّوْسُ رَبَّنَا وَ رَبُّ الْمَلٰٓئِکَہِ وَالرُّوْحِ گوید و سورۃ اِنَّا اَنْزَلْنٰا سہ بار بخواند و دل را از خطرات خلاص کردہ مقابل سینہ آن بزرگ آرد و برکات در دل این زیارت کنندہ خواهد رسید (فتاویٰ عزیزی)

﴿ترجمہ﴾ جب عام مومنوں میں سے کسی کی قبر کی زیارت کے لئے جائے تو قبلہ کی طرف پشت کر کے میت کے سینے کی طرف منہ کرے اور سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے اور قبرستان میں آنے کے وقت یہ الفاظ کہے:

اَلْسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَہْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمْ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ اللّٰحِقُوْنَ

”سلام ہو تم پر اے اس مقام والو! مومنوں اور مسلمانوں سے، اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو بخش دے اور ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ آملے

والے ہیں“

اور اگر اولیاء و صلحاء میں سے کسی بزرگ کی قبر ہو تو اپنا منہ اس کے سینے کی طرف کر کے بیٹھ جائے اور اکیس بار چار ضربوں کے ساتھ کہے:

(سُبُوْحُ قُدُّوْسُ رَبَّنَا وَ رَبُّ الْمَلٰٓئِکَہِ وَالرُّوْحِ اور سورۃ اِنَّا اَنْزَلْنٰا)

تین بار پڑھے اور دل کو خطرات سے پاک کر کے اس بزرگ کے سینے کے مقابل لائے تو اس زیارت کرنے والے کے دل میں اس بزرگ کی برکات پہنچیں گی۔

طریق استمداد حضرت شاہ صاحب موصوف فتاویٰ عزیزی جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں:

بعضے از اہل قبور مشہور بکمال اند و کمال ایشان بتواتر شدہ، طریق استمداد از ایشان آن ست کہ جانبِ سرِ قبرِ او سورۃ بقرہ انگشت بقبر نہادہ تا مُفْلِحُوْنَ بخواند،

باز بطرفِ پانینِ قبر بیاید و اَمِّنَ الرَّسُولُ تا آخرِ سورہ بخواند و بزبان گوید اے حضرت! من برائے فلاں کار درجنابِ الہی التجائی کنم و دعائے شما نیز بدعا و شفاعت اِمْدَادِ من نماید، باز رو بقبلہ آرد و مطلوبِ خود را از جنابِ باری خواہد و کسانیکہ کمالِ ایناں معلوم نیست و مشہور و متواتر نشدہ دریافتِ کمالِ آنہا بہماں طریق ست کہ بعد از فاتحہ و درود و ذکرِ سُبُوحِ دلِ خود را مقابلہٗ سینہٗ مقبور بدارد اگر راحت و تسکین و نورِ دریافت کند بداند کہ این قبر از اہلِ صلاح و کمال ست لکن اِسْتِمْدَادِ از مشہورین باید کرد۔ (رسالہ فیضِ عام)

﴿ترجمہ﴾ بعض اہلِ قبور کمال کے ساتھ مشہور ہیں اور ان کا کمال متواتر ہو چکا ہے تو ان سے مدد طلب کرنے کا طریق یہ ہے کہ ان کی قبر کے سرہانے قبر پرانگی رکھ کر سورہٴ بقرہ مُفْلِحُونَ تک پڑھے پھر پاکستی کی طرف آئے اور اَمِّنَ الرَّسُولُ آخر سورہ تک پڑھے اور زبان سے کہے: اے حضرت! میں فلاں کام کے لئے جنابِ الہی میں التجاء کرتا ہوں اور دعا۔ آپ بھی دعا اور شفاعت سے میری اِمْداد کرو، پھر رو بقبلہ ہو اور اپنا مطلوب جنابِ باری تعالیٰ سے چاہے، اور جن کا کمال معلوم نہیں اور شہرت و قوا تر کو نہیں پہنچا ان کے کمال کے دریافت کا وہی طریقہ ہے کہ فاتحہ و درود اور ذکرِ سُبُوح کے بعد اپنے دل کو صاحبِ قبر کے سینے کے مقابل کرے اگر راحت اور تسکین اور نور محسوس کرے تو سمجھے کہ یہ کسی اہلِ صلاح و کمال کی قبر ہے، لیکن اِسْتِمْدَادِ مشہور بزرگوں ہی سے کرنی چاہئے۔

شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضمیمہٗ مقاماتِ مظہریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

یک باریک پہلو شل شد اِسْتِمْدَادِ از روح حضرت مجدد رحمة اللہ تعالیٰ علیہ نمودم
ہموں وقت صورتِ شریفِ ایشان را مُعَلَّقِ درہوا دیدم کل آن بیماری سلب نمودند۔

﴿ترجمہ﴾ ایک باریک پہلو شل ہو گیا میں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح سے مدد چاہی اسی وقت حضرت کی صورت ہوا میں معلق نظر آئی میری تمام بیماری سلب کر لی۔



انبیاء علیہم السلام کی قبروں کا فیض

حضرت دانیال علیہ السلام کے تابوت سے توسل:

حافظ ابن القیم اپنی کتاب إغاثة اللہفان میں نقل فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے مغازی میں روایت کیا ہے کہ ابی العالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”جب ہم لوگوں نے شہر تشرک فتح کیا تو ہرمز کے گھر میں ایک تخت ملا جس پر ایک مردہ تھا اور اس کے سر ہانے ایک مصحف تھا، ہم اس مصحف کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گئے، انہوں نے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور اس کتاب کو عربی میں لکھوایا، پہلے میں نے اس کتاب کو پڑھ کر ابو العالیہ سے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اُس کتاب میں تمہاری خصلتیں اور تمہارے حالات اور تمہاری گفتگو کے لہجے اور جو آئندہ ہونے والا ہے وہ سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم نے اس مردے کو کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے دن کو تیرہ قبریں جدا جدا کھودیں، جب رات ہوئی تو ہم نے اس کو ایک قبر میں دفن کر دیا اور سب قبروں کو برابر کر دیا، اور یہ اس واسطے کیا کہ لوگ اصلی قبر سے ناواقف رہیں اور کفن نہ چرائیں، پھر میں نے پوچھا کہ اس مردے کو کس امید پر رکھا تھا؟ انہوں نے کہا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو اُس تابوت کو باہر نکالتے تھے تو پانی برستا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ وہ مردہ کون تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت دانیال علیہ السلام تھے، پھر پوچھا کہ ان کو لوگ کب سے رکھے ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ تین سو برس سے، پھر پوچھا کہ ان کے جسم میں کچھ تغیر تو نہیں ہوا تھا؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں صرف چند بال سر کے پیچھے سے خراب ہو گئے تھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو زمین بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی کوئی درندہ کھاتا ہے۔“

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں اور بعد وصال کے حصول مطالب کے لئے ذریعہ کرنا ایک قدیم دستور تھا اسی واسطے حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش کو تین سو برس تک رکھے رہے اور ان کی وساطت سے طلب باراں کرتے تھے، اگر یہ فعل شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صاف فرما دیتے کہ یہ شرک ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کی برکت:

تفسیر مظہری میں ہے کہ جب فرعون نے مصر میں بنی اسرائیل کو تنگ کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا کہ سب بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل جاؤ، موسیٰ علیہ السلام سب کو لے کر چل دیئے، جب دریائے نیل پر پہنچے تو راستہ بھول گئے، بڑی کوشش کی گئی مگر پتہ نہ لگا، آپ نے پکار کر کہا کہ جو شخص اس بھید سے واقف ہو وہ آ کر بتلائے، ایک بڑھیا نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ جب یوسف علیہ السلام کا انتقال ہونے لگا تھا تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر کسی وقت تم لوگ مصر کا رہنا چھوڑ دو تو میرا تابوت

جس میں میری لاش ہوگی اپنے ہمراہ لے جانا ورنہ راستہ نہیں ملے گا، آپ نے پوچھا کہ وہ کہاں دفن ہے؟ اُس نے کہا کہ میں اس شرط پر بتلائی ہوں کہ میری ایک بات کو مان لیا جائے، آپ نے پوچھا، وہ کیا ہے، کہنے لگی کہ وہ یہ ہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور بہشت میں جہاں آپ کو جگہ ملے وہیں میں بھی ہوں، آپ نے بارگاہ الہی میں یہ عرض کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس سے اس کا اقرار کر لو، ہم اس کی آرزو پوری کریں گے، چنانچہ آپ نے اس بڑھیا سے اقرار کر لیا، اُس نے اُسی وقت تابوت کا پتہ بتلا دیا کہ دریا کے بیچ اس جگہ دفن ہے، انہوں نے وہاں سے فوراً تابوت نکال لیا اور اس کی برکت سے راستہ کا پتہ چل گیا۔

اس روایت سے تین مفید نتیجے نکلتے ہیں:

- ﴿۱﴾ تابوت یوسف نبی علیہ السلام سے استمداد کرنے کی مشروعیت۔
- ﴿۲﴾ خود حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے تابوت سے استمداد کرنے کی وصیت کرنا۔
- ﴿۳﴾ بڑھیا کی حق پسندی کہ اپنے لئے کوئی دنیاوی مراد طلب نہیں کی بلکہ عقبیٰ کی نعمت چاہی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبر سے نکل کر سائل کیلئے دعا کرنا:

علامہ احمد شہاب الدین حجریؒ کی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

نَقَلَ الْيَافِعِيُّ وَغَيْرُهُ عَنِ الشَّيْخِ الْكَبِيرِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْقُرَشِيِّ أَنَّهُ وَقَعَ بِمِصْرَ غَلَاءٌ كَبِيرٌ فَتَوَجَّهَ لِلدُّعَاءِ بِرَفْعِهِ فَقِيلَ لَا تَدْعُ فَلَا يَسْمَعُ لِأَحَدٍ مِّنْكُمْ هِيَ هَذِهِ الْأَمْرُ دُعَاءٌ فَسَافَرْتُ إِلَى الشَّامِ فَلَمَّا وَصَلْتُ إِلَى قَرِيبٍ مِّنْ ضَرْبِجِ الْخَلِيلِ عَلَيْهِ وَعَلَى نَبِينَا أَفْضَلَ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ تَلَقَّانِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اجْعَلْ ضِيَافَتِي عِنْدَكَ الدُّعَاءَ لِأَهْلِ مِصْرَ فَدَعَا لَهُمْ فَفَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

﴿ترجمہ﴾ امام یافعی وغیرہ نے شیخ کبیر ابو عبد اللہ قرشی سے نقل کیا کہ مصر میں بڑی گرانی واقع ہوئی تو شیخ دعاء کے لئے متوجہ ہوئے اس پر آپ سے کہا گیا کہ تم دعا نہ کرو، اس باب میں تم میں سے کسی کی سنی نہ جائے گی، شیخ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے شام کی طرف سفر کیا، جب میں ابراہیم خلیل اللہ علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک کے قریب پہنچا تو آپ نے مجھ سے ملاقات فرمائی، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ میری میزبانی و ضیافت میں اہل مصر کے لئے دعا فرمائیں، آپ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے وہ گرانی رفع کر دی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ انبیاء زندہ ہیں اور وہ زائرین کو بظاہر بھی ملتے ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں اور ان کی برکت سے کشائش رزق ہوتا ہے۔

روضہ رسول سے امداد مانگنا:

﴿۱﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر بہت سے اشعار پڑھے جن کا پہلا شعر یہ تھا۔

أَتَيْنَاكَ وَالْعَذْرَاءُ يُذْمِي لَبَانُهَا وَقَدْ شَغَلَتْ أُمُّ الصَّبِيِّ عَنِ الطِّفْلِ

﴿ترجمہ﴾ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں آئے ہیں کہ کنواری لڑکیوں کے سینے سے خون بہہ رہا ہے اور بچے والیاں بچوں سے غافل ہو گئی ہیں۔

یہاں تک کہ ان شعروں میں یہ بھی پڑھا:

وَلَيْسَ لَنَا إِلَّا إِلَيْكَ قَرَارُنَا وَآيُنَ قَرَارُ الْخَلْقِ إِلَّا إِلَى الرَّسُلِ

﴿ترجمہ﴾ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہمارا کہیں ٹھکانا نہیں ہے اور مخلوق بھاگے تو بجز رسولوں کے پاس کہاں بھاگے۔

اور آپ نے کوئی انکار نہ فرمایا بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اعرابی نے وہ شعر پڑھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی التجاء کے موافق خوشی اور عجلت کے ساتھ چادر مبارک کھینچتے ہوئے اُٹھے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا اور مینہ کے لئے دعا فرمائی ابھی دعائیں نہیں ہوئی تھی کہ مینہ برسنے شروع ہو گیا۔ (بیہقی)

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اعرابی نے آپ سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے دعاء کی اور مینہ برسا پھر آپ نے فرمایا کہ:

”اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو بے شک ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کون ان کا شعر ہمیں سناتا ہے؟“

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوطالب کا وہ شعر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد تھی پڑھ کر سنایا اور وہ شعر یہ تھا۔

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

ترجمہ: یعنی گورے رنگ والا جس کے چہرے کے وسیلے سے مینہ طلب کیا جاتا ہے، جو یتیموں کا مادی اور بیواؤں کا لجا ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور خوشی و شادمانی سے دکنے لگا۔ (بیہقی)

اگر یہ شرک ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے کبھی خوش نہ ہوتے، اور ابوطالب کے قصیدہ گوئی کا منشاء جس میں کا وہ شعر ہے

جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھوا کر سنایا تھا کہ قریش حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے سے پیشتر ایک بار قحط میں مبتلا ہوئے تو

ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے تمام قریش کے سامنے مینہ مانگا تھا، حق تعالیٰ نے بڑے زور کا مینہ برسایا تھا، اس پر

ابوطالب نے یہ قصیدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں تصنیف کیا تھا۔

﴿۲﴾ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روضہ رسول کے توسل سے بارش طلب کیا کرتے تھے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

قَحِطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَحْطًا شَدِيدًا فَشَكُّوا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أَنْظِرُوا إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَاجْعَلُوا مِنْهُ كَمَا إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوا فَمَطَرُوا. (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوالجواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار مدینہ منورہ میں بہت سخت قحط پڑا صحابہ کرام حضرت

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور اپنی مصیبت کا اظہار کیا، فرمایا کہ روضہ مقدسہ پر جاؤ اور چھت میں سوراخ

کردوتا کہ رحمۃ اللعالمین کے روضہ مقدسہ کو دیکھ کر آسمان سے رحمت نازل ہو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پس بارش ہو گئی۔

دیکھئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ نہ فرمایا کہ دعا مانگو اور نہ ہی یہ کہا کہ نفل پڑھو یا قرآن مجید پڑھو بلکہ وہی کہا جو ”پیر پرست“ کہا کرتے ہیں کہ متبرک قبروں پر جاؤ، اگر قبروں پر جانا شرک ہوتا تو آپ ہرگز جانے کی اجازت نہ دیتیں، غرض اس روایت سے تو سئل بالفعل ثابت ہوا، اس کے معنی بھی بزبان حال یہ تھے کہ یہ آپ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک ہے جس کو ہم تلبس جسد نبوی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہیں اور نبی کی ملابس چیز موجب رحمت ہے اس لئے ہم پر رحم فرمائیے۔

﴿۳﴾ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن مالک الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑا، ایک شخص نے روضہ رسول پر حاضر ہو کر قحط کی شکایت کی: ”یا رسول اللہ! اپنی امت کے واسطے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہو رہی ہے“، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں اس شخص سے فرمایا کہ تم حضرت عمر کے پاس جا کر ان کو سلام کہو اور خبر دو کہ پانی بر سے گا ہوشیار رہو، وہ شخص خواب سے بیدار ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا، آپ زار زار رونے لگ گئے، پھر بارگاہ الہی میں عرض کی کہ یا اللہ! میں تصور نہیں کرتا ہوں جہاں مجبور رہتا ہوں۔ (بیہقی، ابن ابی شیبہ، جذب القلوب)

اس روایت سے ایک اعرابی کا قحط کے دنوں میں طلب بارش کے لئے روضہ مقدسہ پر جانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کی استیذان کو قبول کر کے خواب میں یہ دکھانا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ دو کہ پانی بر سے گا، اور پھر اس اعرابی کا پیغام حضرت عمر کو پہنچانا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس پیغام کو برحق تسلیم کرنا ثابت ہوتا ہے۔

﴿۴﴾ محمد بن حرب ہلالی (بروایت عصبی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ میں جا کر روضہ مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوا تو وہاں ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ ایک اعرابی وہاں کھڑا ہو کر یوں عرض کر رہا ہے: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وآلک وسلم اللہ تعالیٰ نے ایک سچی کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا.

(سورة النساء ع/۷)

﴿ترجمہ﴾ اور اگر وہ لوگ جبکہ ظلم کر چکے تھے اپنی جانوں پر (اے میرے حبیب!) تمہارے پاس آتے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسول یعنی آپ بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو بے شک وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پاتے۔

لہذا میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا شفیع بنانے کے لئے آپ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں، یہ کہہ کر وہ زار و قطار روتا ہوا یہ شعر پڑھتا تھا۔

يَا خَيْرَ مَنْ ذُنُوبِي فِي الْقَاعِ أَعْظَمُهُ فَطَابَ مِنْ طَيْبِهِنَّ الْقَاعُ الْآكُمِ

﴿ترجمہ﴾ اے بہترین! ان لوگوں کے جن کی ہڈیاں اس سرزمین میں مدفون ہیں جن کی خوشبو کی لپک سے ہر نشیب و فراز اس

رُوحِي الْفِدَاءَ لِقَبْرِ أَنْتَ سَاكِئُهُ فِيهِ الْعِفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ ۱

﴿ترجمہ﴾ میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہتے ہیں، اس میں پرہیزگاری ہے اور جو د و کرم ہے۔

محمد بن حرب فرماتے ہیں کہ پھر وہ انغر ابی چلا گیا، میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، آپ نے مجھے فرمایا کہ اس انغر ابی کو جا کر بشارت دو، کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ بخش دیئے۔ (ابن عساکر، ابن جوزی، ابن کثیر، مواہب اللدنیہ اور خلاصۃ الوفاء) اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ روضہ مقدسہ پر جا کر عرض کرنے سے لوگوں کی مرادیں حاصل ہوتی ہیں گویا وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امور دینی اور دنیوی دونوں میں ذریعہ ہو سکتے ہیں۔

﴿۵﴾ احمد بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تین ماہ تک ادھر ادھر پھرتا رہا، جس سے میں بے حد تھک گیا اور بھوک کی شدت سے بے تاب ہو گیا، لاچار مدینہ منورہ میں آکر روضہ مقدسہ پر حاضر ہوا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام عرض کیا، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی حالت کا اظہار کرتے ہوئے سو گیا، خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے احمد! کیا حال ہے؟ عرض کیا یا حضرت میں بھوک سے بے تاب ہو کر آپ کا مہمان ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاتھ بڑھاؤ، میں نے اپنا ہاتھ آپ کی طرف پھیلا یا تو آپ نے چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے، جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درہم میرے ہاتھ میں بعینہ موجود ہیں، میں اسی وقت بازار کی طرف چلا گیا اور روٹی اور فالودہ لے کر خوب پیٹ بھر کر کھایا پھر جنگل کی طرف واپس چلا آیا۔ (جذب القلوب)

﴿۶﴾ ایک شخص مدینہ منورہ میں آکر پانچ روز تک ٹھہرا لیکن کھانے کے لئے کہیں سے کچھ نہ ملا، آخر روضہ مقدسہ پر حاضر ہو کر سلام کر کے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں آپ کا مہمان ہوں، یہ بار بار کہتے ہوئے سو گیا، وہ کہتا ہے کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ سمیت تشریف لائے ہوئے ہیں مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر فرمایا کہ اٹھ کھڑا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، میں نے اٹھ کر اسی وقت آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عطاء فرمائی، جس کو میں کھاتے کھاتے جاگ پڑا، دیکھتا کیا ہوں کہ آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود ہے۔ (جذب القلوب، صفة الصفوہ)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں مہمان آکر کھانا کھاتے تھے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی یہ فیض کا چشمہ جاری ہے۔

﴿۷﴾ امام ابو بکر بن مقرئ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں اور طبرانی اور ابوالشیخ تینوں مدینہ منورہ میں پڑھا کرتے تھے، خرچ کی کمی کے باعث فاقہ پر فاقہ گزرنے لگا، ایک دن عشاء کے وقت میں نے روضہ مقدسہ پر جا کر یوں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم

ہم بھوک سے بے تاب ہو گئے ہیں، اب آپ کے مہمان ہیں، یہ کہہ کر میں واپس چلا آیا، میں اور ابو الاشیخ دونوں سو رہے مگر طبرانی جاگتا رہا، ایک مرد علوی نے آ کر دستک دی، جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ شخص ہاتھوں میں دو ٹشتریاں کھانے اور چھوڑوں سے بھری ہوئی لئے کھڑے ہیں، انہوں نے ہم تینوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا، پھر فارغ البال ہونے کے بعد کہنے لگے کہ شاید تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں شکایت کی تھی، کیونکہ مجھے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے مہمانوں کے پاس کھانا لے جا کر ان کے ساتھ کھاؤ۔ (دارمی، کتاب الوفاء، جذب القلوب)

﴿۸﴾ حافظ ابن قیم کتاب الکبائر فی السنة والبدعة میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ دمشق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ:

”ہم اتفاق سے مدینہ منورہ میں گئے ہوئے تھے، ایک روز زبائی (سکہ) لے کر بازار میں آٹا خریدنے گئے، شیعہ دکاندار نے ہمیں سنی خیال کر کے کہا کہ اگر تم ابو بکر صدیق اور عمر خطاب پر لعنت کرو گے تو میں آٹا دوں گا ورنہ نہیں، میں نے کہا کہ میں تو ایسا ہرگز نہیں کہوں گا، غرض کئی دفعہ ایسا ہی کہتا رہا مگر میں اس کو جواب دیتا رہا آخر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے جوش میں آ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر لعنت کرتا ہے، اس دکاندار نے جونہی یہ کلمات میری زبان سے سنے اسی وقت میری آنکھوں پر ایک ایسا گھونسا مارا جس سے میری دونوں آنکھیں باہر نکل آئیں اور میں اندھا ہو گیا، میں روتا ہوا روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جا کر یوں فریادی ہوا، ”یا رسول اللہ! میں مظلوم ہوں آپ کے دروازے پر فریاد لے کر آیا ہوں، خدا را میری مدد کیجئے، یہی کلمات بار بار کہتے ہوئے مجھے نیند سی آ گئی خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونوں آنکھیں بالکل درست ہیں، گویا ان کو کبھی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی، میں نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور وطن کو واپس چلا آیا، دوسرے سال پھر مجھے مدینہ منورہ میں جانے کا اتفاق ہوا، بازار میں چلتے ہوئے مجھے اس دکاندار نے پہچان کر آواز دی، میں نے اس کے پاس جا کر کہا کہو کیا کہتے ہو؟ اُس نے کہا کہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس کو میں نے مار کر اندھا کر دیا تھا؟ کہا بے شک میں وہی ہوں جس کی آنکھیں تو نے پھوڑ ڈالی تھیں، اس پر وہ تعجب سے کہنے لگا کہ پھر آنکھیں کس طرح درست ہوئیں یہ تو ناممکن کام ہے میں نے اپنے بیٹا ہونے کا تمام قصہ بتلایا، وہ یہ سن کر مح اہل و عیال کے اپنے مذہب کو چھوڑ کر اہل سنت والجماعت میں داخل ہوا۔

یا محمد من بے سرو سامان مددے قبلہ دیں مددے کعبہ ایمان مددے
 ﴿ترجمہ﴾ یا رسول اللہ! مجھ بے سرو سامان کی مدد فرمائیے اے دین کے قبلہ! اور اے ایمان کے کعبہ! کچھ مدد فرمائیے۔

یا نبی کشتی امت بکفِ ہمت تست اندریں ورطۂ غم صدمۂ طوفان مددے
 ﴿ترجمہ﴾ یا رسول اللہ! انسانیت کی کشتی آپ کی توجہ مبارک کی ہتھیلی کے سپرد ہے اس غم کے گرداب اور طوفان کے دھکائیوں میں مدد کیجئے۔

ما گدائیم تو سلطانِ دو عالم شدہ شاہ شاہان مددے شاہ گدایاں مددے
 ﴿ترجمہ﴾ ہم مگتے ہیں اور آپ دو جہاں کے بادشاہ ہیں، اے بادشاہوں کے بادشاہ! اور اے منکوں کے لئے شاہ! کچھ مدد کیجئے۔

لَيْسَ لِي غَيْرُكَ يَا سَيِّدَ مَكِّي مَدَنِي سَوْنِيمِ افگن نظریں بر من حیران مددے
 ﴿ترجمہ﴾ اے میرے مکی مدنی آقا! میرے لئے آپ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے میری طرف نظرِ رحمت فرمائیے اور مجھ حیران کی مدد فرمائیے۔

عاصِمِ پُرز گناہیم و غریبی داریم رحم فرما بہ غریبی غریباں مددے
 ﴿ترجمہ﴾ ہم گناہ گار ہیں، گناہوں سے پُر ہیں اور غریب ہیں غریبوں کی غربت پر رحم فرمائیے کچھ مدد کیجئے۔
 ﴿۹﴾ علامہ یوسف بہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شواہد الحق ۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ قطبِ رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ میں شرفِ حاضری پایا تو روضہء مبارک پر کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے:
 فِي حَالَةِ الْبُعْدِ رُوحِي كُنْتُ أُرْسِلُهَا تُقْبَلُ الْأَرْضُ عَنِّي فَهِيَ نَائِبَتِي
 وَهَذِهِ دَوْلَةُ الْأَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ فَأَمْلُذُ يَمِينُكَ كَيْ تَحْطِيَ بِهَا شَفَتِي
 اس کے بعد فرماتے ہیں:

فَمَدَّ يَدَهُ الشَّرِيفَةَ مِنَ الشُّبَاكِ فَقَبَّلَهَا. ۲

یعنی جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور تھا تو اُس وقت اپنی روح کو اپنا نائب بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں روانہ کرتا تھا تاکہ وہ آپ کی قبر مبارک کو بوسہ دے کر تبرک حاصل کرے، لیکن اب تو میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو گیا ہوں اس لئے آپ ذرا اپنے دائیں ہاتھ کو نکال لئے تاکہ میرے لب اس سے فیض یاب ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اپنا دست مبارک روضہء مقدسہ سے باہر نکالا تو میں نے اُس کو بوسہ دیا۔

دیکھئے روضہء رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ اب تک ویسے ہی فیض پارہے ہیں جیسے آپ کی ظاہری زندگی میں معمول تھا، غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض لوگوں پر ہر وقت نازل ہوتا رہتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کا سائل کبھی بھی محروم نہیں جاتا:۔
 اگر خیریتِ دنیا و عقبی آرزو داری بدر گاہش بیاؤ ہرچہ می خواہی تمنا کن
 ﴿ترجمہ﴾ اگر دنیا اور آخرت کی خیریت کی تجھے آرزو ہے اُن کی بارگاہ میں آ، اور جو چاہے مانگ اور آرزو کر تجھے سب کچھ ملے گا۔

۱ شواہد الحق صفحہ ۸۷، مطبوعہ مصر۔

۲ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کے متعلق ایک رسالہ بنام ”مد الید“ لکھا ہے۔ اور باسناد ثابت کیا ہے (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبد الفتاح گلشن آبادی مطبوعہ بمبئی جلد سوم) عبد العزیز عفی عنہ۔

عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ۔

ہے مجھے تیرا وسیلہ یا محمد مصطفیٰ	کون ہے جز تیرے میرا یا محمد مصطفیٰ
کچھ نہیں ہے پاس اوراہِ عدم درپیش ہے	آسرا ہے ایک تیرا یا محمد مصطفیٰ
نقدِ توبہ رائیگاں کھویا ہوا توبہ شکن	نفس نے مجھ کو تو لٹوٹا یا محمد مصطفیٰ
کونسا وہ کارِ بد ہے جو نہیں مجھ سے ہوا	میں رہا مجرم خدا کا یا محمد مصطفیٰ
سر پہ گٹھڑی ہے گناہ کی کیوں نہ پھر تشویش ہو	تم سے آ کر کیا کہوں گا یا محمد مصطفیٰ
ایک دن بھی عاقبت کی فکر کچھ میں نے نہ کی	میں رہا پابند دنیا یا محمد مصطفیٰ
جز خطا مجھ سے نہ کوئی بھی ہوا کارِ ثواب	کون ہے بدکار مجھ سا یا محمد مصطفیٰ
میں غریبِ بحرِ عصیان ہوں کرم کی ہو نظر	پار ہو اب میرا بیڑا یا محمد مصطفیٰ
آپ ہی اپنے درِ اقدس پہ جب رہنے نہ دیں	پھر کہاں میرا ٹھکانا یا محمد مصطفیٰ
اُمّتِ عاصی کی کشتی کے نگہباں آپ ہیں	ناخدا کا کیا بھروسہ یا محمد مصطفیٰ
آرزو ہے دن قیامت کے لوائے حمد کا	ہو میرے سر پر بھی سایہ یا محمد مصطفیٰ
یہ تمنا ہے کہ ہو خورشیدِ محشر تیز جب	چہرہٴ انور دکھانا یا محمد مصطفیٰ

عام موتی کے لئے انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کے مزاروں کے پاس دفن ہونے کی برکت:

انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام جہاں مدفون ہوتے ہیں وہ جگہ متبرک ہوتی ہے، اس لئے عوام و خواص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ہم اُن کے مزار کے قریب دفن ہوں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی برکت سے ہم گناہ گاروں کو بخش دے، یہ بھی ایک طرح سے استمدادِ باریک اللہ ہے، بہر کیف جس طرح زندگی میں ان کی صحبت مفید ہوتی ہے اسی طرح عالم برزخ میں بھی۔

دیکھئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیارت کرنے والوں کی شفاعت کے بھی ضامن ہوتے ہیں بھلا جو شخص آپ کے قریب دفن ہوگا وہ کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہ سکتا ہے، یہی برکتِ اولیاء کرام کے مزارات کی ہے، بنا بریں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی اس لئے آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔

شیخ جمال موصلی کی آرزو روضہ مقدسہ کے پاس دفن ہونا:

جمال موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کے پاس جگہ پانے کے لئے بہت سارے پیسے خرچ کیا، جب جگہ مل گئی تو آپ نے وصیت کی کہ میری قبر پر یہ لکھنا کہ ایک کتابِ ہدایت پر پڑا ہے جو چند قدم تیرے دوستوں کے ساتھ چلا ہے تو اپنی اس نظرِ عنایت سے جو ان پر ڈال رہا ہے مجھے محروم نہ کرنا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

منکر میں استمداد کا مولانا روم کی مثنوی سے استدلال اور اُس کا جواب

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۔

ہیں از و خواہید نے از غیر اُو آب دریم جو مجواز خشک جو
(ترجمہ) ارے اُس سے مانگو اُس کے غیر سے مت مانگو، پانی سمندر سے ڈھونڈو خشک نہر سے مت ڈھونڈو۔

غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں، ان کا شیوہ عموماً یہ ہے کہ اکابر اسلاف کی کتابوں کی ورق گردانی کر کے ان سے ایسے اقوال چن لیتے ہیں جن کے ظاہری مفہوم سے اُن کے اپنے غیر مقلدانہ عقائد کی تائید ہوتی ہو اگرچہ وہ ظاہری مفہوم صاحب کتاب کے مذہب و مسلک سے کتنا ہی منافی و بعید واقع ہو، اس بنا پر وہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا شعر کو استمداد بادلِ اہل اللہ کی تردید میں پیش کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ دیکھو مولانا روم بھی فرماتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی نبی، ولی، غوث، قطب، ابدال سے استمداد و استعانت نہ کرو، اور یہ غیر مقلدین کا محض ایک فریب ہے جس سے یہ لوگ بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنانے یا ان کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمان کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اول تو اس شعر میں استمداد کا زیر بحث مسئلہ ہی مراد نہیں، بلکہ یہاں مولانا کا مدعا یہ ہے کہ تم کو جب کوئی ضرورت پیش آئے تو کسی دوست یا قریبی رشتہ دار کے آگے دستِ سوال دراز نہ کرو نہ کسی صنم و متمول اور بادشاہ کی آستان بوسی کی عار اختیار کرو، بلکہ جو کچھ مانگو اللہ سے مانگو کہ متوجہ تھیں کی شان یہی ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:

مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكْثُرًا فَإِنَّمَا يَسْتَلُ جُمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لْيَسْتَكْثِرْ.

یعنی جو شخص مال جمع کرنے کے لئے لوگوں سے سوال کرے وہ آگ کے انگار مانگ رہا ہے خواہ تھوڑے مانگے یا زیادہ۔ (مشکوٰۃ)
اور فرمایا:

مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُضْغَةٌ لَحْمٍ۔

یعنی جو آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے روز ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر بوٹی تک نہ ہوگی۔ (مشکوٰۃ)

اور فرمایا:

لَيَسْأَلَنَّ أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَةً كُلَّهَا حَتَّى يَسْأَلَ شَيْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ.

یعنی ہر شخص اپنی تمام ضروریات خداوند تعالیٰ سے طلب کرے حتیٰ کہ اپنے نعل کا تسمہ بھی جب وہ ٹوٹ جائے اسی سے مانگے۔

(مشکوٰۃ)

مولانا اپنے قول میں اسی قسم کی طلب اور سوال سے منع فرما رہے ہیں جن سے احادیث مندرجہ بالا میں بھی وارد ہوئی ہے، کہ وہ دوں ہمتی اور عدم توکل پر مبنی ہے، اور اولیاء اللہ سے فی الحیات اور بعد الممات استمداد کرنا ایک اور مسئلہ ہے جس کو اس طلب و سوال سے کوئی نسبت نہیں، مولانا کے اس مدعا کی تعیین یہ دوسرا شعر کر رہا ہے جو اس کے آگے فرمایا ہے:-

و رب خواہی ازد گرہم اودھد بر کف میلش سخاہم اونہد
یعنی اگر تو کسی دوسرے منعم سے سوال کرتا ہی ہے تو بھی اس کے ذریعہ خداوند تعالیٰ ہی دیتا ہے اور اس کے ہاتھ پر سخاوت کا وصف وہی رکھتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں سائلین غیر متوکلین کو توکل کی تعلیم دینا مقصود ہے نہ کہ اولیاء اللہ سے استمداد و استعانت کرنے کو غیر شرع ٹھہرانا۔

دوسرے یہ کہ مخاصم معاند پر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ صوفیہ میں سے ہیں بلکہ صوفیہ کے سر تاج ہیں، ساتھ ہی اس کو یہ بھی بخوبی معلوم ہے کہ استمداد باہل القبور صوفیہ کا ایک خاص مسئلہ ہے اور اسلاف اہل باطن کی قبور سے بطریق مراقبہ فیض حاصل کرنا ان کے اشغال سے ہے، چنانچہ شاہ اسحاق محدث دہلوی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہما الرحمۃ کی کتاب شرح مشکوٰۃ عربی سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

وَأَمَّا الْإِسْتِمْدَادُ بِأَهْلِ الْقُبُورِ فِي غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَقَدْ أَنْكَرَهُ كَثِيرٌ مِّنَ الْفُقَهَاءِ وَأَثْبَتَهُ الْمَشَائِخُ الصُّوفِيَّةُ قَدَّسَ اللَّهُ أَسْرَارَهُمْ وَبَعْضُ الْفُقَهَاءِ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْخ.

یعنی استمداد باہل القبور رسوائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یا دیگر انبیاء علیہم السلام کے اکثر فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے اور صوفیہ کرام اور بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ (مائة المسائل)

پس مولانا کے کلام سے استمداد کے مسئلہ میں کوئی ایسی بات نکالنا جو جمہور صوفیہ کے خلاف مسلک ہو ایک ایسی حرکت ہے جس کا کوئی معقول آدمی مرتکب نہیں ہو سکتا۔



مشو بمرگ ز امداد اہل دل نومید
کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری است
﴿ترجمہ﴾ موت کی وجہ سے اہل دل کی مدد سے ناامید نہ ہو
کیوں کہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عین بیداری ہے۔

فوت شدہ بزرگانِ دین کی قبور سے استمداد اور اس کی اجابت کے واقعات

ان واقعات و نظائر کو بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے چند اکابرِ ملت کے بیانات استمداد و اعانت کی تائید میں نقل کئے جائیں۔

نداء الاولیاء کا جواز:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے جو اہر خمسہ کے تمام عملوں کی اجازت شیخ ابوطاہر مدنی اور شیخ محمد سعید لاہوری رحمۃ اللہ علیہما سے حاصل کی، یہ جو اہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر اولیاء اللہ سے ہوئے ہیں کی تصنیف سے ہے، یہ کتاب بڑی مستند اور معتبر ہے اسی واسطے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر محدث نے اس کے عملیات کی اجازت حاصل کی ہے، اگر اس کے عملیات وغیرہ غیر مشروع ہوتے تو آپ ہرگز اجازت حاصل نہ کرتے، دیکھئے اس کتاب میں ذیل کا عمل مرقوم ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امداد طلب کی گئی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

ناد علی سات بار، یا تین بار، یا ایک بار پڑھے، اور وہ ناد علی یہ ہے:

نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرُ الْعَجَائِبِ تَجِدُهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ، كُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَيَنْجِلِي بِوَلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ!

جس کا ترجمہ یہ ہے: ”پکار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو عجائب امور کے مظہر ہیں، تم ان کو مصیبتوں میں اپنے مددگار پاؤ گے، ہر ایک فکر اور غم اے علی! اے علی! آپ کی ولایت کی برکت سے عنقریب جاتا رہے گا۔“

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا روضہ رسول ﷺ پر جا کر اپنے مصائب کی شکایت کرنا:

عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذُفِنَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَاخَذَتْ قُبْضَةً مِنْ تَرَابِ الْقَبْرِ فَوَضَعَتْهُ عَلَى عَيْنَيْهَا وَبَكَتْ وَأَنْشَأَتْ:

مَاذَا عَلِيٌّ مَنْ شَمَّ ثُرْبَةَ أَحْمَدٍ عَنْ لَا يَشْمُ مَدْيَ الزَّمَانِ غَوَالِيَا
ضَبَّتْ عَلَى مَصَائِبَ لَوْ أَنَّهَا ضَبَّتْ عَلَى الْآيَامِ عُذْنَ لَيَا لِيَا

(رَوَاهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي الْوَفَا)

﴿ترجمہ﴾ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا اور وہ دفن کئے گئے تو فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے روضہ مقدسہ پر تشریف لائیں اور قبر مبارک سے ایک مٹھی خاک لے کر اپنی آنکھوں پر رکھی اور روئیں اور یہ شعر پڑھے۔

مَاذَا عَلَى مَنْ شَمُّ ثُرْبَةِ أَحْمَدٍ عَنْ لَا يَشُمُّ مَذَى الزُّمَانِ غَوَالِيَا

ضُبْتُ عَلَى مَصَائِبَ لَوَانَهَا ضُبْتُ عَلَى الْإِيَامِ عُذْنُ لَيَا لَيَا

﴿ترجمہ﴾ اس کو اس بات کی حاجت نہیں ہے جس نے قبر احمد کی خوشبو کو سونگھا کہ وہ کبھی کسی خوشبو کو سونگھے، مجھ پر وہ مصیبتیں گریں

کہ اگر وہ دنوں پر گرتیں تو رات بن جاتے۔ (وفات ابن جوزی)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی قبروں پر جا کر اظہار مصائب کرنا جائز ہے، بلکہ مسنون ہے۔

قبور اکابر سے استفادہ جمہور کے نزدیک مشروع ہے:

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن محمد العبدری مالکی المشہور بابا بن الحاج رحمۃ اللہ علیہ مدخل میں لکھتے ہیں:

فَمَنْ أَرَادَ حَاجَةً فَلْيَذْهَبْ إِلَيْهِمْ وَيَتَوَسَّلْ بِهِمْ فَإِنَّهُمْ الْوَاسِطَةُ بَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى وَخَلْقِهِ وَقَدْ تَقَرَّرَ فِي الشَّرْعِ وَعِلْمِ مَا لِلَّهِ تَعَالَى بِهِمْ مِنَ الْإِعْتِنَاءِ وَذَلِكَ كَثِيرٌ مَشْهُورٌ وَمَا زَالَ النَّاسُ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْأَكَابِرِ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ مَشْرِقًا وَمَغْرِبًا يُتَبَرَّكُونَ بِزِيَارَةِ قُبُورِهِمْ وَيَجِدُونَ بَرَكَاتٍ ذَلِكَ حِسَابٌ وَمَعْنَى ۱۔

﴿ترجمہ﴾ جو شخص اپنی حاجت روائی چاہتا ہو اسے چاہئے کہ بزرگان دین کی قبروں پر جائے اور ان سے توسل کرے اس لئے کہ

بزرگان دین اللہ تعالیٰ اور بندے میں واسطہ ہیں، اور شریعت میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی توجہ خاص ہے، یہ امر کثیر الوقوع و مشہور ہے، ہر زمانے کے علماء کا یہی دستور چلا آتا ہے عام ازیں کہ علماء مشرق ہوں یا مغرب بزرگان دین کی قبروں کی زیارت سے فیض و برکت حاصل کرتے اور اس کی برکت ظاہر و باطن محسوس کرتے رہے ہیں۔

تَشْفَعُ وَتَوَسَّلُ ائِمَّة دین کا معمول ہے:

امام ابو عبد اللہ بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ سَفِينَةُ النَّجَاءِ لِأَهْلِ الْإِنْتِجَاءِ فِي كَرَامَاتِ الشَّيْخِ أَبِي النَّجَاءِ میں تحریر فرماتے ہیں:

تَحَقَّقْ لِدَوَى الْبَصَائِرِ وَالْإِعْتِبَارِ أَنَّ زِيَارَةَ قُبُورِ الصَّالِحِينَ مَحْبُوبَةٌ لِأَجْلِ التَّبَرُّكِ مَعَ الْإِعْتِبَارِ فَإِنَّ بَرَكَاتِ الصَّالِحِينَ جَارِيَةٌ بَعْدَ مَمَاتِهِمْ كَمَا كَانَتْ فِي حَيَاتِهِمْ وَالِدُعَاءِ عِنْدَ قُبُورِ الصَّالِحِينَ وَالتَّشْفُّعِ بِهِمْ مَعْمُولٌ بِهِ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْمُحَقِّقِينَ مِنْ أَيْمَةِ الدِّينِ.

﴿ترجمہ﴾ ار باب بصیرت کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بزرگان دین کی قبور کی زیارت برکت و عبرت کے لئے بہتر ہے

کیونکہ اولیاء اللہ کی برکت ان کے انتقال کے بعد اسی طرح جاری رہتی ہے جیسے عالم حیات میں تھی، صالحین کی قبور کے پاس جا کر دعا کرنا اور

اُن کی شفاعت چاہنا، علمائے محققین اور ائمہ دین کا معمول ہے۔ (رواہ فی مدخل)

حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر پر اہل روم استمداد و استسقاء کرتے ہیں:

أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ غَزَى قُسْطَنْطِينَ فِي خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ مَعَ وَلَدِهِ يَزِيدَ فَقُتِلَ هُنَالِكَ وَدَفَنَهُ الْمُسْلِمُونَ فِي أَصْلِ سُورِ الْبَلَدِ قَالَ الرَّائِي فَاَلرُّومُ يَزُودُونَ قَبْرَهُ وَيَسْتَسْقُونَ بِهِ إِذَا قَحَطُوا. (رَوَاهُ الْحَاكِمُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں ان کے بیٹے یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ میں جہاد کو گئے تھے اور وہیں شہید ہوئے، مسلمانوں نے ان کو شہر پناہ کی جڑھ میں دفن کر دیا، راوی کہتا ہے کہ ہمیشہ روم کے آدمی ان کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور جب قحط پڑتا ہے تو ان کی قبر پر جا کر پانی مانگتے ہیں۔ (أُسَدُ الْغَابَةِ)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ روم کے رہنے والے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کے توٹل سے قحط کے دنوں میں بارش مانگا کرتے تھے۔

اہل اللہ کی قبر پر منہ رکھنے کا ثبوت:

رَوَى أَقْبَلُ مَرْوَانَ يَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ فَقَالَ أَتَدْرِي مَا تَصْنَعُ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ فَإِذَا أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ جِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ وَلَمْ أَتِ الْحَجْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَبْكُوا عَلَى الَّذِينَ إِذَا وَلَاهُ أَهْلُهُ وَلَكِنْ أَبْكُوا عَلَى الَّذِينَ إِذَا وَلَاهُ غَيْرُ أَهْلِهِ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ)

﴿ترجمہ﴾ مروی ہے کہ ایک روز مروان روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گیا وہاں اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا منہ قبر مبارک پر رکھے ہوئے ہے، مروان نے کہا کیا تم کو معلوم ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟ پھر ان کے آگے آیا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ہیں نہ کہ پتھر کے پاس (اور یہ بھی فرمایا) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم دین پر نہ روؤ جبکہ اس پر وہ شخص حاکم ہو جو اس کے قابل ہو، لیکن تم دین پر اس وقت روؤ جبکہ اس پر وہ شخص حاکم ہو کہ جو اس کے قابل نہیں ہے۔

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

﴿اول﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دیگر بزرگان دین کے مزار مبارک پر جانا گویا خود ان کے پاس جانا ہے، گویا مزار ایک ظاہری چیز ہے، چنانچہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر جانے کو ایسا ہی تعبیر فرمایا ہے۔

﴿دوم﴾ اہل اللہ کی مزاروں پر بوسہ دینا یا منہ رکھنا جائز ہے کیونکہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر اپنا منہ رکھا تھا، لہذا صحابہ کا فعل حجت ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بَيْنَهُمْ اقْتَدَيْتُمْ أَهْتَدَيْتُمْ.

یعنی میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کسی کی تم پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

﴿۳﴾ اگر کوئی انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے مزاروں پر منہ رکھنے کو تعجب یا کراہت کی نظر سے دیکھے تو ایسے شخص کو حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق رونا چاہئے جیسا کہ انہوں نے مروان کو فرمایا۔
انبیاء علیہم السلام کے مزارات سے استعانت عام شائع ہے:

ابن حاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ مدخل میں تحریر فرماتے ہیں:

وَأَمَّا عَظِيمُ جَنَابِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ فَيَأْتِي إِلَيْهِمُ الزَّائِرُ
ثُمَّ يَتَوَسَّلُ إِلَى اللَّهِ بِهِمْ فِي قَضَاءِ مَا رُبِّهِ وَمَغْفِرَةِ ذُنُوبِهِ وَيَسْتَعِيْثُ بِهِمْ وَيَطْلُبُ حَوَائِجَهُ مِنْهُمْ وَيَجْزِمُ بِالْإِجَابَةِ بِبَرَكَتِهِمْ وَيُقَوِّي حُسْنَ ظَنِّهِ فِي ذَلِكَ فَإِنَّهُمْ بَابُ اللَّهِ الْمَفْتُوحِ وَجَرَتْ سُنَّتُهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِي قَضَاءِ الْحَوَائِجِ عَلَى أَيْدِيهِمْ وَبِسَبَبِهِمْ وَمَنْ عَجَزَ عَنِ الْوُصُولِ إِلَيْهِمْ فَلْيُرْسِلْ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِمْ وَيَذْكُرْ مَا يَحْتَاجُ قَضَاهُمْ إِلَيْهِ مِنْ حَوَائِجِهِ وَمَغْفِرَةِ ذُنُوبِهِ وَسْتَرْغِيْوْبِهِ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ فَإِنَّهُمْ السَّادَةُ الْكَرَامُ وَالْكَرَامُ لَا يَرُدُّوْنَ مَنْ سَأَلَهُمْ وَلَا مَنْ تَوَسَّلَ بِهِمْ وَلَا مَنْ قَصَدَهُمْ وَلَا مَنْ لَجَأَ إِلَيْهِمْ .

﴿ترجمہ﴾ انبیاء علیہم السلام کی یہ کیفیت ہے کہ زیارت کرنے والے ان کے مزار پر آتے ہیں اپنی قضائے حاجات میں اللہ کی طرف ان کو وسیلہ بناتے ہیں، ان کے ذریعے سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں، ان سے استغاثہ کرتے ہیں، اپنی حاجات ان سے چاہتے ہیں، اور یقیناً یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی برکت سے کامیاب ہوں گے کیونکہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے کھلے ہوئے دروازے ہیں، اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ لوگوں کی حاجتوں کو ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے پوری کرتا ہے، اور جو ان کے مزار مبارک پر حاضر نہیں ہو سکتا وہ ان کی درگاہ میں سلام بھیجتا ہے اور اپنی حاجت عرض کرتا ہے، مغفرت کی دعا کرتا ہے، ستر عیوب کا آرزو مند ہوتا ہے، کیونکہ وہ لوگ بڑے بزرگ ہیں، بزرگ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے، جو ان سے توسل کرتا ہے وہ ناکام نہیں رہتا، جو ان کی خدمت میں التجا کرتا ہے خالی نہیں جاتا۔

اہل اللہ کی قبر سے فیض حاصل کرنا:

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لغات میں تحریر فرماتے ہیں:

بزیارتِ قبرِ ایشان رود و از انجا انجذب فیض و در یوزہ کند۔

﴿ترجمہ﴾ اولیاء اللہ کی قبر کی زیارت کے واسطے جائے اور اس جگہ سے حصول فیض کی بھیک مانگے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا میں تحریر فرماتے ہیں:

أَنَّه قَالَ لِأَبِي جَعْفَرِ الْمَنْصُورِ لَمَّا سَأَلَهُ عَنِ اسْتِقْبَالِ الْقَبْرِ حِينَ الدُّعَاءِ فَقَالَ الْإِمَامُ مَالِكُ لَهُ وَلَمْ تَصْرِفْ

وَجَهَكَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِيلَتُكَ وَوَسِيلَةُ أَبِيكَ آدَمَ قَبْلَكَ بَلِ اسْتَقْبَلَهُ وَتَشَفَّعَ بِهِ فَيَشْفَعُكَ اللَّهُ.

﴿ترجمہ﴾ ایک روز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ابی جعفر منصور نے پوچھا کہ دعا کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضے کی طرف استقبال کیا جائے یا نہیں؟ امام صاحب نے فرمایا کہ کیوں منہ پھیرتے ہو، وہ تمہارے وسیلہ ہیں اور تم سے پہلے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں بلکہ مرقد مبارک کی طرف رخ کرو اور شفاعت چاہو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان کی شفاعت منظور فرمائے گا۔

یہ مسئلہ فتح القدیر شرح ہدایہ اور مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں بھی ہے۔ (عبدالعزیز مُصَحِّح)

استند اقبور پر ایک جامع تقریر:

شیخ الاسلام کشف الغطاء میں تحریر فرماتے ہیں:

وایں امریست ثابت و مقرر نزد مشائخ صوفیہ از اہل کشف و کمال تا آنکہ گویند اکثری را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ، امام شافعی گفتہ کہ قبر موسی کاظم تریاق مجرب است مر اجابت دعا راحۃ الاسلام گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوی در حیات استمداد کردہ شود بوی بعد از ممات، و امام رازی گفتہ چوں مے آید زائر نزد قبر حاصل مے شود نفسِ اورا تعلُّق خاص بقبر چنان کہ نفسِ صاحبِ قبر را و بسببِ ایں دو تعلق حاصل مے شود میانِ ہر دو و نفسِ ملاقاتِ معنوی و علاقہ مخصوص پس اگر نفسِ صاحبِ مزار قوی تر باشد نفسِ زائر مستفیض مے شود و اگر بعکس بود برعکس شود، و در شرح مقاصد ذکر کردہ نفع یافتہ مے شود بزیارتِ قبور و استعانتِ بنفوسِ احیا را از اموات بدرستی کہ نفسِ مفارقہ راتعلقے است بہ بدن و بہ تربتے کہ دفن کردہ شدہ است دران۔ پس چوں زیارت مے کند زندہ آن تربت را و متوجہ مے شود بسوئے نفسِ میت حاصل مے شود میانِ ہر دو نفسِ ملاقات و اضافات، و اختلاف کردند دریں کہ امدادِ حی قوی تر است از امدادِ میت یا بالعکس؟ مختار بعض محققان ثانی ست و دریں باب بعضی روایت مے کنند کہ فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چوں مُتَحَرِّرِ شویڈ شمادر امور یعنی برآمدِ کار پس و جوئید از اصحابِ قبور۔

﴿ترجمہ﴾ اور یہ امر مشائخ صوفیہ کے نزدیک ثابت مسلم ہے اہل کشف و کمال سے، حتی کہ کہتے ہیں کہ اکثر کو فیوض و فتوح ارواح سے پہنچا ہے، امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ موسیٰ کاظم علیہ الرحمہ کی قبر اجابت دعا کے لئے تریاق مجرب ہے، اور حجۃ الاسلام نے کہا ہے کہ جس سے زندگی میں استمداد کی جائے اس سے اس کی وفات کے بعد بھی استمداد کر سکتے ہیں، اور امام رازی علیہ الرحمہ نے کہا ہے جب زائر قبر کے پاس آتا ہے تو اس کے نفس کو قبر کے ساتھ تعلق خاص حاصل ہوتا ہے جس طرح صاحبِ قبر کے نفس کو ہوتا ہے، اور ان دو تعلقوں کے

سبب سے دونوں نفسوں کے مابین ملاقات معنوی اور خاص تعلق حاصل ہو جاتا ہے، پس اگر صاحب قبر کا نفس قوی ہے تو زائر کا نفس اس سے فیض پاتا ہے اور اگر بالعکس ہو تو برعکس ہوتا ہے، اور شرح مقاصد میں مذکور ہے کہ زیارت قبور سے اور زندوں کے متوفیوں سے استمداد کرنے سے نفع ملتا ہے، بلاشبہ جدا ہونے والے نفس کو بدن کے ساتھ اور قبر کے ساتھ جس میں وہ دفن ہے تعلق ہے، پس جب کوئی زندہ آ کر قبر کی زیارت کرتا ہے اور میت کے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفسوں کے درمیان ملاقات حاصل ہوتی ہے اور ملاپ ہو جاتا ہے، اور اس مسئلے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ زندہ کی امداد مردہ کی امداد سے قوی تر ہے یا بالعکس، بعض محققوں کا مختاریہ ہے کہ متوفی کی امداد قوی تر ہے، اور اس بارہ میں بعض روایات کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی امر میں متحیر ہو یعنی کار بر آری میں مشکل پیش آئے، تو اہل قبور سے مدد مانگو۔

استمداد و توسل کے متعلق قول فیصل:

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللامعات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

﴿۱﴾ اَمَّا اسْتِمْدَادُ بَاهِلٍ قُبُورٍ دَرْ غَیْرِ نَبِیِّ صَلی اللہ علیہ وسلم یَا غَیْرِ انْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ مُنْکَرٌ شَدِیدٌ، زَیْرٌ اَنَکَہُ بَسِیَّارِی اَزْ فِقْہَا مَے گویند نیست زیارتِ قبور مگر از برائے دعائے موتی و اِسْتِغْفَارِ بَرائے ایشاں و رسانیدنِ نفع بایشاں بہ دعا و استغفار و تلاوتِ قرآن، و اثباتِ کُروہ اند آنرا مشائخِ صوفیہ قَدَسَ اللہُ اَسْرَارَہُمْ و بعضے فقہاء رحمۃ اللہ علیہم۔ و این امر محقق و مقررست نزد اہل کشف و کمال از ایشاں تا آنکہ بسیاری را فیوض و فتوح از ارواحِ رسیدہ و این طائفہ را در اصطلاح ایشاں اویسی خوانند۔

﴿۲﴾ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است قبرِ موسی کاظم تریاقِ مُجَرَّبِ ست مراجبتِ دعا را۔

﴿۳﴾ وحجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ ہر کہ استمدادِ کردہ مے شود بومے در حیاتِ استمدادِ کردہ مے شود بومے بعد از وفات۔

﴿۴﴾ ویکے از مشائخِ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را مشائخِ تصرّف مے کنند در قبورِ خود مانند تصرّف ہائے ایشاں در حیاتِ خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی و عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہما و دو کس دیگر را از اولیاء شمرده اند و مقصود حصر نیست آنچه خود دیدہ و یافتہ است گفتہ۔

﴿۵﴾ سیدی احمد بن رزوق کہ از اعظم فقہاء و علماء و مشائخِ دیارِ مغرب ست گفت کہ روز مے

شیخ ابو العباس حضر می از من پرسید اِمْدَادِ حَى قَوِی است یا اِمْدَادِ مِیت؟ من گفتم قوم میگویند که اِمْدَادِ حَى قَوِی ترست و من میگویم که اِمْدَادِ مِیت قَوِی تر است پس شیخ گفت نَعَمْ زیرا که وِی در بَساطِ حق ست و در حَضَرِ اُوست

﴿۲﴾ و نقل دریں معنی ازیں طائفه بیشتر از آن است که حصر و اِخْصار کرده شود و یافته نمی شود در کتاب و سنت و اقوالِ سلفِ صالح چیز می که منافى و مخالفِ این باشد این رد می کند

﴿۴﴾ و تحقیق ثابت شده است بآیات و احادیث که روح باقى است و اَوْرَاعِلْم و شعور بر زئران و و احوالِ ایشان ثابت و ارواحِ کامله را قُربى و مکانى در جنابِ حق ثابت است چنانچه در حیات بود یا بیشتر از آن و اولیاء را کرامت و تصرف در عوام حاصل است و آن نیست مگر ارواحِ ایشان را در آن باقى است و مُتَصَرِّفِ حقیقى نیست مگر خدا عَزَّ شانه و همه بقدرتِ اوست و ایشان فانی اند در جلالِ حق در حیات و بعد از ممات، پس اگر داده شود مَرَّ اَحَدِی را چیز می بواسطتِ یکى از دوستانِ حق بمکانتى که نزد خدا دارد دور نباشد چنانچه در حالتِ حیات بود و نیست فعل و تصرف در هر دو حالت مگر حق را جل جلاله و عم نواله و نیست چیز می که فرق کند میانِ هر دو حالت.

﴿۸﴾ و یافته شده است دلیل بر آن در شرح بخارى شیخ ابن حجر در شرح حدیث: لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدًا گفته است این بر تقدیر نیست که نماز گزارد بجانبِ قبر از جهتِ تعظیمِ وِی که حرام است باتفاق، و اما اتخاذِ مسجد در جوارِ پیغمبر یا صالح و نماز گزاردن نزدِ قبرِ وِی نه بقصدِ تعظیمِ قبر و توجه بجانبِ قبر بلکه به نیتِ حصولِ مدد از وِی تا کامل شود ثوابِ عبادت به برکتِ قرب و مجاورت مر آن روح پاک را حرج نیست در آن.

﴿۹﴾ و در آخر باب چیز می بیاید متعلق بایس سخن و تمام گردد این بحث انشاء الله تعالى در کتابِ جهاد و در قصه مقتولان بدر. و اما اِسْتِمْدَادِ باهلِ قُبُورِ مُنْكَر شدند آن را بعض فقهاء اگر انکار از جهتِ آن است که سماع و علم نیست ایشان را بزئران و احوالِ ایشان پس بطلانِ او ثابت شده.

﴿۱۰﴾ و اگر سببِ آن ست که قدرت و تصرف نیست مر ایشان را در آن مَوْطَنِ تامدد کنند بلکه محبوس و ممنوع اند و مشغول بآنچه عارض شده است مر ایشان را از محنت و شدت آنچه باز

داشته است از دیگران، ممنوع که این کلیه باشد خصوصاً درشان مُتَّقِین که دوستانِ خدا اند شاید که حاصل شود ارواح ایشان از قُرب دربرِ رخ و منزلت و قوت و قدرت بر شفاعت و دعا و طلبِ حاجات مرزائیان را که مُتَوَسِّل اند بایشان چنانچه روزِ قیامت خواهد بود و چیست دلیل بر نفی آن.

﴿۱۱﴾ و تفسیر کرده است بیضاوی آیت کریمه وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا الایه را بصفتان نفوسِ فاضله در حالِ مفارقت از بدن که کشیده می شوند از اَبَدان و نشاط می کنند بسوئی عالمِ الملکوت و سیاحت می کنند در آن پس سبقت می کنند و حَظَائِرِ قدس پس می گردند بشرف و قوت از مُدَبِّرَات.

﴿۱۲﴾ وَلَئِنَّ شِعْرِيْیَ چه می خواهند ایشان استمداد و امداد که این فرقه مُنْکِراند آن را از آنچه ما می فهمیم ازان این است که داعی محتاج فقیر الی الله دعا می کنند خدا را و طلب می کند حاجاتِ خود را از قُرب جنابِ عزت و غناء و می و توسُّل می کند بروحانیتِ این بنده مُقَرَّب مُکَرَّم در درگاهِ عزت و می و می گوید خداوند ا به برکتِ این بنده تو که رحمت کرده بروی و اکرام کرده او را بلطف و کرمی که بوی داری بر آورده گردان حاجتِ مرا که تو مُعْطِی کریمی، یا ندا می کنی این بنده مقرب را که اے بنده خدا و ولی و می شفاعت کن مرا و برخواه از خدا که بدهد مسؤل و مطلوبِ مرا و قضا کند حاجتِ مرا. پس مُعْطِی و مَسْئُول و مامول پروردگارِ ست تعالی و تَقَدُّس و نیست این بنده در میان مگر وسیله، نیست قادر و فاعل و مُتَصَرِّف در وجود مگر حق سبحانه و اولیاء الله فانی و هالک اند، در فعلِ الهی و قدرتِ سطوت و می نیست ایشان را فعل و قدرت و تصرف نه اکنون که در قبور اند و نه در آن هنگام که زنده بودند در دنیا،

﴿۱۳﴾ و اگر این معنی که در امداد و استمداد ذکر کردیم موجبِ شرک و توجه به ماسوی حق باشد چنانکه مُنْکِر زعم می کند پس باید که منع کرده شود توسُّل و طلبِ دعا از صالحان و دوستانِ خدا در حالتِ حیات نیز و این ممنوع نیست بلکه مستحب و مستحسن است باتفاق و شائع است در دین. و اگر میگویند که ایشان بعد از موت معزول شد و برون آورده شدند ازان حالت و کرامت که بود ایشان را در حالتِ حیات چیست دلیل بر آن؟

﴿۱۴﴾ یا گویند که مشغول و ممنوع شدند بآنچه عارض شدند از آفات بعد از ممات، پس این

کلیہ نیست بردوام و استمرار آن تا روز قیامت نہایت ایں کہ ایں کلیہ نباشد و قاعدہ استمّداد عام نباشد بلکہ ممکن است کہ بعضے مُنْجِذِب باشند بعالم قدس و مستہلک باشند در لاهوت حق چنانچہ ایشان را شعوری و توجہی بعالم دنیا نماندہ باشد و تصرفی و تدبیری در وے نہ چنانکہ دریں عالم نیز از تفاوتِ حالِ مجذوبان و مُتَمَكِّنَانِ ظاہر مے گردد نعم اگر زائران اعتقاد کنند کہ اہلِ قبور متصرف و مستبد و قادر اند بے توجہ بحضرت حق والتجاء بجانب وے تعالیٰ ست چنانکہ عوام و جاہلان و غافلان اعتقاد دارند و چنانکہ مے کنند آنچه حرام و منہی عنہ است در دین از تقبیلِ قبر و سجدہ مرآن را و نماز بسوئے وے و جزآن کہ ازان نہی و تحذیر واقع شدہ است، ایں اعتقاد و ایں افعال ممنوع و حرام خواہد بود، و فعلِ عوام اعتبار مے ندارد و خارج مبحث است، و حاشا از عالم شریعت و عارف با حکام دین کہ اعتقاد بکند ایں اعتقاد را و ایں فعل را بکند۔

﴿۱۵﴾ و آنچه مروی و محکی است از مشائخ اہل کشف در استمّداد از ارواح اکمل و استفادہ ازان خارج از حصرست و مذکورست در کتب و رسائل ایشان و مشہور است میان ایشان حاجت نیست کہ آن را ذکر کنم و شاید کہ مُنْکِر مُتَعَصِّب سود نکند او را کلمات ایشان عَافَاَنَا اللّٰهُ مِنْ ذَٰلِکَ۔

﴿۱۶﴾ سخن دریں جا از وجہ علم و شریعت است آری مروی و مسنون در زیارت، سلام بر موتی و استغفار مر ایشان را و قرأت قرآن است ولیکن در اینجا نہی از استمّداد نیست۔ پس زیارت برائے امداد موتی و استمّداد ایشان ہر دو باشد بر تفاوتِ حالِ زائر و مزور۔

﴿۱۷﴾ باید دانست کہ خلاف در غیر انبیاء است صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَیْہُمْ اَجْمَعِیْنَ کہ ایشان احیاء بحیاتِ حقیقی دنیاوی باتفاق و اولیاء بحیاتِ اخروی معنوی، و کلام دریں مقام بحداطناب و تطویل کشید بر رغم مُنْکِرَانِ کہ در قُربِ ایں زمان ایں فرقہ پیدا شدہ مُنْکِرِ استمّداد و استعانت را از اولیائے خدا کہ نقل کردہ شدہ اند ازین دارِ فانی بدارِ بقا و زندہ اند نزد پروردگارِ خود و مرزوق اند و خوشحال اند و ہر مردم را ازان شعور نیست و متوجہان بجانب ایشان را مشرک بخدا و عَبَدَہ اصنام مے دانند و مے گویند آنچه میگویند۔ ۱۔

﴿ترجمہ﴾ (۱) لیکن استمداد اہل قبور سے سوائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یا سوائے انبیاء علیہم السلام کے انکار کیا گیا ہے کیونکہ

اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ زیارت قبور نہیں ہے مگر مردوں کے لئے دعا کرنے یا ان کے لئے مغفرت چاہنے اور ان کو دعا و استغفار اور تلاوت قرآن کے ساتھ نفع پہنچانے کے لئے۔ مگر مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے استہداد کو صحیح تسلیم کیا ہے اور بعض فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اس کو مانا ہے، اور یہ امر ثابت و مسلم ہے اہل کشف و کمال کے نزدیک حتیٰ کہ بہت سے اصحاب کو ارواح سے فیوض و فتوح پہنچا ہے اور اس جماعت کو ان کی اصطلاح میں اولیٰ کہتے ہیں۔

﴿۲﴾ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اجابت دعا کے لئے بڑی اہم و محرب ہے۔
 ﴿۳﴾ اور حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس سے زندگی میں استہداد کی جاتی ہے اس سے وفات کے بعد بھی استہداد کی جاسکتی ہے۔

﴿۴﴾ اور مشائخ عظام میں سے ایک نے کہا کہ میں نے چار بزرگوں کو دیکھا ہے جو اپنی قبور میں تصرف کرتے ہیں اسی طرح جس طرح وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے، یا اس سے زیادہ شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اور عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دو بزرگ اور شمار کئے اور مقصود حصر نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ جو دیکھا اور پایا ہے بیان کر دیا۔

﴿۵﴾ سیدی احمد بن زروق رحمۃ اللہ علیہ جو دیار مغرب کے بڑے فقہاء علماء اور مشائخ سے ہیں کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد قوی ہے یا متوفی کی؟ میں نے کہا کہ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی امداد قوی ہے مگر میں کہتا ہوں متوفی کی امداد زیادہ قوی ہے، پس شیخ نے کہا! ہاں کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی درگاہ میں اور ان کے حضور میں ہے۔

﴿۶﴾ اور اس بارے میں ان حضرات صوفیاء و فقہاء عظام کے اقوال منقولہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا حصر و شمار ناممکن ہے، اور کتاب و سنت اور اقوال سلف صالحین میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے مخالف ہو اور اس کو رد کرے۔

﴿۷﴾ اور تحقیق ثابت ہوا ہے آیات و احادیث سے کہ روح باقی ہے اور اس کو زائروں پر اور ان کے احوال پر علم و شعور ثابت ہے اور ارواح کاملہ کو جناب حق میں قرب اور درجہ ثابت ہے جیسے کہ زندگی میں تھا، یا اس سے زیادہ، اور اولیاء کو لوگوں میں تصرف اور کرامت حاصل ہے اور یہ ان کی ارواح ہی کو حاصل ہے اور وہ باقی ہے اور متصرف حقیقی محض خداوند عز و شانہ ہی ہے اور سب کچھ اس کی قدرت میں ہے اور یہ حضرات اپنی زندگی میں اور وفات کے بعد جلال حق میں فانی ہیں، پس اگر کسی کو کوئی چیز اللہ کے کسی دوست کے توسل سے دی جائے اس درجہ کی بدولت جو اس کو خدا کے ہاں حاصل ہے تو بعید نہیں جیسے کہ حالت حیات میں تھا اور دونوں صورتوں میں فعل و تصرف خاص خداوند تعالیٰ کا ہے اور دونوں حالتوں میں کوئی فرق کی بات نہیں

﴿۸﴾ شیخ ابن حجر کی بخاری شریف کی شرح میں اس پر دلیل موجود ہے آپ نے درج ذیل حدیث کی شرح میں :

لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدًا.

”لعنت بھیجے اللہ یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا“

فرمایا ہے یہ اس تقدیر پر ہے کہ قبر کی طرف اس کی تعظیم کے لئے سجدہ کرے کیونکہ یہ حرام ہے بالاتفاق، لیکن کسی پیغمبر علیہ السلام یا صالح آدمی کے قرب میں مسجد بنانا اور اس کی قبر کے پاس نماز پڑھنا نہ تو قبر کی تعظیم کے قصد سے نہ قبر کی طرف رخ کر کے بلکہ اس سے مد لینے کی نیت سے تاکہ اس روح پاک کے قرب اور پڑوس کی برکت سے عبادت کا ثواب پورا ہو جائے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

﴿۹﴾ اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس باب کے آخر میں کچھ باتیں اور آئیں گی جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں اور یہ بحث ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب جہاد میں اور مقتولان بدر کے قصے میں پوری ہو جائے گی لیکن استمداد باہل قبور سے جو بعض فقہا منکر ہوئے تو اگر ان کا انکار اس لحاظ سے ہے کہ ان کو زائر کا اور اس کے احوال و سماع کا علم نہیں ہے پس اس کا بطلان ثابت ہو چکا۔

﴿۱۰﴾ اور اگر اس سبب سے ہے کہ قدرت و تصرف اس مقام میں ان کو حاصل نہیں ہے تاکہ مدد کر سکیں بلکہ وہ مقید اور ممنوع ہیں اور مشغول ہیں ان مشاغل میں جو ان کو مانع ہیں یعنی محنت اور اس حالت کی سختی جو دوسروں سے باز رکھتی ہے، پس اس بات کا کلی ہونا ممنوع ہے خصوصاً متقیوں کے حق میں جو خدا کے دوست ہیں شاید کہ ان کی ارواح کو برزخ میں قرب و منزلت کے باعث زائر جو ان سے تو شل کرتے ہیں ان کی شفاعت، ان کے لئے دعاء اور طلب حاجت پر قدرت ہو، جیسے کہ روز قیامت میں ہوگی، اور اس کی نفی پر کیا دلیل ہے۔

﴿۱۱﴾ اور بیضاوی علیہ الرحمہ نے آیت کریمہ وَالسَّازِغَاتِ غَرَقًا الْاِیۡۃ کی تفسیریوں کی ہے کہ ان سے وہ نفوس فاضلہ مراد ہیں جو بدن سے جدا ہوئے ہیں کہ وہ بدنوں سے کھینچے جاتے ہیں اور عالم ملکوت کی طرف نشاط کرتے اور اس میں چلے جاتے ہیں پھر حظائر قدس کی طرف سبقت کرتے ہیں پھر اپنے شرف اور قوت کی بدولت مدبرات بن جاتی ہیں۔

﴿۱۲﴾ معلوم نہیں یہ لوگ استمداد و امداد سے مراد کیا سمجھتے ہیں جو یہ لوگ اس کے منکر ہیں، ہم جو کچھ سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ داعی (دعا گو) جو محتاج ہے، اور اللہ کا فقیر ہے وہ خدا سے دعاء کرتا ہے اور اپنی حاجت کا سوال کرتا ہے جناب عزت کے قرب سے اور اس کی غنا سے اور تو شل کرتا ہے اس بندہ مقرب کی روحانیت سے جو اس کی درگاہ میں عزت یافتہ ہے اور کہتا ہے کہ خداوند اس اپنے بندے کی برکت سے جس پر تو نے رحمت فرمائی ہے اور اس کو عزت بخشی ہے، اپنی اس مہربانی اور کرم سے جو تو اس پر رکھتا ہے میری حاجت بر لا، کیونکہ تو عطاء فرمانے والا کریم ہے، یا اس مقرب بندے کو پکارے کہ اے خدا کے بندے! اور اس کے ولی! میری شفاعت کر اور خدا سے دعا کر کہ میرا مقصود و مراد وہ مجھے دے، اور میری حاجت پوری کرے، پس دینے والا پروردگار ہے اسی سے سوال ہے اسی سے امید ہے، تعالیٰ و تقدس بندہ محض درمیان میں وسیلہ ہے، اور کوئی قادر و فاعل و متصرف موجودہ نہیں مگر حق سبحانہ اور اولیاء اللہ خدا کے فعل و قدرت و سطوت میں فانی و ہالک ہو چکے ہیں، ان کا کوئی فعل و قدرت و تصرف نہیں، نہ اب قبر میں اور نہ اس وقت کہ وہ زندہ تھے دنیا میں۔

﴿۱۳﴾ اور اگر یہ معنی جو امداد و استمداد میں ہم نے ذکر کئے ہیں موجب شرک و توجہ بما سوائے حق ہوں، جیسے کہ منکر کا زعم ہے پس چاہئے کہ صالحان اور دوستان خدا سے ان کی زندگی میں بھی تو شل کرنا ممنوع ہو حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ باتفاق مستحب و مستحسن ہے اور دین میں شائع ہے، اور اگر کہتے ہیں کہ یہ حضرات موت کے بعد معزول ہو گئے اور اس حالت و کرامت سے جو ان کو زندگی میں حاصل تھی خارج کر دیئے گئے

ہیں تو اس کی دلیل کیا ہے؟

﴿۱۴﴾ یا کہتے ہیں کہ وہ حضرات ان آفات کی وجہ سے جو موت کے بعد پیش آتی ہیں مشغول و ممنوع ہو جاتے ہیں، پس یہ بات ہمیشہ کلیہ نہیں اس کا دوام قیامت تک نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہ یہ کلیہ نہیں ہوگا، اور استمداد کا قاعدہ عام نہ ہوگا، بلکہ ممکن ہے بعض حضرات عالم قدس کی طرف منجذب اور لاہوت حق میں مستہلک ہوں، چنانچہ ان کو عالم دنیا کی طرف شعور اور توجہ نہ رہی ہو، اور اس میں تصرف اور تدبیر نہ ہو، جیسے کہ اس عالم میں بھی مجذوبوں اور متمکنوں کے تفاوت احوال سے ظاہر ہوتا ہے، ہاں اگر زائر لوگ یہ اعتقاد کریں کہ اہل قبور حضرت حق کی طرف توجہ کرنے اور حق تعالیٰ سے التجاء کرنے کے بغیر خود مصترف مستقل اور قادر ہیں جیسے کہ عوام اور جاہل لوگ اور غافل اعتقاد رکھتے ہیں، اور جیسے کہ یہ لوگ وہ کام کرتے جو اسلام میں حرام اور ممنوع ہیں مثلاً بوسہ قبر، سجدہ قبر، نماز بجانب قبر وغیرہ جس سے نہی اور بچنے کی ہدایت وارد ہوئی ہے، یہ اعتقاد اور افعال ممنوع اور حرام ہیں، عوام کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ بحث سے خارج ہے، ایک عالم شریعت اور واقف احکام سے یہ بات بعید ہے کہ ایسے اعتقاد کا معتقد ہو اور اس فعل پر عمل کرے۔

﴿۱۵﴾ اور وہ جو مروی و مذکور ہے مشائخ اہل کشف سے کاملین کی ارواح سے استمداد کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کے متعلق وہ بے شمار ہے، اور ان حضرات کی کتب و رسائل میں مذکور ہے اور ان میں مشہور ہے اس کے ذکر کی حاجت نہیں کہ شاید منکر متعصب کو کلمات ان حضرات کے مفید نہ پڑیں، اللہ تعالیٰ ہم کو بچائے۔

﴿۱۶﴾ یہاں علم و شریعت کے لحاظ سے کلام ہے خواہ مروی و مسنون زیارت ہو، مردوں کو سلام کرنا ان کے لئے استغفار کرنا ہے اور قرآن شریف پڑھنا، لیکن یہاں استمداد سے نہی وارد نہیں، پس موتی کی زیارت سے ان کی امداد اور ان سے استمداد زائر و مزور کے تفاوت حال پر دونوں ہو سکتی ہیں، واضح رہے کہ اختلاف غیر انبیاء علیہم السلام میں ہے کیونکہ یہ زندہ بحیات حقیقی دنیاوی ہیں باتفاق، اور اولیاء کرام بحیات اخروی معنوی،

﴿۱۷﴾ اور کلام یہاں طوالت و درازی کو پہنچ گیا منکروں کے خلاف جو اس زمانے کے قریب یہ فرقہ پیدا ہو گیا ہے یہ لوگ اولیاء اللہ سے جو اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف منتقل ہو کر زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس، اور رزق پاتے ہیں اور خوشحال ہیں اور ہر شخص کو اس کی خبر نہیں، استمداد و استعانت کرنے کے منکر ہیں اور ان کی جناب میں متوجہ ہونے والوں کو مشرک اور بت پرست جانتے ہیں اور جو منہ پر آتی ہے کہتے ہیں۔

ایک اعرابی کو روضہ مبارک سے مغفرت کی بشارت:

رَوَى ابْنُ عَسَاكِرَ فِي تَارِيخِهِ وَابْنُ الْجَوَزِيِّ فِي مُثِيرِ الْعَزَمِ السَّاكِنِ إِلَى أَشْرَفِ الْأَمَاكِنِ، وَالْإِمَامِ هَبَةُ اللَّهِ فِي تَوْثِيقِ غُرَى الْإِيمَانِ مِنَ الْعُتْبِيِّ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُ اللَّهَ يَقُولُ ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ

الرَّسُولُ لَوْ جَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿١﴾ وَقَدْ جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا مِّنْ ذُنُوبِي مُشْفِعًا بِكَ إِلَىٰ رَبِّي ثُمَّ أَنشَأ يَقُولُ ۝

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي الْقَاعِ أَعْظَمُهُ

قَطَابٍ مِنْ طَيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكْمُ

رُوحِي الْقَدَاءَ لِقَبْرِ أَنْتَ سَاكِنُهُ

فِيهِ الْعِفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ

قَالَ الْغُبِّيُّ فَعَلَبْتَنِي عَيْنَايَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ فَقَالَ يَا غُبِّيُّ! الْحَقُّ الْأَعْرَابِيُّ وَبَشِيرُهُ بَأَنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ. (جذب القلوب)

﴿ترجمہ﴾ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے مُبَيَّنُّ الْعَزَمِ السَّائِكِينَ إِلَى أَشْرَفِ الْأَمَاكِينِ میں اور امام ہیثمہ اللہ نے تَوْثِيقُ غُرَى الْإِيمَانِ میں غُبِّي سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر آیا اور کہا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ: ہم نے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾

اگر لوگ اپنے نفس پر ظلم کریں اور آپ کے پاس آئیں اور خدا سے معافی چاہیں اور رسول ان کے واسطے معافی چاہے تو البتہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اور تحقیق میں آپ کے پاس آیا ہوں معافی چاہنے والا اپنے گناہوں سے، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف شفاعت چاہتا ہوں، اور پھر یہ شعر پڑھا ۝

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي الْقَاعِ أَعْظَمُهُ

قَطَابٍ مِنْ طَيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكْمُ

”اے بہترین! ان لوگوں کے جن کی ہڈیاں اس سرزمین میں مدفون ہیں، جن کی خوشبو کی لپک سے ہر نشیب و فراز اس میدان کا معطر ہے۔“

رُوحِي الْقَدَاءَ لِقَبْرِ أَنْتَ سَاكِنُهُ

فِيهِ الْعِفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ

”میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہتے ہیں، اس میں پرہیزگاری ہے اور جو دو کرم ہے۔“

تھی نے کہا کہ مجھ کو نیند آگئی اور میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے غُبِّي! تم اعرابی کے پاس جاؤ اور اس کو خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو بخش دیا۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر جا کر عرض کرنے سے لوگوں کے مطالب حاصل ہوتے ہیں اور حاجتیں برآتی ہیں۔

رَوَى أَبُو سَعِيدٍ السَّخَّانِيُّ عَنْ عَلِيِّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَدِمَ عَلَيْنَا بَعْدَ مَا دَفَنَّا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَرَمَى بِنَفْسِهِ عَلَى قَبْرِهِ وَحَتَّى عَلَى رَأْسِهِ مِنْ تُرَابِهِ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قُلْتُ فَسَمِعْنَا قَوْلَكَ وَوَعَيْتَ عَنِ اللَّهِ فَوَعَيْنَا عَنْكَ وَكَانَ فِيمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾ وَقَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَجِئْتُكَ تَسْتَغْفِرُ لِي فَنُودِيَ مِنَ الْقَبْرِ إِنَّهُ قَدْ غُفِرَ لَكَ، (مَوَاهِبُ اللَّذَنِيَّةِ، خلاصة الوفا) ۱

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوسعید سخانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر پر گر پڑا اور قبر مبارک کی مٹی کو اپنے سر پر ڈال کر کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وآلک وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا ہم نے آپ کے قول کو سنا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ سے آپ نے محفوظ رکھا ہم نے اسے سیکھ کر محفوظ اور یاد رکھا اور آپ پر جو نازل ہوا اس میں یہ آیت ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾

جو لوگ اپنے اوپر ظلم کریں اور تمہارے پاس آئیں اور خدا سے معافی چاہیں اور ان کے واسطے رسول معافی چاہے تو البتہ پائیں گے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربانی کرنے والا۔

تو حضرت میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے یعنی گناہوں میں مبتلا ہوا ہوں، حضور میں آیا ہوں کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہئے اور بخشش مانگئے، اسی وقت اسے روضہ مقدسہ سے آواز آئی کہ یقیناً تیری مغفرت ہوگئی اور تُو بخش دیا گیا۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر جا کر عرض کرنے سے لوگوں کے مطالب حاصل ہوتے ہیں اور حاجتیں برآتی ہیں، نیز اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روضہ مبارک سے زندوں کی طرح جواب دیا۔

روضہ مبارک سے نزولِ باران کی بشارت:

عَنْ مَالِكِ الدَّارِ وَكَانَ خَازِنُ عُمَرَ قَالَ أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَى لَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَسْقِ لَأَمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا فَاتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ ائْتِ عُمَرَ وَاقْرَأْهُ السَّلَامَ وَاخْبِرْهُ أَنَّهُمْ مُسَقَوْنَ وَقُلْ لَهُ عَلَيْكَ الْكَيْسَ الْكَيْسَ فَاتَى الرَّجُلُ عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ ثُمَّ قَالَ رَبِّ مَا أَلَوْ إِلَّا مَا عَجَزْتُ. (خلاصة الوفا، جذب القلوب، البيهقي)

﴿ترجمہ﴾ حضرت مالک الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خزانچی تھے سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں قحط پڑا تو ایک شخص جس کا نام بلال بن حارث ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر آیا اور قحط کی شکایت کی اور کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وآلک وسلم اپنی امت کے واسطے پانی مانگئے کیونکہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں، تب خواب میں اس شخص کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تم حضرت عمر کے پاس جا کر ان کو میرا سلام کہو اور خبر دو کہ پانی بر سے گا اور حضرت عمر سے کہو کہ ہوشیار رہیں، اس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے حال بیان کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ روئے اور فرمایا کہ اے اللہ! ہم قصور نہیں کرتے مگر جہاں ہم عاجز ہوتے ہیں۔

اس روایت سے ایک انحرابی کا قحط کے دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر بارش و باراں مانگنے کے لئے جانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کی استیذان کو قبول کر کے خواب میں کہنا کہ عمر خطاب سے کہہ دو کہ پانی بر سے گا، پھر اس انحرابی کا یہ پیغام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچانا ثابت ہوتا ہے، پس اگر طلب حاجات کے لئے قبر پر جانا شرک ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس انحرابی کی عرض کو کیونکر قبول کرتے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پہ جانے اور عرض کرنے سے قحط جیسی بلا دفع ہوئی اور بزرگوں کی قبروں پر جا کر مراد مانگنا کیونکر شرک ہو سکتا ہے بلکہ یہ ایک امر مستحسن ہے، غرض انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی قبروں پر جانا کفر و شرک نہیں ہے اور ان کا تو شل پکڑنا جائز ہے، بتوں سے مانگنے یا تو شل پکڑنے اور اولیاء اللہ سے مانگنے یا تو شل پکڑنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے، بت بے جان ہیں اور اولیاء اللہ قبروں میں زندہ ہیں جو مظہر انوار الہی ہیں۔

روضہ مبارک کے تو شل سے بارش برس گئی:

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار مدینہ منورہ میں بہت سخت قحط پڑا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اپنی مصیبت کا اظہار کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

اَنْظُرُوا اِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی روضہ مقدسہ پر جاؤ۔

آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جاؤ دعا مانگو، یا قرآن مجید پڑھو، بلکہ وہی فرمایا جو متوسلین کہا کرتے ہیں:

فَاجْعَلُوا مِنْهُ كَوَا اِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ۔

اس سے آسمان کی طرف ایک سوراخ کر دو تا کہ رحمۃ للعلمین کے روضہ اور آسمان کے مابین کوئی چھت حائل نہ رہے۔

فَفَعَلُوا..... چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

فَمَطَرُوا..... پس موسلا دھار بارش شروع ہو گئی، حتیٰ کہ جانوروں کے بدن چربی سے پھول گئے۔

یہی روایت ایک اور طریقہ سے یوں آئی ہے:

عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ أَوْسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَحْطًا شَدِيدًا فَشَكُّوا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: أَنْظِرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوا مِنْهُ كَوًّا إِلَى السَّمَاءِ لَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوا فَمُطِرُوا مَطَرًا حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ وَاسْمِنَتِ الْإِبِلُ حَتَّى فُتِقَتْ مِنَ الشَّحْمِ. (رواه ابن الجوزي في صفة الصفوة) ﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوالجوزاء اوس بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک بار سخت قحط پڑا اور لوگوں نے اس کی شکایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کو دیکھو اور ایک ایسا سوراخ چھت میں بنادو کہ آسمان اور قبر مبارک کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور پانی خوب زور سے برساتی کہ گھاس بکثرت پیدا ہو گئی اور اونٹ فربہ ہو گئے حتیٰ کہ چربی سے پھٹ گئے۔

دیکھئے اگر تو شل بالقبر شرک ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر بارش مانگنے کے لئے نہ بھیجتیں، چونکہ انہوں نے اس کو مستحسن طریقہ سمجھا تھا اس لئے انہیں اجازت دی، لطف یہ ہے کہ لوگ بھی اپنے مطلب پر کامیاب ہو گئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللامعات جلد چہارم میں اس حدیث کی شرح میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

وسبب در رفع حجاب میان قبر شریف و آسماں آن باشد کہ این طلب شفاعت است از قبر شریف زیرا کہ در حیات آنحضرت استسقاء مے کردند بذات شریف و چوں ذات شریف و مے درپردہ شد امر کرد عائشہ کہ کشف کردہ شود قبر شریف تا باران ببارد، گویا استسقاء کردند بقبر در حقیقت استسقاء و استشفاع است بذات شریف و مے و کشف قبر مبالغہ است دران۔

﴿ترجمہ﴾ چھت میں اس سوراخ کرنے کا یہ سبب تھا کہ طلب شفاعت کرنے ہے قبر شریف سے، اس واسطے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ تھے آپ کی ذات شریف سے طلب باران کی جاتی تھی اور جب آپ کی ذات پردہ میں ہو گئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حکم فرمایا چھت میں سوراخ کرنے کا تاکہ پانی بر سے، گویا طلب باران کی بذریعہ قبر شریف کے مگر یہ حقیقت میں طلب باران ہے آپ کی ذات کے ساتھ اور شفیع کرنا ہے آپ کی ذات بابرکات کو اور سوراخ کرنا اس میں مبالغہ ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کو واسطہ اور شفیع کرنا گویا خود آپ کی ذات شریف کو واسطہ اور شفیع کرنا ہے۔

دیکھئے کہ جب مدینہ منورہ میں سخت خشک سالی ہوئی اس وقت نہ تو نماز استسقاء پڑھی گئی اور نہ دعا مانگی گئی بلکہ حسب حکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے روضہ مبارک کا حجاب جو درمیان قبر اور آسمان کے تھا اٹھا دیا گیا، یعنی چھت میں سوراخ کر دیا گیا اور قبر شریف

واسطے کی گئی کہ جس سے اس قدر پانی برسا کہ ملک سرسبز اور شاداب ہو گیا۔

کاش کہ اگر اس زمانہ میں بھی خشک سالی کے وقت ہم لوگ بھی اس سنت کی پیروی کر کے کسی ولی اللہ کی قبر شریف کے ذریعے سے طلب بارش کیا کریں تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمیدِ کامل ہے کہ مددِ عابر آئے اور یہ کام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حکم سے تمام صحابہ کرام اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے رُوئے و کیا گیا اور کسی نے اس سے انکار نہیں کیا، اب کس مسلمان کی ایسی جرأت ہو سکتی ہے کہ ایسے فعلِ مسنون کا نام (جو بحکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے رُوئے و کیا گیا ہو، اور اس کا اثر بھی مترتب ہوا ہو) شرک رکھے اور اس کو قبر پرستی قرار دے، اس واسطے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول و فعل و اعتقاد کا نام سنت ہے نہ شرک، بس جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول و فعل شرک ٹھہرا تو پھر اسلام کا خدا حافظ۔

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا مانند مسلمان

﴿ترجمہ﴾ جب کفر کعبہ سے ہی اٹھ کھڑا ہو تو اسلام کہاں رہے گا۔

ایک مہمان نے روضہ مبارک سے غیبی ضیافت پائی:

عَنْ أَبِي الْخَيْرِ الشَّيْبَانِيِّ دَخَلْتُ مَدِينَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بِفَاقَةٍ فَأَقَمْتُ خَمْسَةَ أَيَّامٍ مَا دُفْتُ ذَوَاقًا فَتَقَدَّمْتُ إِلَى الْقَبْرِ فَسَلَّمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَقُلْتُ أَنَا ضَيْفُكَ اللَّيْلَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَتَنَحَّيْتُ فَنَمْتُ خَلْفَ الْمِنْبَرِ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ عَنْ يَمِينِهِ وَعُمَرُ عَنْ شِمَالِهِ وَعَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بَيْنَ يَدَيْهِ فَحَرَّ كَنِيَّ عَلِيٍّ وَقَالَ قُمْ قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ فَقُمْتُ فَقَبَّلْتُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَدَفَعَ إِلَى رَغِيْفًا فَأَكَلْتُ بَعْضَهُ وَانْتَبَهْتُ فَإِذَا النِّصْفُ الْآخَرُ بِيَدِي. (صفة الصفوة)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو الخیر الشیبانی سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور میں فاقے سے تھا، وہاں میں پانچ دن ٹھہرا اور میں نے کچھ نہ کھایا، پھر میں روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سلام کیا اور میں نے کہا: أَنَا ضَيْفُكَ اللَّيْلَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج رات میں آپ کا مہمان ہوں، یہ کہہ کر میں الگ ہو گیا پھر میں منبر کے پیچھے سو رہا خواب میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے داہنے طرف اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بائیں جانب اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے آگے دیکھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اٹھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے ہیں، میں اٹھا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا، پھر آپ نے مجھے ایک روٹی دی، میں نے اس میں سے کچھ کھایا، پھر میں جاگ پڑا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ حیات میں ان کے پاس مہمان آتے تھے اور

ان کو آپ کھانا کھلاتے تھے اسی طرح وصال کے بعد بھی آپ نے اپنے روضہء مبارک سے مہمانوں کو کھانا کھلایا، مخالفین اسی توحید پرستی کو قبر پرستی ٹھہرا رہے ہیں۔

دوسری نظیر: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

ابن الجلامرے گوید کہ بمدينہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در آمد و یک دو فاقہ بر من گزشتہ بود، و بقر شریف ایستادم گفتم: اَنَا ضَيْفُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! و بخواب رفتم پیغمبرِ خدا را دیدم صلی اللہ علیہ وسلم رغیفے بدست من داد نصفے را ہم در خواب خوردم چون بیدار شدم نصف دیگر در دست من باقی بود۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابن الجلامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا اور ایک دو یوم فاقہ رہا، لاچار میں نے روضہء مبارک پر جا کر عرض کیا: اَنَا ضَيْفُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلک وسلم! میں آپ کا مہمان ہوں، یہ کہہ کر میں سو گیا، خواب میں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلک وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلک وسلم مجھے ایک روٹی عطا فرمائی، میں نے ابھی آدھی کھائی تھی کہ میں بیدار ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود ہے۔

تیسری نظیر: جذب القلوب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اذقام فرماتے ہیں:

ابوبکر اقطع گوید بمدينہ در آمد و پنج روز بر من گذشت کہ طعام نچشیدم روز ششم بر قبر شریف رفتم و گفتم: اَنَا ضَيْفُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! بعد ازاں در خواب مے بینم کہ سرورِ انبیاء علیہم السلام مے آید و ابوبکر بہ یمین و عمر بہ شمال و علی بن ابی طالب در پس، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرا مے گوید: برخیز کہ پیغمبر آمد، رفتم و بوسہ در میان دو چشم او دادم رغیفے بمن داد او را خوردم چون بیدار شدم هنوز پارنہ از مے در دست من بود۔

(صفة الصفوة مصنفہ ابن جوزی، متوقی ۷۵۵ھ۔)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوبکر اقطع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مدینہ طیبہ میں آیا اور پانچ روز تک میں نے طعام نہ چکھا، چھ روز روضہء مبارک پر پہنچا اور کہا: اَنَا ضَيْفُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلک وسلم! میں آپ کا مہمان ہوں، اس کے بعد خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دائیں ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بائیں طرف اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پیچھے کی طرف، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر مجھ سے ارشاد فرمایا: کہ اٹھو حضور علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لا رہے ہیں، میں اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی میں نے اس کو کھانا شروع کر دیا، میری آنکھ کھل گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ روٹی کا ٹکڑا میرے ہاتھ میں موجود ہے۔

مدینہ کے مہمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا پہنچانے کے لئے خواب میں ہدایت کی:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَالِحٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ الْمُنْقَرِي يَقُولُ كُنْتُ أَنَا وَأَبُو الشَّيْخِ وَطَبْرَانِي فِي حَرَمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا عَلَى حَالَةٍ وَأَثَرُ فِينَا الْجُوعُ فَوَاصَلْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ فَلَمَّا كَانَ وَقْتُ الْعِشَاءِ حَضَرْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ الْجُوعُ! الْجُوعُ! وَأَنْصَرَفْتُ قَالَ لِي أَبُو الشَّيْخِ: اجْلِسْ فَإِنَّمَا أَنْ يَكُونَ الرِّزْقُ أَوِ الْمَوْتُ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَنُصِمْتُ أَنَا وَأَبُو الشَّيْخِ وَطَبْرَانِي جَالِسٌ يُنْظَرُ فِي شَيْءٍ فَحَضَرَ فِي الْبَابِ عَلَوِيٌّ فَدَقَّ الْبَابَ فَفَتَحْنَا فَأَذَامَعَهُ غُلَامَانِ مَعَ كُلِّ غُلَامٍ زَبِيلٌ فِيهِ شَيْءٌ كَثِيرٌ فَجَلَسْنَا فَأَكَلْنَا قَوْلِي وَتَرَكَ الْبَاقِيَ عِنْدَنَا فَلَمَّا فَرَعْنَا مِنَ الطَّعَامِ قَالَ الْعَلَوِيُّ يَا قَوْمُ! أَشْكُوتُمْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُهُ فِي الْمَنَامِ فَأَمَرَنِي بِحَمْلِ شَيْءٍ إِلَيْكُمْ.

﴿ترجمہ﴾ حضرت عبداللہ بن صالح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابوبکر المنقری کہتے تھے کہ میں اور ابوالشیخ اور طبرانی حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فاقہ کی حالت میں تھے، ہمیں بھوک معلوم ہوئی، ہم نے وہ دن تمام کیا، پھر میں رات کے وقت روضہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوا اور میں نے کہا: يَا رَسُولَ اللَّهِ الْجُوعُ الْجُوعُ، یا رسول اللہ! ہم بھوکے ہیں، پھر میں چلا آیا، اس کے بعد ابوالشیخ نے مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ اب یا تو کھانے کی کوئی چیز آجائے گی یا موت آجائے گی، حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں اور ابوالشیخ سو رہے اور طبرانی بیٹھے ہوئے کچھ دیکھ رہے تھے کہ دروازے پر ایک علوی آیا اور اس نے کواڑ کو ہلایا، میں نے کواڑ کو کھولا تو دیکھا کہ اس کے ساتھ دو غلام ہیں اور ہر غلام کے ساتھ ایک زنبیل ہے کہ جس میں بہت سی کوئی چیز ہے، ہم نے بیٹھ کر اس کو کھایا، پھر وہ شخص چلا گیا اور چھوڑ دیا جو باقی رہا تھا، پس جس وقت میں نے کھانے سے فراغت پائی تو علوی نے کہا کہ اے قوم! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی تھی، کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ لوگوں کے لئے کچھ طعام لے جانے کا حکم دیا۔

(رواہ ابن الجوزی فی الوفا)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر بھوکے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک پر جا کر کھانا مانگیں تو آپ کے ذریعے سے بعض اوقات کھانا بھی ملتا ہے۔

ایک درویش کا سوال اور روضہ پاک سے اجابت:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

احمد بن صوفی گوید کہ سہ ماہ درباد یہ گشتہ بودم و پوست بدن من ہمہ طر قیدہ کہ بمدینہ آمدم و براں سرور صلی اللہ علیہ وسلم و صاحبیہ رضی اللہ عنہما سلام کردم و بجواب رفتم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را درخدا دیدم کہ مے فرساید احمد آمدی، چہ

حال داری؟ گفتم: اَنَّا جَائِعٌ وَّ اَنَا فِي ضَيْافِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فرمود دست بکشا، کشادم در اہمے چند در دست من نہاد، بیدار شدم در اہم در دست من بود، ببازار رفتم و فطیر و فالودہ خریدم و خوردم و ببادیہ در شدم۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت احمد بن محمد صوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تین ماہ تک پھرتا رہا اور میرا تمام بدن چور چور ہو گیا، میں مدینہ منورہ میں آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہوا اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر سلام عرض کیا اور سو گیا، خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ اے احمد! آئے ہو کیسا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوک سے بے تاب ہو رہا ہوں، آپ کا مہمان ہوں، آپ نے ارشاد فرمایا: ہاتھ بڑھاؤ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو آپ نے چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درہم میرے ہاتھ میں بے غنم موجود ہیں، میں اُسی وقت اُٹھ کر بازار کی طرف گیا اور روٹی اور فالودہ خرید کر کے کھایا اور جنگل کی طرف چلا آیا۔

آنحضرت ﷺ نے روضہ مقدسہ سے اپنا ہاتھ نکال کر غوث اعظم ﷺ سے مصافحہ کیا:

بہجہ الاسرار میں ہے کہ جب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو روضہ مقدسہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر یوں عرض کی:

فِي حَالَةِ الْبُعْدِ كُنْتُ رُوحِي أُرْسِلُهَا تُقْبَلُ الْأَرْضَ عَنِّي وَهِيَ نَائِبِي

میں دوری کی حالت میں آپ کی طرف اپنی روح کو روانہ کرتا تھا، وہ زمین کو میری طرف سے چومتی اور وہ میری نائب تھی۔

وَهَذِهِ نَوْبَةُ الْأَشْبَاحِ قَدْ حَضَرْتُ فَاُمِّدْ يَدَيْكَ كَيْ تَحْطِيَ بِهَا شَفَئِي

اور اس وقت یہ موقع ہے کہ میرا جسم حاضر ہے، پس اپنا دست مبارک نکالنے کے میرے ہونٹ اس سے لذت پائیں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر اپنا دست مبارک نکالا، اور حضرت غوث الاعظم سے مصافحہ کیا۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے قبر سے نکل کر حضرت غوث اعظم سے مصافحہ کیا:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زبدۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ ابو الحسن علی بن ابیہتی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بقا بن بطور رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کی، پھر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ امام صاحب نے اپنی قبر سے نکل کر حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سینے سے لگایا اور ان کو خلعت پہنا کر فرمایا: ”اے شیخ عبدالقادر! میں علم شریعت، علم حال اور فعل حال میں تمہارا محتاج ہوں۔“

غالباً یہی وجہ تھی کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حنبلی مذہب کو اختیار کیا، کیونکہ حنبلی مذہب کے لوگ کم تھے، آپ کی شمولیت سے

اس مذہب کو زیادہ شہرت ہوئی۔

ایک مریض کو روضہ پاک پر عرض کرنے سے شفاء حاصل ہوئی:

عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْأَشْبِيلِيِّ نَزَلَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ غَرْنَاطَةَ عَلَّاهُ عَجَزَ عَنْهَا الْأَطِبَّاءُ وَأَيَسُوا مِنْ بَرئِهَا فَكَتَبَ عَنْهُ الْوَزِيرُ بْنُ أَبِي الْخَصَالِ كِتَابًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ فِيهِ الشِّفَاءَ لِذَائِهِ فَمَاهُوَ إِلَّا أَنْ وَصَلَ الرَّائِبُ إِلَى الْمَدِينَةِ الشَّرِيفَةِ وَقَرَأَ عَلَى قَبْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الشِّعْرَ وَبَرَأَ الرَّجُلُ مَكَانَهُ

كِتَابُ وَقِيدٍ مِّنْ زَمَانَةِ مُشْفَى بِقَبْرِ رَسُولِ اللَّهِ أَحْمَدُ يَسْتَشْفِي

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو محمد اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ غرناطہ کے ایک شخص کو ایسی بیماری لاحق ہوئی جس کے علاج سے اطباء نے جواب دیا، وزیر بن ابی الخصال نے اس کی طرف سے ایک معروضہ آپ کی خدمت میں بھیجا، اس میں شفاء کی درخواست تھی، جب قاصد نے آکر مدینہ منورہ میں آپ کے روضہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کے یہ شعر پڑھا اور وہ شخص اپنے گھر بیٹھا اچھا ہو گیا۔

كِتَابُ وَقِيدٍ مِّنْ زَمَانَةِ مُشْفَى بِقَبْرِ رَسُولِ اللَّهِ أَحْمَدُ يَسْتَشْفِي

یہ عریضہ ہے لاغر مریض کا جو اپنے پرانے مرض سے قریب بہ ہلاکت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر طالب شفاء ہے۔

(خلاصۃ الوفا)

روضہ پاک پر دو مظلوموں کی فریادری:

حافظ ابن قیم نے دو شخصوں کا قصہ لکھا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر فریاد لے کر گئے تھے وہ یہ ہے کہ:

كَانَ بَعْضُ الْعَدُوِّ قَطَعَ لِسَانَ أَحَدِهِمَا وَبَعْضُهُمْ فَقَاعَيْنِ الْآخِرِ فَلَمَّا آتَا قَبْرَهُ الشَّرِيفَ وَاسْتَغَاثَاهُ رَدَّ اللَّهُ عَلَيْهِمَا مَا فَقَدَ مِنَ اللِّسَانِ وَالْعَيْنِ. (رَوَاهُ ابْنُ قَيْمٍ فِي كِتَابِهِ الْكَبَائِرِ فِي السُّنَّةِ وَالْبِدْعَةِ)

﴿ترجمہ﴾ بعض دشمنوں نے ایک شخص کی زبان کاٹ لی تھی، اور ایک شخص کی آنکھ پھوڑ دی تھی، وہ دونوں شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر گئے اور فریاد کی، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زبان اور آنکھ عطا فرمائی۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر جا کر فریاد کرنے سے اندھوں کو آنکھ اور زبان کئے ہوئے کو زبان مل جاتی ہے۔ لہذا قبروں پر جانا اور ان سے مدد مانگنا جائز ہوا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں ایک مظلوم کی آنکھیں درست کر دیں:

شیخ دمشقی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

”کہ ہم اتفاق سے مدینہ منورہ میں گئے ہوئے تھے، ایک روز زبائی (ایک سکہ کا نام ہے) لے کر بازار میں آنا خریدنے گئے ایک شیعہ بقال ہماری وضع قطع دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر تم شیخین پر لعنت کرو گے تو میں آٹا دوں گا ورنہ نہیں، میں نے کہا کہ میں تو ایسا کبھی نہیں کہوں گا، آخر کار

وہ کئی بار ایسا ہی ہنس ہنس کر کہتا رہا، میں تو اس کو یہ کہہ کر ٹالتا رہا آخر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے طیش میں آ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص پر لعنت کرے جو شیخین پر لعنت کرتا ہے۔ اُس شیعہ نے جوں ہی یہ کلمات میری زبان سے سنے اس نے فوراً میری آنکھوں پر ایک گھونسا رسید کیا جس سے میری دونوں آنکھیں بہہ کر رخسارے پر آ گئیں اور میں اندھا ہو گیا۔ الغرض میں آہ و بکا کرتا ہوا روضہ مبارک پر جا کر یوں فریادی ہوا کہ یا رسول اللہ! میں مظلوم ہوں آپ کے دروازے پر فریاد لے کر آیا ہوں، لَیْلَہ میری دستگیری کیجئے، یہی کلمات بار بار کہتے ہوئے مجھے نیند سی آ گئی ﴿خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونوں آنکھیں صحیح و سلامت ہیں ایسی کہ جیسے ان کو کبھی تکلیف نہیں ہوئی تھی﴾ میں نے حضور کا شکریہ ادا کیا اور میں اپنے وطن کو واپس چلا آیا، دوسرے سال پھر مجھے مدینہ منورہ جانے کا اتفاق ہوا، بازار میں چلتے ہوئے مجھے اُس رافضی نے پہچان کر آواز دی، میں اس کے پاس چلا گیا، اس نے کہا کہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس کو میں نے مار کر اندھا کر دیا تھا میں نے کہا بے شک میں وہی آدمی ہوں، جس کی آنکھیں تو نے پھوڑ ڈالی تھیں، رافضی کہنے لگا، پھر آنکھیں درست کس طرح ہو گئیں، یہ تو محال اور ناممکن بات ہے، میں نے اپنا تمام ماجرا بتلایا کہ یہ محض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت کا نتیجہ ہے کہ بینا ہو گیا ہوں ورنہ یہ واقعی محال امر تھا، وہ یہ سن کر مع عیال و اطفال کے اپنے جھوٹے مذہب سے تائب ہو گیا۔“

خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ظالم کو دفع فرمایا:

امام جزری رحمۃ اللہ علیہ حصین کے دیباچہ میں اِز قَام فرماتے ہیں:

”کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ایک ظالم شخص کے پنچے میں پھنس گیا، میں نے کتاب حصن حصین سے جو ایک خاص مضامین کی احادیث کا مجموعہ ہے پناہ مانگی اور اس سے توشل پکڑا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، آپ کو دیکھ کر میں آپ کے بائیں طرف مَوَدِب کھڑا ہو گیا، آپ نے میری طرف نظر عنایت کر کے فرمایا:

مَا تُرِيدُ؟ یعنی تو کیا چاہتا ہے؟

فَقُلْتُ لَهُ اَذْعُ اللّٰهُ لِيْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ:

یعنی میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وآلک وسلم بدرگاہ رب العالمین دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس

ظالم کے پنچے سے چھڑائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مع حاضرین مقررین کے دعا مانگی، جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ظالم خود بخود کہیں چلا گیا ہے اور تمام مخلوق خوش و خرم نظر آرہی ہے اور میں بھی آزاد ہو گیا ہوں، گویا یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کا نتیجہ تھا کہ ہم سب ظالم کے پنچے سے رہا ہو گئے۔

حضرت خواجہ ضیاء معصوم علیہ الرحمہ کا ایک چشم دید واقعہ:

مولانا محمد نذیر صاحب عرشی شہید فرماتے ہیں:

”کہ میرے ایک نہایت معتبر وثقہ دوست جو حاجی، زبدۃ الحکماء، نقشبی، فاضل اور دیندار بزرگ ہیں اور ۱۳۱۲ھ میں خواجہ ضیاء معصوم رحمۃ اللہ علیہ (مرشد امیر حبیب اللہ خاں کالپی) کے ساتھ حج اور زیارت روضہ کے لئے گئے۔ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سب حرم روضہ میں مصروف ذکر و دعاء تھے تو رات کو ۱۰ بجے کے قریب نقیب سب زائرین کو ﴿اُخْرُجْ، اُخْرُجْ﴾ (نکل جاؤ، نکل جاؤ) کہہ کہہ کر نکالنے لگا، اس حکم کی تعمیل ضروری تھی کیونکہ یہ دائمی انتظام تھا، خواجہ صاحب بھی تعمیل قاعدہ لازم سمجھ کر باہر چلے آئے، اگلے روز پھر ہم کو حرم روضہ میں رات آگئی اور عین اسی وقت پھر ﴿اُخْرُجْ اُخْرُجْ﴾ کا حکم تعمیل پانے لگا، مگر جب نقیب خواجہ ضیاء معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے آگے آیا تو فوراً شیخ حرم نے اُس کو پکارا کہ ﴿دُعْ هَذَا الشَّيْخَ فَإِنَّهُ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ بِأَنَّهُ لَا يُخْرَجُ﴾ (یعنی ان بزرگ کو رہنے دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل کی رات مجھے حکم دیا کہ ان کو حرم روضہ سے نہ نکالا جائے)“

دیکھئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر مبارک کے اندر بھی اپنے عاشقانِ باصفا کا کس قدر خیال ہے، پھر اگر مجانبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد کریں اور فائدہ اٹھائیں تو کیا یہ محلِ تعجب ہے؟ حاشا دکلا۔

روضہ پاک کے پاس دعا کرنے سے ایک رات کے اندر قرض کی رقم مل گئی:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

محمد بن المنکدر گوید مردے پیشِ پدرِ من ہشتاد دینار ودیعت نہاد و بجہاد رفت واذن داد کہ اگر ترا حاجت افتد ازیں ہا خرچ کن۔ پدرم نزد احتیاج آں را خرچ کرد چوں آں مرد باز آمد مبلغ کہ نہادہ بود طلب کرد، پدر در ادائر آں درماند و باوے گفت کہ فردا بیاتا جواب تو گویم، ایس بگفت و شب در مسجد شریف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بتوجہ کرد و زمانے در حضور شریف و گاہے پیشِ منبر استغاثہ نمود و فریاد کرد ناگاہ در تاریکی شب مردے پیدا شد و صرۂ ہشتاد دینار بدست وے داد بامداد مبلغ را باں مرد بداد و از زحمت مطالبہ خلاص یافت۔

﴿ترجمہ﴾ محمد بن المنکدر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے والد کے پاس اسی دینار امانت رکھے، اور جہاد پر چلا گیا اور اجازت دی کہ اگر آپ کو ضرورت ہو تو ان سے خرچ کر لینا، میرے والد نے ضرورت کے وقت ان کو خرچ کر لیا، جب وہ شخص واپس آیا تو جو رقم امانت رکھی تھی واپس مانگی، والد اس کی ادائیگی سے عاجز آ گئے اور اس سے کہا کل آنا تو میں جواب دوں گا، یہ کہا اور رات کو مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں ٹھہرے اور کبھی حضور شریف میں اور کبھی منبر کے سامنے فریاد کرتے رہے، اچانک رات کی تاریکی میں ایک شخص پیدا ہوا اور اس نے اسی دینار کی تھیلی ان کے ہاتھ میں دی، صبح ہوتے ہی وہ رقم اس شخص کو دی اور اس کے مطالبہ کی زحمت سے نجات پائی۔

ایک بھوکے نابینا کو روضہ پاک پر شکایت کرنے سے روٹی ملی:

قَالَ أَبُو الْعَبَّاسِ بْنُ الْمُقَرِّی الضَّرِیْرُ جُعْتُ بِالْمَدِیْنَةِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَجِئْتُ إِلَى الْقَبْرِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! جُعْتُ ثُمَّ بَثَّ ضَعِيفًا فَكَصَتْنِي جَارِيَةٌ بِرَجُلِهَا فَقُمْتُ مَعَهَا إِلَى دَارِهَا فَقَدِمْتُ إِلَى خُبْزٍ بَرَوْتُمْرًا وَسَمْنَا وَقَالَتْ كُلْ يَا أَبَا الْعَبَّاسِ! فَقَدْ أَمَرَنِي بِهَذَا جَدِّي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَتْنِي جُعْتُ فَأَتِ إِلَيْنَا. (خلاصہ الوفا)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو العباس بن نفیس المقری نابینا فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تین روز بھوکا رہا، پھر قبر مبارک کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم میں بھوکا ہوں، پھر ناتواں ہو کر سو رہا کہ ایک عورت نے اپنے پاؤں کی ٹھوک سے مجھے جگایا میں اٹھ کر اس کے ساتھ اس کے مکان تک گیا، وہ گہروں کی روٹی اور خرما اور گھی میرے پاس لائی اور کہا کھاؤ اے ابو العباس! مجھے میرے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حکم فرمایا ہے، جب تم کو بھوک لگے تو ہمارے یہاں آیا کرو۔

روضہ پاک پر فریاد کرنے سے شیطان دفع ہوا:

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَجُلٍ مِّنْ قُرَيْشٍ أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ أَهْلِهَا كَانَتْ تَجْتَهِدُ فِي الْعِبَادَةِ وَتَدِيمِ الصِّيَامِ وَتَطِيلُ الْقِيَامِ فَاتَّاهَا الْمَلْعُونُ وَقَالَ إِلَيَّ كُمْ تَعْدِيْنِ هَذَا الْجَسَدِ وَهَذَا الرُّوحِ لَوْ أَفْطَرْتُ وَقَصَّرْتُ مِنَ الْقِيَامِ وَكَانَ أَذْوَمَ لَكَ وَأَقْوَى قَالَتْ فَلَمْ يَزَلْ يُوسُّسُ لِي حَتَّى هَمَمْتُ بِالتَّقْصِيرِ قَالَتْ ثُمَّ دَخَلْتُ مَسْجِدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَصِمَةً بِقَبْرِهِ وَذَلِكَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَذَكَرْتُ اللَّهَ وَصَلَّيْتُ عَلَى رَسُولِهِ وَذَكَرْتُ مَا نَزَلَ بِي مِنْ وَسْوَسةِ الشَّيْطَانِ وَاسْتَغْفَرْتُ وَجَعَلْتُ أَذْغُو اللَّهَ أَنْ يُصْرِفَ عَنِّي كَيْدَهُ وَوَسْوَسةَ قَالَ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِّنْ نَّاحِيَةِ الْقَبْرِ يَقُولُ: ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ قَالَتْ فَارْجَعْتُ مَدْعُورَةً وَجِلَّةَ الْقَلْبِ فَوَاللَّهِ مَا عَاوَدْتَنِي تِلْكَ الْوَسْوَسةَ بَعْدَ تِلْكَ اللَّيْلَةِ.

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو ایوب قریشی علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ایک عورت ان کے خاندان میں تھی، جو عبادت شاقہ کیا کرتی تھی اور صائمہ رہتی اور طول قیام کیا کرتی تھی، ایک روز اس کے پاس شیطان مردود نے آکر کہا کہ تم اپنے جسم اور جان کو کہاں تک تکلیف دوگی، اگر تم افطار کرو اور قیام کم کرو تو یہ ہمیشہ ہو سکے گا اور بہتر ہوگا، وہ کہتی ہیں کہ یہ وسوسہ میرے دل میں برابر ڈالتا رہا یہاں تک کہ میں نے کمی کرنے کا ارادہ کر لیا، پھر ایک روز مغرب اور عشاء کے درمیان روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گئی وہاں اللہ کو یاد کیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور اس وسوسے کو جو شیطان نے میرے دل میں ڈالا تھا بیان کیا، اور میں نے استغفار کیا اور اللہ سے دعا کرنے لگی کہ اس کے مکر اور وسوسے کو دور کر دے، پس میں نے قبر کے ایک کونے سے ایک آواز سنی:

﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾

(کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو دشمن سمجھو، وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ جہنم والوں سے ہوں)

وہ کہتی ہیں کہ میں وہاں سے خوفناک ہو کر لوٹ آئی اور میرا دل ڈر گیا، اللہ کی قسم کہ اس رات کے بعد وہ وسوسہ میرے دل میں پھر کبھی نہ آیا۔
 اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب شیطان کسی کے دل میں کسی قسم کا وسوسہ ڈالے تو اس کو چاہئے کہ روضہ نبوی یا دیگر اولیاء اللہ کے مزاروں پر جا کر امداد طلب کرے جس سے امید ہے کہ وہ ایسے وسوسوں سے بہت جلد نجات پائے گا۔
ندائے یا محمد سے بکریاں موٹی ہو گئیں:

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کتاب ”الکامل“ میں از قلم کرتے ہیں کہ ۱۸ ہجری میں ملک عرب میں بڑا قحط پڑا تو قوم بنی مزینہ نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ ہم بھوک سے مر رہے ہیں ہمارے واسطے کوئی بکری ذبح کیجئے تاکہ اس سے اپنا پیٹ بھریں، انہوں نے فرمایا کہ بکریوں میں گوشت کا نام و نشان ہی نہیں ہے صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئی ہیں، لیکن انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے ایک بکری ذبح کر دی، جب اس کی کھال اتاری گئی تو واقعی اس میں گوشت نہ تھا، بلکہ صرف ہڈیاں ہی تھیں، یہ حالت دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باوازی بلند کہا: یَا مُحَمَّدُ! اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں ان کو بشارت دی کہ تیری بکریاں صبح کو موٹی تازہ ہو جائیں گی اور قحط بھی چند یوم تک جاتا رہے گا، چنانچہ جب صبح کو بیدار ہوئے تو بکریوں کو واقعی فر بہ دیکھا اور چند یوم کے بعد قحط بھی ملک سے جاتا رہا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار پر ایک مظلوم کی دادرسی:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ”المستقصى فی فضائل المسجد الاقصی“ میں لکھا ہے:
 وَيَقُولُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ! إِنِّي مُتَوَجِّعٌ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَوَائِجِي لِتَقْضِيَ لِي إِلَى إِنْ قَالَ ثُمَّ يَتَوَجَّعُ إِلَى اللَّهِ بِجَمِيعِ أَنْبِيَائِهِ خُصُوصًا بِسَيِّدِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَنْ كَعْبٍ وَلَا يَتَوَسَّلُ أَحَدٌ بِإِبْرَاهِيمَ إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ مَا سَأَلَ وَأَضْعَفَ لَهُ ذَلِكَ زِيَادَةً لِكِرَامَةِ إِبْرَاهِيمَ. وَحَدَّثَ الْحَسَنُ بْنُ مُوَلَّى بْنِ الْحَسَنِ التَّاجِرِ قَالَ حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ بَغْلَبِكْ قَالَ ذُرْنَا إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلَ وَكَانَ مَعَنَا رَجُلٌ مَّفْضَلٌ مِّنْ أَهْلِ بَغْلَبِكْ فَسَمِعْنَاهُ وَقَدْ زَارَ إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ يَكْسِي وَيَقُولُ حَبِيبِي إِبْرَاهِيمَ! سَلْ رَبَّكَ يَكْفِينِي ثَلَاثًا ثَلَاثًا فَإِنَّهُمْ يُؤْذُونِي ثُمَّ رَجَعْنَا إِلَى ”يَافَا“ فَوَصَلَ قَارِبَ مِّنْ بَيْرُوتَ فَحَدَّثَنَا أَنَّ الثَّلَاثَةَ الَّذِينَ سَمَّاهُمْ مَاتُوا.

﴿ترجمہ﴾ اور کہے کہ یا نبی اللہ! ہم متوجہ ہوتے ہیں بذریعہ آپ کے اپنے رب کی طرف اپنی حاجتوں میں تاکہ تو میری حاجت پوری کر دے، پھر اللہ کی طرف متوجہ ہو بذریعہ جمیع انبیاء کے خصوصاً سردار اولین و آخرین سردار ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے اور کعب نے کہا کہ جو کوئی ابراہیم علیہ السلام کو وسیلہ پکڑتا ہے تو اس کو اللہ دیتا ہے جو وہ مانگتا ہے بلکہ دو چند اس سے بہ سبب زیادہ ہونے بزرگی ابراہیم علیہ السلام کے، اور حسن بن مولیٰ بن حسن تاجر نے بیان کیا کہ مجھ سے ایک شخص نے جو بعلبک کا رہنے والا تھا کہا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے روضہ مبارک کی زیارت کو گئے تھے اور ہمارے ساتھ ایک اور معزز شخص بعلبک کا تھا، میں نے اس کو ابراہیم علیہ السلام کے مزار

مبارک کی زیارت کرتے وقت رو کر یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”اے میرے پیارے ابراہیم! اپنے رب سے سوال کیجئے کہ تین اشخاص نے مجھے بہت ستایا ہے اللہ ان سے بدلہ لے“ وہ کہتا ہے کہ میں وہاں سے یافہ تک پھرا اور بیروت کے قریب پہنچا وہاں مجھے معلوم ہوا کہ وہ تینوں شخص جن کا اس نے نام لیا تھا مر گئے۔

حضرت دانیال علیہ السلام کے جسم سے تو شل:

عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ فِي الْمَغَازِي عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ لَمَّا فَتَحْنَا تُسْتَرَ وَجَدْنَا فِي بَيْتِ الْهَرْمُزِ أَنَّ سَرِيرًا عَلَيْهِ رَجُلٌ مَيِّتٌ عِنْدَ رَأْسِهِ مُصْحَفٌ فَأَخَذْنَا الْمُصْحَفَ فَحَمَلْتُهُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَدَعَا كَعْبًا فَنَسَخَهُ بِالْعَرَبِيَّةِ فَأَنَاوُلُ رَجُلٍ قَرَأْتُهُ مِنَ الْعَرَبِ فَقُلْتُ لِأَبِي الْعَالِيَةِ مَا كَانَ فِيهِ؟ قَالَ سِيرَتُكُمْ وَأُمُورُكُمْ وَلَحُونُ كَلَامِكُمْ وَمَا هُوَ كَائِنْ بَعْدُ. قُلْتُ فَمَا صَنَعْتُمْ بِالرَّجُلِ قَالَ حَفَرْنَا لَهُ بِالنَّهَارِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ قَبْرًا مُتَفَرِّقَةً فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ دَفَنَاهُ وَسَوَيْنَا الْقُبُورَ كُلَّهَا لِتَعْمِيَةٍ عَلَى النَّاسِ لَا يَنْبَشُونَهُ فَقُلْتُ وَمَا يَرْجُونَ مِنْهُ قَالَ كَانَتِ السَّمَاءُ إِذَا حَبِسَتْ عَنْهُمْ أَبْرَزُوا وَالسَّرِيرُ فَيُمَطَّرُونَ فَقُلْتُ مَنْ كُنْتُمْ تَنْظُنُّونَ الرَّجُلَ قَالَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ دَانِيَالٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقُلْتُ مُنْذُ كَمْ وَجَدْتُمُوهُ قَالَ مُنْذُ ثَلَاثِ مِائَةِ سَنَةٍ قُلْتُ مَا كَانَ تَغْيِيرَ مِنْهُ شَيْءٌ قَالَ لَا إِلَّا شَعْرَاتٍ مِنْ قَفَاهُ إِنَّ لُحُومَ الْأَنْبِيَاءِ لَا تُبْلِيهَا الْأَرْضُ وَلَا تَأْكُلُهَا السَّبَاعُ. (رَوَاهُ ابْنُ قَيْمٍ فِي كِتَابِ إِغَاثَةِ اللَّهْفَانِ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابن اسحاق نے مغازی میں لکھا ہے کہ ابی العالیہ نے کہا کہ جب ہم لوگوں نے شہر تستر کو فتح کیا تو ہرمز کے گھر میں ایک تخت ملا جس پر ایک مردہ تھا اور اس کے سر ہانے ایک مصحف تھا، ہم اس مصحف کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے، انہوں نے حضرت کعب کو بلایا اور اس کتاب کو عربی میں لکھوایا، پہلے اس کتاب کو میں نے پڑھا، پھر میں نے ابو العالیہ سے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہوا تھا تو انہوں نے کہا کہ اس میں تمہاری خصلتیں اور تمہارے حالات اور تمہاری گفتگو کے لہجے اور جو آئندہ ہونے والا ہے وہ سب لکھا ہوا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ تم نے اس مردے کو کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ دن کے وقت ہم نے تیرہ قبریں علیحدہ علیحدہ کھودیں، رات کو اسے ایک قبر میں دفن کر دیا اور باقی تمام قبروں کو برابر کر دیا، یہ اس واسطے کیا تا کہ لوگ اصلی قبر سے ناواقف رہیں اور اس کو نہ کھودیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ لوگ اس مردے سے کیا امید رکھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو اس تخت کو باہر نکالتے تھے اسی وقت پانی برستا شروع ہو جاتا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ وہ مردہ کون تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام تھے، پھر میں نے پوچھا کہ ان کو لوگ کب سے رکھے ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ تین سو برس سے، پھر میں نے کہا کہ ان کے جسم میں کوئی تغیر تو واقع نہیں ہوا تھا؟ انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں صرف چند بال سر کے پیچھے خراب ہو گئے تھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے گوشت کو زمین بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ ان کو درندہ کھاتا ہے۔

اس روایت سے صراحتہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو حیات میں اور بعد ممات کے حصول مطالب کے واسطے ذریعہ کرنے کا ایک قدیم دستور تھا اور لوگ ہمیشہ سے اس کو کیا کرتے تھے تب ہی تو حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش کو تین سو برس تک رکھے رہے اور جب

پانی نہیں برستا تھا تو اس نعش کو نکال کر اس کے ذریعہ سے بارش مانگا کرتے تھے، اسی وقت بارش ہو جاتی تھی اور صحابہ کرام کا یہ فرمانا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو وہ لوگ تخت کو نکالتے تھے اور پانی برس جاتا تھا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان لوگوں کا ایسا کرنا جائز تھا کیونکہ اگر ان لوگوں کا یہ فعل شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قصے کو ذکر کر کے ضرور ایسے کاموں سے منع کرتے۔

قبولیت دعا کی تریاق بزرگوں کی قبریں ہیں:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللّمعات شرح مشکوٰۃ میں چار ایسے بزرگوں کے اسمائے مبارک لکھتے ہیں جو اپنی قبروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح وہ زندگی میں کیا کرتے تھے، چنانچہ ان کے اسماء یہ ہیں:

﴿۱﴾ شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ۔ ﴿۲﴾ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

﴿۳﴾ شیخ طفیل نجفی رحمۃ اللہ علیہ۔ ﴿۴﴾ شیخ حیات بن قیس رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت یشر بن حارث تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر اجابت دعا کے لئے اکسیر ہے۔

قَالَ أَحْمَدُ ابْنُ الْفَتْحِ سَأَلْتُ بِشْرًا عَنْ مَعْرُوفٍ الْكُرْخِيِّ فَقَالَ هِيَ هَاتِ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ الْحُجُبُ أَنْ مَعْرُوفًا لَمْ يَغْبُدِ اللَّهَ شَوْقًا إِلَى جَنَّةٍ وَلَا خَوْفًا مِنْ نَارِهِ وَإِنَّمَا عَبْدُهُ شَوْقًا إِلَيْهِ فَرَفَعَهُ اللَّهُ إِلَى الرَّفِيقِ الْأَعْلَى فَمَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ فَلْيَأْتِ قَبْرَهُ وَلْيَدْعُ فَإِنَّهُ يُسْتَجَابُ لَهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (صفة الصفوة)

﴿ترجمہ﴾ حضرت احمد بن الفتح نے کہا کہ میں نے معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا حال بشرحانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا؟ انہوں نے کہا کہ افسوس ہمارے اور ان کے درمیان میں پردہ حائل ہو گیا، معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے خدا کی عبادت جنت کے شوق یا جہنم کے خوف سے نہیں کی تھی بلکہ خدا کی عبادت خدا کے شوق میں کی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو مقام اعلیٰ میں اٹھالیا، پس جس کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہئے کہ ان کے مزار مبارک پر جا کر دعا کرے، انشاء اللہ اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ بشرحانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تابعین میں سے ہیں اور جن کے جنازے پر علی بن مدنی محدث رحمۃ اللہ علیہ نکار کر یہ کہتے تھے کہ یہ دین اور دنیا میں بزرگ ہیں۔ یہ اجازت دی کہ جس کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر جائے اور اپنا مطلب کہے، اس کا کام ہو جائے گا، تو پھر بھلا ایسا فعل کیونکر شرک ہو سکتا ہے اور کون بد بخت ایسے علامہ تابعی کو مشرک کہہ سکتا ہے۔

﴿۲﴾ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات میں یہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ در قبر خود مثل احياء تصرف مے کند۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔

﴿۳﴾ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی نسبت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر دعا قبول ہونے کے لئے مثل جزیرہ یاق ہے۔

﴿۴﴾ علامہ ابن حجر خیرات الحسان میں ارشاد فرماتے ہیں:

لَمْ يَزَلِ الْعُلَمَاءُ وَذُورُ الْحَاجَاتِ يَزُورُونَ قَبْرَ الْإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ يَتَوَسَّلُونَ إِلَى اللَّهِ فِي قَضَاءِ حَوَائِجِهِمْ وَيَرُونَ نَجْحَ ذَلِكَ. مِنْهُمْ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ يَقُولُ لِأَبْنِي أَتَبَرَّكَ بِأَبِي حَنِيفَةَ وَاجِئْ إِلَى قَبْرِهِ زَائِرًا فَإِذَا عَرِضْتُ لِي حَاجَةٌ صَلَّيْتُ رَكَعَتَيْنِ وَجِئْتُ إِلَى قَبْرِهِ.

﴿ترجمہ﴾ بڑے بڑے علماء و فضلاء اور حاجت مند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر آتے اور اپنی حاجتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑتے اور بائیل مرام واپس جاتے، چنانچہ ان میں سے ایک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو فرماتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی قبر مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب ضرورت پیش آتی ہے تو امام صاحب کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر دو رکعت نماز نفل گزارتا ہوں اللہ تعالیٰ صاحب قبر کی برکت سے میری حاجت پوری کر دیتا ہے۔



كَمْ مِنْ أَشْعَثَ أَغْبَرَ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّةَ.

یعنی بہت اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ بظاہر بال پریشان اور غبار آلودہ ہیں، اور اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں کہ خدا کی قسم! یہ کام اس طرح ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کام کو اسی طرح کر کے ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

منکرینِ استمداد کے بعض مشہور اعتراض اور ان کے جواب

﴿۱﴾ اعتراض..... استمداد و استعانت کی جو صورتیں آج کل صوفیہ میں مروج ہیں ان کی نظیر قرونِ ثلثہ مشہور دُلہا بالخیر میں نہیں ملتی، لہذا یہ بدعت ہے، وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

﴿جواب﴾ بدعت کا لفظ ذرا توضیح طلب ہے، اور اعتراض سے پہلے بدعتِ حسنہ کی شقوں پر نظر کرنا لازم تھا، اگر بدعت کو مطلقاً مذموم و ضلالت ٹھہرایا گیا تو پھر منارہ دار مساجد میں نماز پڑھنا اور مجلد و مطا قرآن مجید پر تلاوت کرنا معترض کے لئے دشوار ہو جائے گا، ان مباحث کی یہاں گنجائش نہیں، بحث مآخِرنِ فیہ یہ ہے کہ استعانتِ متعارفہ بقول معترض بدعت سہی مگر بدعتِ حسنہ ہے جس کی برکات و فیوض بے پایاں ہیں۔

مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ ہمارے قول کی تائید کر رہا ہے وہ یہ ہے:

سوال..... از انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام و شہدائے عظام و صلحاء عالی مقام بعد موت مثالی استمداد باین طور کہ یا فلاں از حق تبارک و تعالیٰ حاجت مرا بخواہ و شفیع من شو و دعا برائے من بخواہ دُرست است یا نہ؟

﴿ترجمہ﴾ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور شہدائے عظام اور صلحاء عالی مقام سے ان کی موت کے بعد استمداد کرنا اس طرح کہ اے فلاں! حق تبارک و تعالیٰ سے میری حاجت روائی چاہو اور میرے شفیع بنو اور میرے لئے دعا کرو، درست ہے کہ نہیں؟

جواب..... استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است در زمانِ صحابہ و تابعین نہ بود، لیکن اختلاف است در ان کہ این بدعتِ سیئہ است یا حسنہ، و نیز حکم مختلف مے شود باختلاف طرقِ استمداد، اگر استمداد باین طریق است کہ در سوال مذکور است بس ظاہراً جواز ست زیرا کہ دریں صورت شرکِ نمے آید مانند استمداد از صلحاء دعا و التجا در حالتِ حیات۔ (فتاویٰ عزیزی جلد ۳/ صفحہ ۱۸)

﴿ترجمہ﴾ استمداد اموات سے خواہ وہ استمداد کرنے والا قبور کے نزدیک ہو، یا غائبانہ بے شبہ بدعت ہے صحابہ کرام و تابعین کے زمانے میں نہ تھی، لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ بدعت سیئہ ہے یا حسنہ اور نیز طرقِ استمداد کے اختلاف سے حکم بھی مختلف ہو جاتا ہے، اگر استمداد اس طریقہ سے ہے جو سوال میں مذکور ہے تو ظاہراً جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں شرک لازم نہیں آتا، جیسے صلحاء سے ان کی زندگی میں دعا و التجا سے استمداد کی جاتی ہے۔

﴿۲﴾ اعتراض..... تو سئل میں عموماً بحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا پڑتا ہے اور اس طرح جائز نہیں کیونکہ حق کے معنی واجب کے ہیں اور اللہ کے ذمہ کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

الجواب..... معترض صاحب اگر علم حدیث میں دخل رکھتے ہیں تو احادیث کے ان کلمات دعائیہ پر غور فرمائیں جو ابن ماجہ اور بیہقی وغیرہ کی کتابوں میں مروی ہیں کہ :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَاَسْأَلُکَ بِحَقِّ مَمْشَایْ هَذَا اِلَیْکَ الْخ

الہی میں سوال کرتا ہوں اس حق کے ساتھ جو سائلین کے لئے تیرے ذمہ ہے اور اس حق کے ساتھ جو تیری طرف میرے چلنے کا ہے۔

(یہ پوری حدیث شریف ہم پہلے نقل کر چکے ہیں) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہے کہ اس طرح دعا کیا کرو، پس

آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟۔

فَمَا كَانَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا. ﴿ترجمہ﴾ جو تمہارا جواب ہو گا وہی ہمارا جواب ہے۔

یہ تو ہوا الزامی جواب، تحقیقی جواب یہ ہے کہ یہاں حق کے معنی واجب کے نہیں بلکہ مرتبت و منزلت کے ہیں، یا حق سے وہ حق مراد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق خلق پر ثابت کیا، یا وہ حق جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فہم علی عمیم سے اپنے ذمہ لیا۔

﴿۱﴾ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

دریں جا باید دانست کہ در کُتُبِ فقہ مذکور است کہ دعا کردن بحقِ کسے مکروہ است زیرا کہ کسے را بر خدا حقے نمی باشد و تفصیلِ مقامِ آنست کہ نزد معتزلہ افعالِ عباد را مخلوقِ عباد مے دانند جزائے آن افعالِ حقِ حقیقی بندگان است و بر مذهبِ اہل سنت والجماعت افعالِ عباد مخلوقِ خدا اند پس عباد را بسببِ آن افعالِ حقے ثابت نیست حقیقتاً بلکہ و عِذَا وَجَعَلَا چنانچہ در حدیثِ آمدہ است کہ:

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلٰی اللّٰهِ اَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ هَا جَرَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ جَلَسَ فِيْ اَرْضِهِ الْتِيْ وَلَدَ فِيْهَا .

ونیز در حدیثِ صحیح از مُعَاذِبِنِ جَبَلِ آمَدہ هَلْ تَذَرِيْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلٰی اللّٰهِ؟ الخ پس آنچہ در روایتِ توبۃِ اَدَمِ عَلَیْهِ السَّلَامِ آمَدہ است محمول بر ہماں حق جعلی و تفصیلی است و آنچہ در کُتُبِ فقہ ممنوع است حقِ حقیقی است از بس کہ در زمانِ سابقِ مذهبِ متعزلہ رواج بسیار داشت واستعمالِ ایں لفظ کہ مُوْہِمِ مذهبِ ایشان است مے شد، فقہاء مطلقاً از استعمالِ ایں لفظ منع نمودہ اند تا خیالِ کسے بآن مذهبِ نرود، ایں است آن چہ دریں مقام موافقِ قرارداد

علمائے ظاہر است، و اہل تحقیق چنیں گفتہ اند کہ ہر یک از کُملِ بنی آدم را باعتبار صورتِ کمالیہ او اسمی است از اسمائے الہی کہ تربیتِ او می فرماید، پس سوال بحق کا ملے اشارہ بآن اسم است، اگر شخصے در وقتِ استعمالِ این لفظ ملاحظہ این معنی نماید قطعاً ملام و معاتب نیست۔

﴿ترجمہ﴾ یہاں جاننا چاہئے کہ کُتبِ فقہ میں مذکور ہے کہ دعاء کرنا بحق سے مکروہ ہے، کیونکہ خدا پر کسی کا حق نہیں ہوتا، اور تفصیل مقام یہ ہے کہ معتزلہ کے نزدیک بندوں کے افعال بندوں کے مخلوق ہیں، ان افعال کی جزا بندوں کا حق حقیقی ہے، اور اہل سنت والجماعت کے مذہب میں بندوں کے افعال خدا کے مخلوق ہیں، پس بندوں سے ان افعال کے سبب سے کوئی حق حقیقی ثابت نہیں، بلکہ وعدہ و وعدا، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ هَا جَرَفِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ النَّبِيُّ وَلِدَ فِيهَا .

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے یا اسی زمین میں رہے جہاں پیدا ہوا ہے۔

اور نیز حدیث میں معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ:

هَلْ تَذَرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ؟

کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ الخ

پس وہ جو آدم علیہ السلام کی توبہ میں آیا ہے وہ اسی جعلی و تقطعی حق پر محمول ہے اور وہ جو کُتبِ فقہ میں ہے وہ حق حقیقی ہے، چونکہ زمانہء سابق میں معتزلہ کا مذہب بکثرت رواج رکھتا تھا اور اس لفظ کا استعمال ان کے مذہب کا وہم و التا تھا، فقہانے مطلقاً اس لفظ کا استعمال منع کر دیا تا کہ کسی کا خیال اس مذہب کی طرف نہ جائے، یہ ہے اس مقام میں جو علماء کی قرارداد کے موافق ہے اور اہل تحقیق نے اس طرح فرمایا کہ کُملِ بنی آدم سے ہر ایک کے لئے اس کی صورتِ کمالیہ کے اعتبار سے ایک اسمائے الہیہ سے جو اسی کے تربیت کرتا ہے، پس سوال بحق کا ملے سے اس اسم کی طرف اشارہ ہے، اگر کوئی شخص اس لفظ کے استعمال کے وقت اس معنی کو ملحوظ رکھے تو قطعاً ملامت و عتاب کا مستوجب نہیں۔

﴿۲﴾ شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی علیہ الرحمہ مایہ مسائل میں تحریر فرماتے ہیں:

دعا بایں طور کہ الہی بجرمتِ نبی و ولی حاجتِ مرا روا کن جائز است چنانچہ از شرح

فقہ اکبر ملا علی قاری مفہوم مرے شود، و نیز در قواعد الایمان فی علم الکلام و معرفة الایمان تصنیف ملا علی قاری مذکور است،

﴿ترجمہ﴾ یعنی دعا اس طرح کرنی کہ یا الہی بحرمت نبی اور ولی کے میری حاجت کو پورا کر جائز ہے، چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اور قواعد الایمان فی علم الکلام اور معرفۃ الایمان مصنفہ ملا علی قاری میں مرقوم ہے۔

﴿۳﴾ اعتراض..... اللہ تعالیٰ سورۃ انفطار میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا أَذْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ، ثُمَّ مَا أَذْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ، يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور تو کیا سمجھا ہے روز جزا کیا ہے، پھر تو کیا سمجھا روز جزا کیا ہے وہ وہ دن ہے کہ نہ فائدہ پہنچا سکے گا کوئی نفس کسی نفس کو کچھ اور حکم اس دن اللہ ہی کا ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کسی کو کسی سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو پھر بھلا غیر اللہ سے استمداد کیوں کر جائز ہو سکتی ہے۔

جواب..... اس آیت کو امتناع تو شل سے کسی قسم کا لگاؤ نہیں ہے، اس لئے کہ جو شخص کسی نبی یا ولی سے تو شل کرتا ہے وہ یہ نہیں سمجھتا کہ نبی یا ولی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قیامت کے دن کسی طرح کی مشارکت ہے، یا وہ نبی ولی بلا استقلال کسی متوسل کو فائدہ پہنچا سکتا ہے، بلکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ حضرات اللہ کے اذن سے فائدہ پہنچا سکتے ہیں، آیۃ ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ سے بات عیاں ہے اگر اذن نہیں یا اذن کے باوجود کسی نبی ولی کو فائدہ پہنچانے کی قدرت نہیں تو پھر شفاعت کے کیا معنی ہوئے، پس متوسل کا قیامت کے روز ان حضرات سے تو شل کرنا بایں معنی ہے کہ ان کا درجہ اور قرب اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ہے اور اس قرب کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت بخشی ہے کہ جس کی وہ شفاعت کریں گے وہ قبول فرمائے گا۔

تفسیر مدارک میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

أَيُّ لَا تَسْتَطِيعُ دَفْعًا عَنْهَا وَلَا نَفْعًا لِّهَا لَوْ جِهٍ وَإِنَّمَا تَمْلِكُ الشَّفَاعَةَ بِالْإِذْنِ.

﴿ترجمہ﴾ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ الخ یعنی وہ اس سے کوئی عذاب دور کرنے اور کوئی نفع پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا، ہاں شفاعت باذن اللہ کا مالک ہے۔

﴿۴﴾ اعتراض..... اللہ تعالیٰ سورۃ اعراف رکوع ۲۳ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ﴾

﴿ترجمہ﴾ کہہ دے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا نہ برے کا مگر جو اللہ چاہے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور سے خواہ وہ نبی ہو یا ولی مدد مانگنا اور حاجتیں طلب کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا کہ میں اپنے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں تو پھر بلا کسی اور کی کیا وقعت اور حیثیت ہے۔

جواب..... اس آیت میں نفع و ضرر کے معنی ہدایت و ضلالت کے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر ہدایت

وضالت کے مالک نہیں ہیں، پس اس تقدیر پر اس آیت کو عدم جوازِ توسّل و استغاثہ سے کچھ تعلق نہ رہا۔

تفسیر مدارک میں ہے:

هُوَ اِظْهَارٌ لِلْعُبُودِيَّةِ.

یعنی یہ اظہارِ بندگی کے لئے ہے۔

﴿۵﴾ اعتراض..... اللہ تعالیٰ سورہٴ احقاف رکوع/ اول میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ اَرَاَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى السَّمٰوٰتِ اِئْتُوْنِىْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

﴿ترجمہ﴾ کہہ دو بھلا دیکھو تو یہی جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا مجھ کو دکھاؤ تو کہ انہوں نے کیا پیدا کیا زمین میں، یا ان کا کچھ سا جھا ہے آسمانوں میں، میرے پاس لے آؤ کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی علمی روایت اگر تم سچے ہو۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو نہ زمین کی کوئی چیز پیدا کر سکے اور نہ آسمان میں اس کی شرکت ہو، غرض جس کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے اسی سے مرادیں مانگنا جائز نہیں ہے۔

جواب..... اس آیت سے استدلالِ مشروع کا عدم جواز نہیں پایا جاتا اور نہ استدلالِ کسی صورت میں غیر مقدوراتِ انسانی میں جو خاص مقدوراتِ باری تعالیٰ سے ہیں کسی سے چاہی جاتی ہے، عام ازیں کہ انبیاء علیہم السلام ہوں یا اولیاء کرام اور جوازِ استدلال کے لئے یہ ضرور نہیں کہ جس سے استدلال کی جائے اس نے آسمان بھی بنایا ہو، یا کوئی دریا بنایا ہو۔

﴿۶﴾ اعتراض..... اللہ تعالیٰ سورہٴ رعد رکوع/ ۸ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ شَيْئًا اِلَّا كِبٰسِطٍ كَفِّیْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاوْهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَاۗءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور کافر جن بچوں کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا وہ نہیں پہنچتے ان کی حاجت پر بالکل مگر جیسے کوئی پھیلا رہا ہوا اپنے دونوں ہاتھ پانی کی جانب کہ پانی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو غیر اللہ کو پکارتا ہے وہ ان کے کچھ کام نہیں آتے لہذا توسّل اور استغاثہ ناجائز ہوا؟

جواب..... یہاں يَدْعُوْنَ کے معنی مطلق پکارنے کے نہیں، بلکہ بطور عبادت پکارنے کے ہیں، چونکہ کفار بتوں کو خدا سمجھ کر پکارتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں، لہذا یہ شرک ہے اور مسلمان متوسّلین اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتے ہیں اور وہ کسی اور کی عبادت نہیں کرتے، لہذا انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے توسّل اور استغاثہ کرنا جائز ہوا چنانچہ آیت مذکور کے ذیل میں تفسیر خازن میں لکھا ہے:

يَعْنِى وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ لَهُمُ الْهٖةَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهِيَ الْاَصْنَامُ الَّتِیْ يَعْبُدُوْنَهَا.

﴿ترجمہ﴾ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ جو ان کو اللہ کے سوا معبود سمجھ کر پکارتے ہیں، اور وہ بت ہیں جن کی وہ پوجا کرتے

ہیں۔

کیا کسی متوسل سے یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ کسی نبی، ولی کو معبود سمجھ کر پکارے حاشا وکلا۔

﴿۷﴾ اعتراض..... غیر اللہ سے خواہ وہ نبی ہو یا ولی یا بت حاجتیں مانگنا اور ان کو مختار سمجھنا ناجائز ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ زمر میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ إِنَّ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ، أَلِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَلِلدِّينِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيمَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ، إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ﴾

﴿ترجمہ﴾ اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے وہ زبردست ہے حکمت والا ہم نے نازل فرمائی ہے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ، پس تو عبادت کر اللہ کی خالص بنا کر اسی کے لئے عبادت کو، خبردار ہو جاؤ اللہ ہی کے لئے خالص عبادت ہے اور جنہوں نے بنا لئے ہیں اس کے سوا دوسرے حمایتی اور کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو نزدیک کر دیں اللہ سے مرتبہ قرب میں، بے شک اللہ فیصلہ فرمادے گا ان کے درمیان اس امر میں جس میں اختلاف کرتے ہیں اللہ اس کو ہدایت نہیں دیا کرتا کہ جو جھوٹا ناشکرا ہو۔

جواب..... مشرکین بتوں کو نائب شریک کہتے تھے اس لئے وہ مشرک ٹھہرائے گئے، وہ بتوں کی عبادت تقرب کے لئے کرتے تھے، مسلمانوں اور مشرکوں میں یہی جھگڑا تھا، چنانچہ جب مسلمان ان سے پوچھتے تھے کہ زمین و آسمان کس نے بنایا تو وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے، اس پر مسلمان کہتے تھے کہ جب زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ وہ کہتے تھے کہ ہماری عبادت اس لئے ہے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے پاس لے جائیں، اول تو بتوں کی عبادت کفر اور لغو ہے، دوسرے بتوں میں اس قسم کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ ان سے تقرب الی اللہ ہو، اور بخلاف انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے کہ ان سے بخوبی تقرب الی اللہ ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ مظہر عون الہی ہیں، یہ بحث پہلے باب میں تفصیل سے گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں ذیل میں ایک محدث کبیر کا فتویٰ اس بارہ میں درج ہے:

اولیاء اللہ اور بتوں سے امداد مانگنے میں فرق:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدیث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال..... ﴿۱﴾ بُت پرستے مدد از بُتِ مے خواست عالمے منع کردہ کہ شرک مکن بت پرست گفت کہ اگر شریک خدا دانستہ پرستش کنم البتہ شرک است و اگر مخلوق فہمیدہ پرستش نمایم چگونه شریک باشد؟ عالم گفت کہ در کلام مجید متواتر آمدہ است کہ از غیر خدا مدد مجوئید۔

﴿۲﴾ باز بُت پرست گفت کہ بنی انسان از یک دیگر چرا سوال مے نمایند؟ عالم گفت کہ نوع زندہ اند از ایشان سوال منع نیست و بتانِ تومثل کنہیاو کالکا وغیرہ مردہ اند قدرت برہیچ چیز ندارند۔

﴿۳﴾ بُت پرست گفت: شما کہ از اہلِ قبور مدد و شفاعت مے طلبید باید کہ بر شما ہم شرک عاید شود، القصہ ہر چہ مقصد و مرادِ شما از اہلِ قبور راست ہماں قسم مقصودِ من ہم از صورتِ کنہیاو کالکا است بحسابِ ظاہر نہ قوتِ اہلِ قبور دارند نہ بُت، واگر میگوئی کہ بقوتِ اہلِ قبور کشائشِ حاجات مے نماید میگویم بساجا زبتان ہم روانے حاجت مے شود، واگر مے گوئید کہ بایشان مے گوئیم کہ از خدا برائے ماشفاعت بخواہند، من ہم از بتان ہمیں استِذعاء دارم پس ہر گاہ کہ جوازِ استِمداد از اہلِ قبور ثابت شد پس بعضے مسلمین ضعیف الاعتقاد از پرستشِ سیتلا و مسانی وغیرہ چگونہ باز خواہند آمد؟

﴿ترجمہ﴾ ﴿۱﴾ ایک بُت پرست بت سے مدد مانگتا تھا، ایک عالم نے اس کو منع کیا کہ شرک نہ کر، بُت پرست نے کہا اگر میں اس کو خدا کا شریک سمجھ کر پرستش کروں تو بے شک شرک ہے اور اگر اس کی مخلوق سمجھ کر پرستش کروں تو کیوں کر شرک ہوگا؟ عالم نے جواب دیا کہ قرآن مجید میں متواتر آیا ہے کہ غیر خدا سے مدد نہ مانگو۔

﴿۲﴾ پھر بُت پرست نے کہا کہ بنی آدم ایک دوسرے سے کیوں سوال کرتے ہیں؟ عالم نے کہا وہ ایک نوع سے زندہ ہیں ان سے سوال منع نہیں اور تیرے بُت مثل کنہیاو کالکا وغیرہ مردہ ہیں، کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔

﴿۳﴾ تب بُت پرست نے کہا تم جو اہلِ قبور سے مدد اور شفاعت طلب کرتے ہو چاہئے کہ تم بھی آلودہ شرک ہو، القصہ جو کچھ تم اہلِ قبور سے مراد رکھتے ہو، وہی ہمارا مقصود کنہیاو کالکا کی صورتی سے ہے، حسبِ ظاہر نہ اہلِ قبور قوت رکھتے ہیں اور نہ بُت۔ اور اگر تم کہو اہلِ قبور قوتِ باطن سے حاجت کشائی کرتے ہیں، تو میں کہتا ہوں بہت سی جگہ جُوں سے بھی حاجت روائی ہو جاتی ہے، اور اگر تم کہو ہم تو ان اہلِ قبور سے یہ کہتے ہیں کہ خدا سے ہمارے لئے شفاعت کرو، تو ہم بھی جُوں سے یہی استِذعاء کرتے ہیں، پس جب اہلِ قبور سے استِمداد کرنے کا جواز ثابت ہوا تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان سیتلا اور مسانی وغیرہ کی پوجا کرنے سے کیوں کر باز آئیں گے۔

جواب..... ﴿۱﴾ دریں سوال چند جا اشتباہ واقع شدہ آن چند جا را خبردار باید شد آن گاہ بفضلِ الہی جوابِ سوال بخوبی واضح خواہد شد:

﴿۲﴾ اول آن کہ مدد خواستن چیزے دیگر است و پرستش چیزے دیگر، عوام مسلمین برخلاف حکمِ شرع از اہلِ قبور مدد مے خواہند و پرستش نمی کنند و بُت پرستان مدد ہم مے

خواهند و پرستش هم می کنند، پرستش آن است که سجده کند یا طواف نماید یا نام او را بطریق تقرب ورد سازد یا ذبح جانور بنام او کند یا خود را بنده فلانی بگوید، و هر که از مسلمانان جاهل با اهل قبور این چیزها بعمل آورد فی الفور کافر می گردد و از مسلمانی می برآید.

﴿۳﴾ دوم آن که مدد خواستن و عوام الناس از اولیاء می خواهند که از جناب الهی فلان مطلب درخواست نمایند این نوع مدد خواستن در شرع از زنده و مرده جائز است.

﴿۴﴾ سوم آن که بالا استقلال چیزی که خصوصیت بجناب الهی دارد مثل دادن فرزند یا بارش باران یا دفع امراض یا طول عمر و مانند این چیزها بے آنکه دعاء و سوال از جناب الهی در نیت منظور باشد از مخلوق در خواست نماید این نوع حرام مطلق بلکه کفر است. اگر از مسلمانان کسی از اولیاء مذهب خود خواه زنده باشند خواه مرده این نوع مدد خواهند از دائره مسلمانان خارج می شوند. بخلاف بُت پرستان که همین نوع مدد را از معبودان باطل خود می خواهند آنرا جائز می شمارند.

﴿۵﴾ و آنچه بت پرست گفت که من از بتان شفاعت می خواهم چنانچه شما هم از پیغمبران و اولیاء شفاعت می خواهید، پس درین کلام هم دغل و تلبیس ست، زیرا که بُت پرستان هرگز شفاعت را نمی دانند و نه در دل خود تصور می کنند.

﴿۶﴾ پس معنی شفاعت سفارش است و سفارش آنست که کسی مطلب کسی را از غیر خود بعرض و معروض ادا سازد. و بُت پرستان در وقت درخواست مطالب خود از بتان نمی فهمند و نمی گویند که سفارش ما بحضور پروردگار جل و علا نمائید و مطلب ما را از جناب اوتعالی برآید بلکه از بتان خود درخواست مطلب خود می کنند.

﴿۷﴾ و آنچه گفته است که هر چه مقصد شما از اهل قبورست بهمان قسم مقصد من هم از صورت کهنیا و کالکاست، نیز خطا در خطاست زیرا که ارواح را تعلق بآبدان خود که در قبر مدفون اند البته می باشد زیرا که مدت دراز درین بدن بوده اند، و این ها قبور معبودان را تعظیم نمی کنند بلکه از طرف خود صورت سنگ ها و درختان اختراع نموده قرار می دهند که صورت فلانی ست بے آنکه آنرا تعلق بآن ارواح باشد، و این قرار داد افتیرانی را هیچ اثر نیست، آری حاجت روائی بندگان خالق اکبر از راه رحمانیت خود می فرماید این هامة فهمند که از

طرفِ بتان ایس فائدہ حاصل شد، حق تعالیٰ کہ عالم الغیب و المخفیات ست حاجتِ بندگانِ خود مے داند و در زندگانی دنیا حاجتِ روانی منظور است از ہر طرف کہ خواهند مطلبِ ایشان را بایشان مے دہد، چنانچہ پدرِ مُشفیق حاجتِ پسرِ خود را کہ صغیر سن است مے داند و وقتیکہ از خدمتگار و دایۃ خود چیز مے طلبد او مے دہد حالانکہ خدمت گار و دایہ مقدور ندارد۔ همچنین است حالِ بتان بلکہ حالِ اہلِ قبور نیز موافقِ قاعدۃ اہلِ اسلام۔

﴿۸﴾ و آنچه مرقوم شدہ کہ پس ہر گاہ کہ جوازِ استمداد از اہلِ قبور ثابت شد بعضِ مسلمین ضعیف الاعتقاد از پرستشِ سیتلا و مسانی چگونہ باز خواهند آمد؟ پس فرق در میانِ استمداد از اہلِ قبور و پرستشِ سیتلا و مسانی بچند وجہ است۔

﴿۹﴾ اول آنکہ اہلِ قبور معلوم اند کہ صلحاء و بزرگانِ بودہ اند و سیتلا و مسانی موهوم محض اند و جودِ آن ہا معلوم نیست بلکہ ظاہراً خیالِ بندیِ این مردم است۔

﴿۱۰﴾ دوم ایس کہ سیتلا و مسانی بر تقدیرِ جودِ آن ہا از قبیلِ ارواحِ خبیثہ و شیاطین اند کہ کمر بر ایذائے خلق بستہ اند، ایس ہا را بارواحِ طیبۃ انبیاء و اولیاء چہ مناسبت۔

﴿۱۱﴾ سوم آن کہ استمداد از اہلِ قبور بطریقِ دعا ست کہ از جنابِ الہی عرض کردہ مطلب ما را بر آرند۔ و پرستشِ ایس چیز ہا بنابرِ اعتقادِ استقلال و قدرتِ اوست کہ کفر محض است۔

﴿ترجمہ﴾ ﴿۱﴾ اس سوال میں کئی جگہ اشتباہ واقع ہوا ہے ان جگہوں سے آگاہ ہو جانا چاہئے، اُس وقت بفضلِ الہی جواب و سوال بخوبی واضح ہو جائے گا:

﴿۲﴾ اول یہ کہ مدد چاہنا اور بات ہے اور پرستش کرنا دوسری بات ہے، عوامِ المسلمین خلافِ حکمِ شرع اہلِ قبور سے مدد چاہتے ہیں اور پرستش نہیں کرتے اور بت پرست مدد بھی چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں، پرستش یہ ہے کہ سجدہ کر کے یا طواف کر کے یا اس کا نام بطریقِ تکرُّب و رد کرے، یا ذبحِ جانور اس کے نام پر کرے، اپنے آپ کو فلاں کا بندہ کہے، اور جاہلِ مسلمانوں میں سے جو شخص اہلِ قبور کے ساتھ یہ عمل کرے فی الفور کافر ہو جاتا ہے اور مسلمانی سے نکل جاتا ہے۔

﴿۳﴾ سوم یہ کہ مدد چاہنا، اور عوامِ الناس اولیاء سے چاہتے ہیں کہ جنابِ الہی سے ہمارا فلاں مطلب طلب کریں، اسی قسم کی مدد زندہ و مردہ سے شرع میں جائز ہے۔

﴿۴﴾ دوم یہ کہ بالاستقلال جو چیز کہ خصوصیتِ جنابِ الہی سے رکھتی ہے مثلاً فرزند دینا یا بارش برسانا یا دفعِ امراض یا طولِ عمر اور مانند اس کے، بغیر اس کے کہ دعاء و سوال جنابِ الہی سے نیت میں منظور ہو کسی مخلوق سے درخواست کرے، یہ قسم حرامِ مطلق ہے، بلکہ کفر ہے، اگر کوئی

مسلمان اپنے مذہب کے اولیاء سے خواہ زندہ ہوں یا مردہ اس قسم کی مدد چاہے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، بخلاف بت پرستوں کے کہ وہ اس قسم کی مدد اپنے معبودانِ باطل سے چاہتے ہیں اور اس کو جائز شمار کرتے ہیں۔

﴿۵﴾ اور وہ جو بت پرست نے کہا کہ میں بتوں سے شفاعت چاہتا ہوں جیسے کہ تم پیغمبروں اور ولیوں سے شفاعت چاہتے ہو، پس اس کلام میں بھی دھوکا اور فریب ہے، کیونکہ بت پرست ہرگز شفاعت کو نہیں جانتے نہ اپنے دل میں اس کا تصور کر سکتے ہیں۔

﴿۶﴾ پس شفاعت کے معنی سفارش کے ہیں اور سفارش یہ ہے کہ کوئی غیر کے مطلب کو عرض و معروض کے ساتھ ادا کرے اور بت پرست اپنے مطالب کی درخواست کرتے وقت اتنا نہیں سمجھتے اور نہیں کہتے کہ ہماری سفارش پروردگار جل و علا کے حضور میں کر دو اور ہمارا مطلب جناب باری تعالیٰ سے پورا کر دو، بلکہ اپنے بتوں سے اپنے مطلب کی درخواست کرتے ہیں۔

﴿۷﴾ اور وہ جو کہا کہ جو کچھ تمہارا مطلب اہل قبور سے ہے اس قسم کا مقصد ہمارا کنہیا اور کالکا کی مورتی سے ہے، یہ بھی غلط درغلط ہے کیونکہ ارواح کو اپنے ان اجسام کے ساتھ جو قبروں میں مدفون ہیں ضرور تعلق ہوتا ہے کیونکہ وہ ان اجسام میں مدت دراز تک رہی ہیں، اور بت پرست معبودوں کی قبروں کی پرستش نہیں کرتے بلکہ اپنی طرف سے پتھر کی مورتیوں اور درختوں کو ایجاد کر کے یہ فیصلہ کر لیا کہ یہ فلاں کی صورت ہے بغیر اس کے کہ ان کو ارواح سے تعلق ہو، اور اس خود ساختہ جھوٹے فیصلے کا کوئی اثر نہیں، ہاں خالق اکبر اپنی رحمانیت کی راہ سے بندوں کی حاجت روائی کر دیتا ہے تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ فائدہ بتوں کی طرف سے حاصل ہوا ہے، حق تعالیٰ جو غیب اور مخفی امور کو جانتا ہے وہ اپنے بندوں کی حاجتوں کو سمجھتا ہے اور اس کو دنیا کی زندگانی میں ان کی حاجت روائی منظور ہے، خواہ کسی طرف سے استمداء کریں ان کی مراد ان کو دے دیتا ہے، جیسے کہ مشفق باپ اپنے چھوٹے بچے کی حاجت کو سمجھتا ہے اور جب وہ خدمت گار اور دایہ سے کچھ مانگتا ہے تو باپ اس کو دے دیتا ہے، حالانکہ خدمت گار اور دایہ قدرت نہیں رکھتے یہی حال ہے بتوں کا بلکہ اہل قبور کا حال بھی موافق قاعدہ اہل اسلام ہے۔

﴿۸﴾ اور وہ جو تحریر ہوا پس جب اہل قبور سے استمداد ثابت ہوئی تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان سینٹلا اور مسانی کی پرستش سے کیونکر باز آئیں گے؟ پس فرق درمیان استمداد اہل قبور اور پرستش سینٹلا اور مسانی کے چند وجہ سے ہے:

﴿۹﴾ اول یہ کہ اہل قبور کے متعلق معلوم ہے کہ وہ صلحاء اور بزرگانِ دین ہوئے ہیں اور سینٹلا و مسان موہوم محض ہیں ان کا وجود معلوم نہیں، بلکہ ظاہر ان لوگوں کی خیال آرائی ہے۔

﴿۱۰﴾ دوم یہ کہ سینٹلا و مسانی بالفرض اگر کوئی ہوں تو ارواحِ خبیثہ و شیطانی کے قبیل سے ہوں گے جنہوں نے لوگوں کی ایذا پر کمر باندھ رکھی ہے ان کو انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی ارواحِ طیبہ سے کیا نسبت؟

﴿۱۱﴾ سوم یہ کہ اہل قبور سے استمداد بطریق دعا ہے کہ جناب الہی سے عرض کر کے ہمارا مطلب برلائیں۔ اور ان چیزوں کی پرستش ان کے استقلال و قدرت اعتقاد کی بناء پر ہے جو کفر محض ہے۔

﴿۱۲﴾ اعترض غیر اللہ سے حاجتیں مانگنا ناجائز ہے، کیونکہ انبیاء و اولیاء یا بت وغیرہ خود عاجز اور محتاج ہیں اور وہ کچھ نہیں کر سکتے اور نہ

ہی ان کو کسی طرح کا اختیار ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ حج رکوع ۱۰ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لِلَّهِ إِنَّا لَنُخْلِقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمْ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

﴿ترجمہ﴾ لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اُس کو سنو جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ ہرگز نہیں پیدا کر سکتے ایک مکھی بھی اگرچہ اس کے لئے سب اکٹھے ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے اس کو چھڑا نہیں سکتے، کمزور ہے طالب بھی اور مطلوب بھی، انہوں نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی کہ چاہئے تھی، بے شک اللہ زور آور اور زبردست ہے۔

جواب..... اس آیت کو تو تسلل و استغاثہ کے عدم جواز سے دور کا بھی تعلق نہیں، انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے استمداد و یومیت باری تعالیٰ کی نفی نہیں ہے، اور جواز استمداد کے لئے یہ بھی ضرور نہیں کہ غیر اللہ مکھی بنانے پر قادر ہو، مکھی نہ بنا سکنے کی حجت تو اس پر قائم ہو سکتی ہے کہ جو انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو معاذ اللہ خالق و رازق سمجھے یہاں تو یہ اعتقاد ہے کہ یہ حضرات اللہ کے بندے اور اس کے محبوب و مقرب ہیں ان کی دعاء و سفارش ہم گناہ گاروں کو نجات دلا سکتی ہے اور ہماری مراد پوری کر سکتی ہے اور بس۔

﴿۹﴾ اعتراض..... اگر استعانت جائز ہوتی تو حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کہنے پر:

أَذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ. (سورہ یوسف)

میرا تذکرہ کیجئے اپنے آقا کے ہاں۔

کیوں سات برس تک اپنی حالت پر رکھا گیا۔

جواب..... یہ انبیاء علیہم السلام کے معاملات ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تمام مخلوقات پر برگزیدہ کیا ہے اسی طرح ان کے کام بھی دوسروں کی نسبت فوقیت رکھتے ہیں، نبی کے لئے یہی بہتر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو کسی بلا میں مبتلا کرے تو وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور طرف متوجہ نہ ہوں، خصوصاً جب مُسْتَعَاثٌ لہ کافر ہو تو اس وقت لحاظ چاہئے تاکہ کفار مطعون نہ کریں کہ اگر یہ حق پر ہوتے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہوتا تو یہ ہم سے کیوں استغاثہ کرتے۔ تفسیر مدارک میں لکھا ہے:

وَفِي الْحَدِيثِ رَجِمَ اللَّهُ أَخِي يُوسُفَ لَوْلَمْ يَقُلْ أَذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ لَمَالَيْتُ فِي السَّجْنِ سَبْعًا.

﴿ترجمہ﴾ اور حدیث شریف میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے بھائی یوسف پر اگر وہ یہ نہ کہتے کہ: أَذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ (میرے متعلق اپنے آقا کو یاد دہانی کر دینا) تو سات سال تک قید خانے میں نہ پڑے رہتے۔

اس موقع پر علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے گویا ہمارے معترض صاحب کی تسلی کر دی:

فَإِنَّ الْإِسْتِعَانَةَ بِالْمَخْلُوقِ فِي دَفْعِ الضَّرِّ جَائِزٌ إِلَّا أَنَّهُ لَمَّا كَانَ مَقَامُ يُوسُفَ أَعْلَى الْمَقَامَاتِ وَرُتْبَتُهُ أَشْرَفَ الْمَرَاتِبِ وَهِيَ مَنْصِبُ النُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ لَا جَرَمَ صَارَ يُوسُفُ مُوَاخِذًا بِهَذَا الْقَدْرِ فَإِنَّ حَسَنَاتِ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتِ

﴿ترجمہ﴾ کیونکہ مخلوق کے ساتھ استِغانت دفع مصائب میں جائز ہے، مگر چونکہ یوسف علیہ السلام کا مقام تمام مقامات سے اعلیٰ اور ان کا رتبہ تمام مراتب سے برتر تھا جو نبوت و رسالت کا منصب ہے اس لئے یوسف علیہ السلام پر اتنے سے قصور سے مواخذہ ہوا کیونکہ اُردار کی نیکیاں بھی مقربین کے لئے بمنزلہ گناہ ہیں۔

دیکھئے! معترض نے حضرت یوسف علیہ السلام کا استِغانت بغیر اللہ کے قابلِ عتاب ہونے سے کافہ خلق کے لئے استِغانت کے عدم جواز پر استِزلال کیا تھا تو علامہ خازن شافعی علیہ الرحمہ کے مذکورہ قول سے یہ جواب نکلتا ہے کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہی کی خصوصیت تھی ورنہ عوام کے لئے استِغانت مطلق جائز ہے۔

﴿۱۰﴾ اعتراض..... چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہو سکتا اس لئے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی پرستش کرنا اور ان سے حاجتیں مانگنا جائز ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ کہف رکوع ۱۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿الْحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ ذُنُوبِي آلِيَاءَ إِنَّا أَخَذْنَا بِهِمْ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا﴾

﴿ترجمہ﴾ تو کیا گمان کیا ہے کافروں نے کہ کارساز (حمایتی) بنا لیا میرے بندوں کو میرے سوا (یہ کچھ نفع دے گا) ہم نے تیار کر رکھی ہے دوزخ کافروں کی مہمانی کے لئے۔

﴿جواب﴾ اول تو یہ آیت کفار کے باطل معبودوں کے حق میں نازل ہوئی ہے، لہذا اس کو انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام پر چسپاں کرنا سراسر جہالت ہے، دوم اگر اس کو عام حکم سمجھ کر استِزلال کیا جائے تو بھی ان کو کوئی مسلمان حمایتی نہیں جانتا بلکہ ان سے توسل اور استِغاثہ کرتا ہے۔

﴿۱۱﴾ اعتراض..... بعض لوگ آیت:

﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

سے استدلال کرتے ہیں کہ غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونا شرک ہے چہ جائے کہ مدد طلب کرنا؟

﴿جواب﴾ اس آیت سے یہ مطلب سمجھنا سراسر جہالت ہے، اس آیت کو تو اس مقام سے کوئی علاقہ ہی نہیں ہے، اس میں توجہ بقصد عبادت کا ذکر ہے کہ میں اپنی عبادت سے اسی کا قصد کرتا ہوں جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا نہ یہ کہ مطلق توجہ کا جس میں انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے استِغانت بھی داخل ہو سکے، چنانچہ اس آیت کی تفسیر جلالین میں یوں لکھی ہے:

قَالُوا لَهُ مَا تَعْبُدُ؟ قَالَ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ قَصْدًا بَعْدَ دِينِي.

﴿ترجمہ﴾ کافروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تم کس کو پوجتے ہو؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنی عبادت سے اس کا قصد کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین بنائے۔

آیت میں اگر مطلق توجہ مراد ہو تو کسی کی طرف منہ کر کے باتیں کرنا بھی شرک ہو، حتیٰ کہ نماز میں قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بھی

شرک ہو، کیونکہ قبلہ بھی غیر خدا ہے، خدا نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم:

﴿حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾

﴿ترجمہ﴾ جہاں کہیں ہو اپنا منہ قبلہ کی طرف کرو۔

(معاذ اللہ) شرک ٹھہرے۔

﴿۱۲﴾ اعتراض..... اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران رکوع ۱۳ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾

﴿ترجمہ﴾ تیرا اختیار اس کام میں کچھ نہیں، چاہے ان کو اللہ توبہ نصیب کرے یا ان کو سزا دے کیونکہ وہ ناحق پر ہیں۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قسم کا اختیار نہیں ہے، پس جب اختیار نہ ہوا تو تو شل بھی ناجائز

ہوا؟

﴿جواب﴾ اس آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے چنانچہ:

﴿۱﴾ بعض کہتے ہیں کہ ماہ صفر ہجری ۴ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر صحابہ کو جو قراء سے تھے بامارت منذر بن عمرو رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اہل یرمعونہ کی طرف بھیجا تا کہ ان لوگوں کو قرآن شریف کی تعلیم کریں اور علم سکھائیں، عامر بن طفیل نے سب کو شہید کیا، اس حادثہ

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا رنج ہوا، ایک مہینے تک ہر نماز میں آپ نے دعائے قنوت پڑھی اور اس قبیلے پر لعنت فرماتے رہے،

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿۲﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احد میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہوئے اور

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک میں زخم پہنچا جس سے خون جاری ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”کیونکر ایسی قوم کو فلاح

ہوگی جس نے اپنے نبی کے سر کو زخمی کیا اور اپنے نبی کے دانت کو توڑا“ اور آپ نے کفار کے لئے بددعا کی اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

نازل فرمائی۔

ان دونوں صورتوں میں اس آیت کے تو شل واستغاثہ کی کسی قسم کی نفی نہیں پائی جاتی اس لئے کہ اس آیت میں بددعا کی ممانعت ہے

نہ جواز تو شل واستغاثہ کی۔

﴿۱۳﴾ اعتراض.....

عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ إِنِّي

أَعَلِمُكَ كَلِمَاتٍ إِحْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، إِحْفَظِ اللَّهَ تَجْزِهِ تَجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ

بِاللَّهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ كَتَبَ اللَّهُ لَكَ وَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَى

أَنْ يَضُرَّوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ (رَوَاهُ تِرْمِذِي) ۱

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے! یاد رکھ اللہ تعالیٰ کو، تو وہ تجھ کو یاد رکھے گا، یاد رکھ اللہ کو کہ تو اس کو اپنے زور و پائے گا، اور جب تو کچھ مانگنا چاہے تو اللہ تعالیٰ سے مانگ، اور جب مدد چاہے تو اللہ سے چاہ، اور یاد رکھ کہ اگر سب لوگ اکٹھے ہو جائیں اس پر کہ کچھ فائدہ پہنچائیں تجھ کو تو فائدہ نہ پہنچا سکیں گے مگر جتنا کہ اللہ نے تیرے حق میں لکھ دیا ہے، اور اگر اکٹھے ہو جائیں اس پر کہ نقصان پہنچائیں تجھ کو تو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے مگر وہی کہ لکھ دیا ہے اللہ نے تجھ پر، اٹھائے گئے قلم اور سوکھ گئے کاغذ۔

اس حدیث شریف سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ سے استغاثہ کرنا جائز نہیں ہے۔

﴿جواب﴾ یہ حدیث شریف تو کُل پر مبنی ہے، تو کُل کی شان یہی ہے کہ تمامی اسباب سے قطع نظر کر کے خدا ہی کا ہو رہے، تو کُل کہتے ہیں اعتمادِ قلب کو جو اللہ تعالیٰ پر پورے طور سے ہو جس سے قلب میں اضطراب کا نام نہ ہو، متوکلین کے مراتب ہیں بعض:

كَأَلَمِيتٍ فِي يَدِ الْغَسَّالِ (یعنی مثل میت کے ہوتے ہیں۔)

غسل دینے والا مردے کو جس طرح چاہتا ہے اُلٹتا ہے مگر مردہ کسی طرح غسل دینے والے سے معترض نہیں ہوتا، اسی طرح متوکلین ہر امر میں صابر و شاکر رہتے ہیں جو امر مشیت سے صادر ہوتا ہے اس پر شکایت نہیں کرتے، بعض کا حال غلام کا سا ہوتا ہے کہ وہ جس طرح اپنے مولا کے مال میں بجز حکم کے دست اندازی نہیں کرتا یہ بھی بجز حکم خداوندی کسی کام میں اپنے آپ کو دخل نہیں سمجھتے، بعض کا حال بیٹے کا سا ہوتا ہے کہ وہ باپ کی اجازت لے کر مال میں ہاتھ لگاتا ہے، یہ بھی ہر کام میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے محتاج خیال کرتے ہیں، بعض کا حال وکیل کا سا ہوتا ہے کہ وہ بجز اجازت موکل کے مال میں تصرف نہیں کر سکتے، اسی طرح یہ بھی بجز اجازت باری تعالیٰ کے کسی کام میں تصرف جائز نہیں سمجھتے۔

جو تو کُل کہ مشروع ہے اس میں اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ وہ حدِ مشروع سے بڑھ نہ جائے، تو کُل اسی قدر چاہئے جس کی شارع نے اجازت دی ہے، اگر کوئی شخص بھوکا ہو تو اسے یہ خیال کرنا نہ چاہئے کہ کھانا خلافِ تو کُل ہے، اگر وہ سمجھے گا تو بے شک شرع کے خلاف ہوگا، تو کُل حقیقی کسی انسان سے ہو نہیں سکتا جو شخص عالمِ اسباب میں موجود ہے وہ خواہ مخواہ کسی چیز کا محتاج ہوگا، کوئی شخص جب تک محتاج الیہ کو حاصل نہ کرے زندہ نہیں رہ سکتا، البتہ تو کُل حقیقی معدومات کی شاخ ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحاتِ مکیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

أَلْتَوَكَّلُ مَشْرُوعٌ فَيَنَالُ الْحَدَّ الْمَشْرُوعَ مِنْهُ، وَالتَّوَكُّلُ الْحَقِيقِيُّ غَيْرُ وَاقِعٍ مِنَ الْكَوْنِ فِي حَالٍ وَجُودِهِ. ۲

﴿ترجمہ﴾ تو کُل مشروع ہے، پھر جس قدر مشروع ہے وہیں تک تو کُل کرنا چاہئے اور تو کُل حقیقی انسان سے جب تک وہ موجود ہے

۱۔ ترمذی، رقم الحدیث ۲۵۱۶۔

۲۔ فتوحاتِ مکیہ، جلد ۲، صفحہ ۲۰۱، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

پایا نہیں جاتا۔

میرا خیال تو یہ ہے کہ معدومات محض میں بھی تو کُل حقیقی نہیں پایا جاتا اس لئے کہ تو کُل اعتماد قلبی کو کہتے ہیں اور معدومات میں قلب نہیں ہوتا۔ اس حدیث شریف سے نفسِ استعانت کی ممانعت نہیں پائی جاتی، کیونکہ تو کُل کا مقتضی یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ مانگا جائے۔

اگر عالم اسباب میں غیر متوکلین آپس میں استعانت و تو کُل کو چھوڑ دیں تو دنیا کا کام بند ہو جائے، لڑکا بھوک سے تڑپتا رہے مگر ماں دودھ نہ پلائے، آدمی بھوک سے بے چین ہو مگر کھانا نہ کھائے، علیل کی بیماری سے حالت نازک ہو مگر دوا نہ کرے، حج کا عزم ہو مگر جہاز پر سوار نہ ہو، رسی ڈول کے ذریعے کنوئیں سے پانی نہ نکالے پس جس طرح یہ جائز ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے استمداد و استعانت جائز ہے۔

یہ بات قابل تسلیم نہیں کہ عدم تو کُل سے اکثر اوقات شرک فی التصرف لازم آتا ہے، ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ تو کُل عمدہ چیز ہے جس کا ثواب خاص متوکل کو ملتا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

لَوْ اَنَّكُمْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقْكُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْا خِمَاصًا وَتَرُوْخُ بِطَانًا (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهٗ)
﴿ترجمہ﴾ اگر اللہ تعالیٰ پر تم لوگ اچھی طرح تو کُل کرتے تو وہ تم لوگوں کو چڑیوں کی سی روزی دیتا صبح کو وہ بھوکے رہتے ہیں شام کو سیر ہوتے ہیں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ دنیا میں ایسے متوکل شاید ایک دو نکلیں تو نکلیں، نہیں تو اکثر اشخاص کی نظر عالم اسباب پر ہے، کوئی نوکری سے اوقات بسر کرتا ہے، کوئی تجارت سے فائدہ اٹھاتا ہے، کوئی زراعت سے غلہ فراہم کرتا ہے، اس سے مسلمان مشرک نہیں ہو سکتا۔

اگر عدم تو کُل سے شرک فی التصرف ناشی ہونا تسلیم کیا جائے تو یہ آیت:

﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی﴾

﴿ترجمہ﴾ نیکی اور پرہیز پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

کے منافی ہے، اس لئے کہ اگر استعانت شرک ہے تو پھر اعانت کا حکم کیوں ہوا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے:

﴿مَنْ اَنْصَارَنِیْ اِلٰی اللّٰهِ﴾

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

اَللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا دَامَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ الْمُسْلِمِ۔

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرْبِ الْآخِرَةِ.

﴿ترجمہ﴾ جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرے اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی مصیبت کو دور کرتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَأْخُذْهُ النَّوْمُ لَيْلَةَ مَنَ اللَّيَالِي وَكَانَ يَطْلُبُ مَنْ يَحْرُسُهُ

حَتَّى جَاءَ سَعْدٌ فَسَمِعْتُ عَطِيطَةً. (کشف)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک رات نیند نہ آئی اور ایسے

شخص کو ڈھونڈتے جو پہرہ دے، پھر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہرہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام سے سوئے، آپ کے سینے کی آواز ہم

نے سنی۔ (کشف)

اگر امور غیر اختیاریہ میں استِعتان سے بدرجہ اولیٰ شرک فی التصرف لازم آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھے کو

استِعتان کا طریقہ کیوں سکھلاتے، حالانکہ آپ نے تو کُل کا مضمون اس کو پہلے سمجھا دیا تھا۔

﴿۱۴﴾ اعتراض..... حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

عَنْ عِبَادَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَوْمُوا نَسْتَعِثُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هَذَا الْمُنَافِقِ،

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَا يُسْتَعَاثُ بِبَلٍ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ. (طبرانی، معجم کبیر)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اٹھو ہم اس منافق کی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس فریاد کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس فریاد نہیں کی جاتی ہے بلکہ اللہ عز

وجل کی درگاہ میں۔

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ استِعتاش مجھ سے نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے کرنا چاہئے تو اس سے

صاف معلوم ہوتا ہے کہ استِعتاش بغیر اللہ ناجائز ہے۔

﴿جواب اول﴾ اس حدیث کی اسناد میں عبد اللہ بن لیعہ ہے وہ مجروح ہے اس لئے قابلِ حجت نہیں ہے۔

﴿جواب دوم﴾ جب منافقین پر مسلمان کے احکام نافذ ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اومان کے ساتھی ایک منافق کی

نسبت یہ چاہتے تھے کہ یہ قتل کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ اس مقدمے میں ہمارا کیا اختیار ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم یونہی

ہے، تم اللہ تعالیٰ سے استِعتاش کرو، اس صورت میں لَا يُسْتَعَاثُ بِبَلٍ کے معنی لَا يُسْتَعَاثُ فِي هَذَا الْأَمْرِ ہے۔

﴿جواب سوم﴾ یہ حقیقت پر مبنی ہے، اس لئے فی الواقعہ اصل مستغاث اللہ تعالیٰ ہے احادیث میں اکثر حقیقتِ امر کا بیان ہوتا ہے اور قرآن

مجید میں اضافتِ فعل کی مکتسب کی طرف ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

لَمْ يَدْخُلْ أَحَدًا مِنْكُمْ الْجَنَّةَ عَمَلُهُ.

﴿ترجمہ﴾ تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہ کر سکے گا۔

اور اللہ تعالیٰ سورہ نمل رکوع ۴ میں فرماتا ہے:

﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

﴿ترجمہ﴾ تم لوگ اپنے عملوں کی بدولت داخل جنت ہو جاؤ۔

اگر نفس استغاثہ نامشروع ہوتا تو امام یا قاضی کے تقرر کی ضرورت کیوں ہوتی، حدود و تعزیرات کے احکام قرآن مجید یا احادیث شریفہ میں کیوں بیان کئے جاتے۔

﴿۱۵﴾ اعتراض..... اللہ تعالیٰ سورہ یونس رکوع ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْصُرُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ يَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَاِعِنَدُ اللَّهِ قُلِ اتَّبِعُوا اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ وَسُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسی چیز کو جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ نفع پہنچا سکتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے ہاں، کہہ دے کیا تم اللہ کو جتاتے ہو جو وہ نہیں جانتا کہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک ہے اور برتر ہے اس سے جو یہ شریک ٹھہرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام زمین و آسمان میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں کہ اس کو مانا جائے اور پکارا جائے جس سے کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے بلکہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی سفارش اللہ کے اختیار میں ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی سمجھ کر پکارے تو وہ مشرک ہے؟

﴿جواب﴾ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی سفارش بے شک اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، مگر اس سے پکارنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اجازت پائی جاتی ہے کہ اس صورت میں ان کو پکارنا چاہئے کہ وہ سفارش کر سکیں، اس کی مثال یوں ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو تو اسے ایسی دوا کا استعمال کرنا چاہئے جسے اللہ تعالیٰ نے اس مرض کا دافع بنایا ہے تاکہ اس کے استعمال سے وہ اپنی تاثیر دکھائے مرض دوا کی تاثیر سے زائل ہو، مریض کو یہ نہ چاہئے کہ اس خیال سے دوا چھوڑ دے کہ اس کی تاثیر اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، کھانے پانی کا بھی یہی حال ہے، بھوکے پیاسے پر لازم ہے کہ بھوک پیاس کی حالت میں کھانا کھائے، پانی پیے، اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے جس طرح ضرورت میں دوا کا استعمال کیا جاتا ہے، کھانا کھاتے اور پانی پیتے ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو پکارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سورہ مریم رکوع ۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا﴾

﴿ترجمہ﴾ وہ (گناہ گار) نہ اختیار رکھیں گے سفارش کا مگر ہاں جس نے رحمان سے قرار لیا ہے۔

عہد کہتے ہیں کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کو، تو مطلب یہ ہوا کہ سوائے مومنوں کے کوئی شفاعت کا مالک نہ ہوگا، پس شفاعت کا مومن سے طلب کرنا اسی طور سے جائز ہوگا جیسے مالدار سے مال کا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

الْمُرَادُ لَا يَمْلِكُ غَيْرُهُمْ أَنْ يَشْفَعُوا لَهُمْ ذَلِكَ الْآيَةُ عَلَى حُصُولِ الشَّفَاعَةِ لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ.

﴿ترجمہ﴾ یعنی سوائے مومنین کے کوئی شخص ان کی شفاعت نہیں کر سکتا اس آیت سے یہ بات بھی سمجھی گئی کہ اہل کبائر کے لئے شفاعت ہوگی۔

﴿۱۶﴾ اعتراض..... بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیدائش سے پہلے شفاعت کس طرح کر سکتے ہیں، لہذا توسل و تشفع کا اطلاق کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

﴿جواب﴾ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ خود شفاعت فرما سکتے تھے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال تو توسل آپ کے قبل خلقت کے اسی طرح صحیح ہے جیسے بعد خلقت کے، کلیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال تو توسل ایسے شخص کے جائز ہے جس کی نسبت یہ یقین کیا جاتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عالی مرتبہ رکھتا ہے عادتِ مستمرہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا مرتبہ کسی کے نزدیک ایسا ہو کہ اس کی شفاعت مقبول ہوتی ہو تو اس کی غیبت میں اگر اس کا توسل کیا جاتا ہے تو بلحاظ اس کی وقعت و عزت کے شفاعت مقبول ہوتی ہے گو وہ شخص اُس وقت نہ خود حاضر ہو اور نہ اس وقت شفاعت کرتا ہو، تا آن کہ کبھی محبوب کا ذکر، یا کسی عظیم امر کا ذکر، کبھی اعمالِ صالحہ کا ذکر باعثِ شفاعت ہوتا ہے۔ ادعیہ ماثورہ میں ہے:

أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ لَكَ وَ أَسْأَلُكَ بِأَسْمَائِكَ الْحُسْنَى وَ أَسْأَلُكَ بِأَنَّ اللَّهَ عَنِ اعْوُذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَ بِكَ مِنْكَ.

﴿ترجمہ﴾ الہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تو توسل تیرے ہر اسم کے، اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تو توسل تیرے اسمائے حسنی کے، اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس واسیلے سے کہ تو اللہ ہے، اور میں تیری خوشنودی کے واسیلے سے تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں اور تیرے عفو کے واسیلے سے تیرے عذاب سے اور تیرے واسیلے سے تجھ سے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

مَوْطِنِ أَوَّلِ كِتَابِ بَرُوحٍ مَقْدَسٍ أَوْسَتْ بِشِئْنِ أَرْبَابِ خَلْعَتِ جِسْمَانِيَّتِ مَخْصُوصَ بِهِ جَنَابِ أَوْسَتْ وَ هِيْچِ يَكْرِى رَا از انبياء و اولياء درين متقبتِ عظمى با وِے مشاركتِے و مُساهمتِے نيست و عدمِ ورودِ نصِ در غيرِ آن حضرت درين بابِ كافى است۔

﴿ترجمہ﴾ پہلا مقام کہ آپ کی روح مقدس سے اس کے خلعتِ جسمانیٹ پہننے سے پہلے تو تسل کیا جاتا ہے، وہ مخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ ہے اور کوئی نبی، ولی اس منقبتِ عظمیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک و شامل نہیں ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور کے حق میں نص وارد نہ ہونا اس بارہ میں کافی ہے۔

﴿۱۷﴾ اعتراض.....

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَغْرَابِيٌّ فَقَالَ جِهَدْتَ الْإِنْفُسَ وَضَاعَتِ الْعِيَالُ وَنَهَكْتَ الْأَمْوَالَ فَاسْتَسْقَى اللَّهَ لَنَا فَإِنَّا نَسْتَشْفَعُ بِكَ عَلَى اللَّهِ وَنَسْتَشْفَعُ بِاللَّهِ عَلَيْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللَّهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ، فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ مَتَى عُرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ وَيَحْكُ إِنَّهُ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللَّهِ عَلَى أَحَدٍ شَأْنُ اللَّهِ أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ وَيَحْكُ أَتَذَرُنِي مَا لِلَّهِ إِنَّ عَرْشَهُ عَلَى سَمَوَاتِهِ لَهَكَذَا وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَيَنْطُ بِهِ أَطْيَطُ الرَّحْلُ بِالرَّاكِبِ . (رَوَاهُ أَبُو ذَاوُدَ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک گنوار آیا اور کہنے لگا کہ جانیں سختی میں پڑ گئیں اور کنبے بھوکے مرتے ہیں اور مویشی مر گئے، لہذا اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش مانگئے، کیونکہ ہم اللہ کے پاس تمہاری سفارش چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ، سبحان اللہ، یعنی پاک ہے اللہ، پاک ہے اللہ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے رہے کہ اس کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے چہروں سے معلوم ہونے لگا، پھر فرمایا: کہ کیا بے وقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے سفارش نہیں کرتا، اس کی شان اس سے بہت بڑی ہے، کیا بے وقوف ہے تو جانتا ہے کیا چیز ہے اللہ؟ بے شک اس کا تخت (عرش) اُس کے آسمانوں پر اسی طرح سے ہے اور اپنی انگلیوں سے بتلایا کہ قبہ کی طرح، اور بے شک وہ اس سے چڑچڑ بولتا ہے جیسے اونٹ کا کجاوہ سوار کے بوجھ سے بولے۔

یعنی تمام زمین و آسمان کو اس کا عرش مجید گنبد کی طرح گھیر رہا ہے اور باوجود اس بڑائی کے اس شہنشاہ کی عظمت نہیں تھام سکتا بلکہ اس کی عظمت سے چڑچڑ بولتا ہے، سو کسی مخلوق کی کیا طاقت کہ اس کی عظمت اور بڑائی بیان کر کے اور اس کے ذمہ کسی کام کا مختار بن کے سفارش کرے۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ بارگاہِ حق میں کسی سفارشی کی سفارش نہیں چلتی۔

﴿جواب﴾ اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی نبی، ولی شفاعت نہیں کر سکتا، بلکہ اس میں صرف اس بات کی نفی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ خود کسی نبی و مرسل کے پاس سفارش کرے، اسی لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَيَحْكُ إِنَّهُ لَا يُشْفَعُ بِاللَّهِ عَلَى أَحَدٍ۔

اے احمق! اللہ کو کسی بندے کی طرف سفارش کے لئے نہیں لے جاتے۔

اس کی شان اس سے کہیں برتر ہے، اسی بناء پر آگے اللہ تعالیٰ کی برتری و بزرگی کا نقشہ کھینچ کر دکھایا، پس اس حدیث شریف میں شفاعت کے جواز کی نفی نہیں بلکہ انحرابی کی غلط فہمی کو جو اس کو خداوند تعالیٰ کی عظمت کے متعلق تھی رفع فرمایا ہے۔ طبی میں ہے:

مَنْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْتَشْفَعَ بِاللَّهِ عَلَى أَحَدٍ.

﴿ترجمہ﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی نفی کی کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی طرف سفارشی بنایا جائے۔

﴿۱۸﴾ اعتراض.....

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَابَتَهُ فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِي كَعْبِ ابْنِ لُؤَيٍّ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقَالَ فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَيَا بَنِي مُرَّةِ بْنِ كَعْبِ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَيَا بَنِي هَاشِمِ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَيَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَيَا فَاطِمَةُ أَنْقِذِي نَفْسَكَ مِنَ النَّارِ سَلِّبْنِي مَا شِئْتُ مِنْ مَالِي فَإِنِّي لَا أُغْنِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالْمُسْلِمُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (کہ ڈرا تو اپنی برادری کو جو تجھ سے رشتہ رکھتے ہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں کو پکارا اکٹھا بھی اور جدا جدا بھی، پھر فرمایا: اے بنی کعب بن لوی! تم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، کیونکہ میں کچھ نہیں اختیار رکھتا اللہ کے ہاں، یا یوں فرمایا: کہ میں اللہ کے ہاں تمہارے کچھ کام آنے کا نہیں۔ اور اے بنی عبد شمس! تم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، کیونکہ میں اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اور اے بنی عبد مناف! تم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، کیونکہ میں اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اور اے بنی ہاشم! تم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، کیونکہ میں اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اور اے فاطمہ! تو اپنی جان کو آگ سے بچا، مجھ سے جتنا چاہے مانگ لے میرا مال میں تیرے کچھ کام نہیں آؤں گا اللہ کے ہاں، یعنی میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو بخل نہیں ہے، رہا اللہ کا معاملہ وہ میرے اختیار سے باہر ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کی فقط قرابت اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آتی، جب تک معاملہ اللہ ہی سے صاف نہ کرے۔

﴿جواب﴾ یہ حدیث انکار تو تسل اور تشعشع کی دلیل نہیں ہو سکتی، دیکھئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو کفر و شرک سے بچانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خطاب کر کے فرمایا:

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ الْمُعَذِّبِينَ﴾ (سورۃ شعراء رکوع ۱۱)

یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ پکاریں ورنہ آپ عذاب پانے والوں سے ہوں گے۔

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرک و کفر کا صدور محالات سے تھا، پھر اس آیت سے اصل مقصود کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ تمام مُکَلَّفین اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ شرک بہت بڑی چیز ہے اس سے بچنا چاہئے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع کئے گئے ہیں جن سے شرک کا صدور محال تھا تو دوسرے لوگوں کو اس سے بچنے کی کس قدر ممانعت ہوگی۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل قرابت سے ایک ایک کو پکار کے سمجھایا کہ تم لوگ شرک و کفر سے بچو اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، ہماری قرابت پر بھروسہ نہ کرو ہم اُس عذاب کو تم لوگوں سے دفع نہیں کر سکتے جن سے اللہ تعالیٰ کا ارادہ متعلق ہوگا۔

جب آیت اور حدیث کا یہ مطلب ہوا تو اس سے یہ امر کہاں سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی شفاعت قیامت کے دن نہ کریں گے یا تو سُلِّ واستغاثہ آپ سے یا کسی نبی یا کسی ولی سے ممنوع یا حرام ہے۔

﴿۱۹﴾ اعتراض..... صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ.

﴿ترجمہ﴾ جب آدمی مرتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے لیکن تین آدمیوں کا عمل منقطع نہیں ہوتا، ایک تو ایسے شخص کا جس نے صدقہ جاریہ دیا ہو، دوسرے ایسے عالم کا جس نے دین کی کتاب تصنیف کی ہو، یا شاگردوں کو دین کی کتابیں پڑھائی ہوں، تیسرے ایسے باپ کا جس نے نیک بیٹا چھوڑا ہو اور وہ بیٹا اپنے باپ کے لئے دعا کرتا ہو۔

غرضیکہ کوئی ایسا کام کیا ہو جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں دین کے کاموں میں یا دنیا کے نیک کاموں میں۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اموات کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، وہ اپنے لئے نفع و ضرر کے مالک نہیں ہوتے تو مستغیث کو کیونکر نفع پہنچائیں گے؟

﴿جواب﴾ یہ استدلال سراسر غلط ہے، کیونکہ حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ موت کے بعد بعض اعمال جن پر ثواب کے ثمرات مرتب ہوتے ہیں ان کے ثمرات منقطع ہو جاتے ہیں، بعض اعمال کے ثواب منقطع نہیں ہوتے، روزہ، نماز اور حج یہ ایسے اعمال ہیں کہ ان کے ثمرات منقطع ہو جاتے ہیں، یعنی جب آدمی مر جاتا ہے تو ان کا ثواب ملتا ہے مگر ثواب کی تجدید نہیں ہوتی، اور نہ اس میں نمو ہوتا ہے، جیسے ان امور ثلاثہ میں تجدید ہوتی رہتی ہے، اس لئے کہ وہ شخص ان اشیاء ثلاثہ کا سبب تھا۔ (شرح مسلم از امام نووی)

﴿۲۰﴾ اعتراض.....

اللہ تعالیٰ سورۃ النحل رکوع ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُقُولُونَ آمَوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ

﴿ترجمہ﴾ اور خدا کے سوا جن بتوں کو پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ وہ خود بنائے جاتے ہیں، مردے ہیں جن میں جان نہیں اور اتنی بھی خبر نہیں کہ کب اٹھ کھڑے کئے جائیں گے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مردہ بزرگوں سے حاجتیں مانگنی نہیں چاہیں کیونکہ وہ خود اپنے مرنے جینے میں کسی اور کے محتاج ہیں لہذا وہ دوسرے کی کیا مدد کریں گے؟

﴿جواب﴾ جوازِ توسّل و استغاثہ کے لئے یہ ضرور نہیں کہ مستغاث منہ اپنے جینے مرنے پر خود قادر ہو اور نہ اس قسم کی در ماندگی مانع شفاعت ہو سکتی ہے۔ اگر يَذْعُوْنَ کے معنی يَعْزُدُوْنَ ہیں تو اس آیت کا مَانَحُنْ فِيْهِ سے تعلق نہ رہا، ہاں اگر يَذْعُوْنَ کے حقیقی معنی لئے جائیں تو مقصود یہی ہوگا کہ مستغاث منہ کو معبود و حاجت روا سمجھ کے پکارنا نامشروع ہے، یہ صورتِ توسّل اور استغاثہ کی نہیں ہے، اگر فرض کر لیا جائے کہ اس آیت میں جُؤں سے توسّل و استغاثہ کی نامشروعیت بیان کی گئی ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ بے شک جُؤں سے توسّل و استغاثہ نامشروع ہے مگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے جائز ہے، جیسا کہ نا شاہ عبدالعزیز نے اپنے فتاویٰ میں تحریر کیا ہے۔ واقعی انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کا ایسا پایہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں شفاعت کر سکتے ہیں۔

استعانت کا صحیح مفہوم:

آیت اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں استعانتِ حقیقی کا اللہ تعالیٰ میں حصر ہے نہ مطلق کا۔ اور بلاشبہ حقیقت ان امور بلکہ ہر کمال بلکہ وجود و ہستی کی خاص بجنابِ باری تعالیٰ ہے۔ استعانتِ حقیقیہ یہ ہے کہ اُسے قادر بالذات و مالک مستقل غنی اور بے نیاز جانے کہ بے عطائے الہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے۔ اس معنی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اس معنی کا قصد کرتا ہے، بلکہ واسطہ وصول فیض، ذریعہ وسیلہ قضائے حاجات جانتا ہے اور یہ بالکل حق ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾

یعنی اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

بایں معنی استعانت بالغیر اس حصرِ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے ہرگز منافی نہیں۔ جس طرح وجودِ حقیقی کو خود اپنی ذات سے بغیر کسی کے پیدا کئے موجود ہونا خاص بجنابِ الہی ہے۔ اسی طرح اس کے سبب دوسرے کو موجود کہنا شرک نہیں ہو سکتا جب تک وہی وجودِ حقیقی مراد نہ لی جائے۔

یونہی علمِ حقیقی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور تعلیمِ حقیقی کہ بذاتِ خود بے حاجت بدیگرے القائے علم کرے اللہ تعالیٰ سے خاص ہیں۔ پھر دوسرے کو عالم کہنا اور اس سے طلبِ علم کرنا شرک نہیں ہو سکتا جب تک وہی معنی اصلی مقصود نہ ہوں۔

بعض ارواح کو عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے پھر جس طرح عالم حیات میں اُن سے استمداد منہی عنہ نہ تھا مرنے کے بعد بھی ناجائز نہ ہوگا، بلکہ اس حالت میں بدرجہ اولیٰ درست سمجھا جائے گا۔ امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات کی دوسری جلد مکتوب / ۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

ہر گاہ جنیاں رابقتدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند، ارواح گمّل راہ گر ایں قدرت عطاء فرمایند چہ محلّ تعجب است و چہ احتیاج ببدن دیگر، ازیں قبیل ست آنچہ از بعضے اولیاء نقل مے کنند کہ دریک آن در امکانہ متعدد حاضر مے گردند و افعال متباینہ بوقوع مے آرند ایں جانیز لطائف ایشاں متجسّد باجساد مختلفہ اند و متشکل باشکال متباینہ مے گردند الخ۔

﴿ترجمہ﴾ جن جو مختلف شکلیں بن جاتے ہیں اور مختلف جسموں میں مجسم ہو جاتے ہیں، اُس وقت ان سے اعمال عجیبہ جو ان شکلوں اور جسدوں کے مناسب ہیں ظہور میں آتے ہیں، ان میں کوئی نسخ اور حلول نہیں۔ جب جنوں کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس قسم کی طاقت حاصل ہے کہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہو کر عجیب و غریب کام کریں تو اگر کالمین کی ارواح کو یہ طاقت اللہ تعالیٰ بخش دے تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ اسی قسم کی وہ حکایتیں ہیں جو بعض اولیاء کرام سے نقل کرتے ہیں کہ ایک ساعت میں مختلف مکانوں میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام ان سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ یہاں یہ بھی ان کے لطائف مختلف جسدوں میں مجسم ہو کر مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں۔

﴿۲۱﴾ اعتراض..... اللہ تعالیٰ سورہ مریم کے چھٹے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتَى الرَّحْمَنِ عَبْدًا، لَقَدْ أَخْصَحْنَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا، وَكُلُّهُمْ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا﴾

﴿ترجمہ﴾ جتنی مخلوق آسمان اور زمین میں ہے سبھی رحمن کے حضور میں حاضر ہوگی غلام (عبد) بن کر اللہ نے ان کو گھیر رکھا ہے اور رکن رکھی ہے ان کی گنتی اور ان میں سے ہر ایک اس کے سامنے آئے گا قیامت کے دن تنہا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے اعمال کے متعلق تنہا حاضر ہو کر جواب دہ ہونا پڑے گا کوئی شفیع، مستغاث منہ اس کے ساتھ نہ ہوگا، پس کسی سے استغاثہ و استمداد اور تشفع و توسّل کرنا کیا مفید ہوگا؟

﴿جواب﴾ اس آیت میں استغاثہ و تشفع و توسّل کے غیر مفید ہونے کا کوئی اشارہ نہیں ہے، فردا سے یہ مراد نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی شفیع نہ ہوگا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دنیا میں خواہ کیسی ہی املاک و اشیاء اور مال و دولت کا مالک تھا مگر وہاں خالی ٹھالی اور سب اشیاء سے تنہی دست پیش ہوگا۔ چنانچہ علامہ خازن فردا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أَيُّ وَحِيدًا لَيْسَ مَعَهُ مِنْ أَحْوَالِ الدُّنْيَا شَيْءٌ.

﴿ترجمہ﴾ اکیلا یعنی جس کے ساتھ دنیا کے احوال سے کوئی چیز نہ ہوگی۔

قبر کے متعلق متفرق مسائل

عرس ۱..... ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی قوم کے پیشوا و مقتدا کو اگر کسی بڑی مہم یا غم سے نجات ملے یا کسی طرح کا کوئی بڑا اعزاز حاصل ہو تو اس کی قوم کے لوگ، اُس کے احباب اور عزیز واقارب، اُس کے معتقدین کو بڑی خوشی ہوتی ہے وہ مبارک باد دیتے ہیں، اس کی دعوتیں کرتے اور وہ دن بطور یادگار کے خیال کیا جاتا ہے اور جب وہ زمانہ آتا ہے تو وہ باتیں یاد پڑ جاتی ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

”کہ یہود بوجہ خوشی نجات موسیٰ علیہ السلام اور غرق فرعون عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ:

نَحْنُ أَحَقُّ بِمُوسَىٰ.

یعنی ہم موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ زیادہ حقدار ہیں۔

اور اس دن کا روزہ رکھنا شروع کیا اور اپنے اصحاب کو بھی یہی حکم فرمایا۔

اسی طرح مسلمانوں کے روحانی پیشوا اور بزرگان دین کے وصال جو ظاہری اعتبار سے ایک دردناک اور سخت صدمہ دینے والی مصیبت ہے لیکن بایں اعتبار کہ انہیں آج محبوب حقیقی کا وصل نصیب ہوا، ذات کا غم، ہجر دور ہوا اور لقائے محبوب کا شرف اور اعزاز حاصل ہوا، اُن بزرگوں کے متوسلین مستفیہین اور محبین کو عجب خوشی اور مسرت ہوتی ہے اور جب وہ زمانہ اور وہ دن آتا ہے تو انہیں وہ بزرگ یاد آ جاتے ہیں اور شرعی حد جواز کے اندر خوشیاں مناتے ہیں، تلاوت قرآن اور کھانا کھانا وغیرہ کا ثواب ان کی روح پاک کو ہدیہ کرتے ہیں جو ان کے لئے بمنزلہ مبارک باد و دعوت کے ہے۔

عرس کا جواز احادیث سے:

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ فَيَقُولُ:

﴿سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ وَالْخُلَفَاءُ الْأَرْبَعَةُ هَكَذَا يَفْعَلُونَ.

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہیدوں کی قبروں پر تشریف لے جاتے، پھر کہتے: سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ سلامتی ہو تم پر بعوض اس کے جو تم نے صبر کیا پس اچھا

۱۔ عرس کے لغوی معنی شادی کی ضیافت اور جشنِ عروسی کے ہیں، اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کسی بزرگ کے وصال کے روز قرآن مجید پڑھ کر یا طعام و شیرینی غریاء اور مساکین میں تقسیم کر کے اس کا ثواب اس بزرگ کی روح کو بخشا جائے۔

ہوا آخری ٹھکانا اور چاروں خلفاء بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

اس حدیث شریف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور چاروں صحابہ کرام کا ہر سال شہیدوں کی قبروں پر جانا ثابت ہوا جو عرس کی اصل ہے۔

عرس کے جواز میں علمائے محدثین کے فتاویٰ:

اب عقل سلیم والوں کے لئے ہندوستان کے مشہور و معروف محدثین کے فتوے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو اس مسئلہ کے جواز کے متعلق شک و شبہ نہ رہے۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ:

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

ازیس جاست حفظ أعراس مشانخ و مواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے میت و اعتنائے تمام کردن بتعظیم۔

﴿ترجمہ﴾ اسی پر مبنی ہے مشائخ کے ایام عرس کی حفاظت کرنا اور ان کی زیارت قبور کے پابند رہنا، اور میت کے لئے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کو لازم سمجھنا اور تعظیم کا پورا خیال رکھنا۔

شیخ عبدالحق محدث علیہ الرحمہ دہلوی کا فتویٰ:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مائت بالسنة میں تحریر فرماتے ہیں:

إِنَّمَا هُوَ مِنْ مُسْتَحْسَنَاتِ الْمُتَأَخِّرِينَ.

﴿ترجمہ﴾ عرس متاخرین کے نزدیک بہتر اور نیک ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عرس کے متعلق فتاویٰ عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

رفتن بر قبور ہر سالے یک روز معین کردہ سہ صورت است: اول آن کہ یک روز معین نموده یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردماں بر قبور محض بنابر زیارت و استغفار بروند این قدر از روایات ثابت است. و در تفسیر در مُنْثُور نقل نموده کہ بر سرِ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر مقابر مے رفتند بدعا برائے مغفرت اہل قبور مے نموده، این قدر ثابت و مستحب است۔

دوم آن کہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ گفتند و فاتحہ

بر شیرینی یا طعام نموده تقسیم در میان حاضران نمایند این قسم معمول به زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نبود، اگر کسی این طور بکند باک نیست، زیرا کہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ اَحیاء و اَموات را حاصل مے شود۔

سوم طور جمع شدن بر قبور این ست کہ مردماں یک روز معین نموده و لباس هائے فاخره و نفیس پوشیده مثل روز عید شادماں شدہ بر قبرها جمع مے شوند و رقص و مزامیر و دیگر بدعات ممنوعه مثل سجود برائے قبور و طواف کردن قبور مے نمایند این قسم حرام و ممنوع ست بلکہ بعض بحد کفر مے رسند و ہمیں ست محلّ این دو حدیث :

وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيْدًا. چنانچہ در مشکوٰۃ شریف موجود ست :

وَاللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثْنًا يَّعْبَدُ. این هم در مشکوٰۃ ست۔

﴿ترجمہ﴾ سال میں کوئی ایک دن مقرر کر لینا اس غرض سے کہ خاص اسی دن بزرگوں کی قبر کی زیارت کی جائے اس کی تین

صورتیں ہیں :

اول یہ کہ کوئی ایک دن مقرر کریں اور اس دن صرف ایک ایک شخص یا دو دو شخص کر کے جا کر قبر کی زیارت کر آئیں مگر زیادہ آدمی ایک ہی دفعہ بہ ہیئت اجتماع نہ جائیں تو اس قدر روایت سے ثابت و مستحب ہے، چنانچہ تفسیر در منثور میں منقول ہے کہ ہر شروع سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقابر میں تشریف لے جاتے تھے اور دُعاء اہل قبور کی مغفرت کے واسطے کرتے تھے، اس قدر ثابت ہے اور مستحب ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بہ ہیئت اجتماع مردمان کثیر جمع ہوں اور ختم قرآن شریف کریں اور شیریں یا کھانا پر فاتحہ پڑھیں اور اس کو حاضرین میں تقسیم کریں، ایسا معمول زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین میں نہ تھا، لیکن ایسا کرنے میں مضائقہ بھی نہیں اس واسطے کہ اس میں کوئی برائی نہیں بلکہ اس میں اَحیاء و اَموات کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ لوگ کوئی ایک دن مقرر کر لیتے ہیں اور اس دن لباس ہائے فاخرہ اور نفیس پہن کر عید کی مانند بخوشی و خرمی قبروں کے پاس جمع ہوتے ہیں اور رقص و مزامیر اور دیگر بدعات ممنوعہ کرتے ہیں مثلاً قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور قبروں کا طواف کرتے ہیں، تو یہ طریقہ حرام اور ممنوع ہے، بلکہ بعض لوگ کفر تک پہنچ جاتے ہیں، اور یہی مراد ان حدیثوں سے ہے :

”کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میری قبر کو عید نہ بنالینا“

اور یہی مشکوٰۃ شریف میں ہے یعنی :

اور آپ نے دعا کی ”کہ اے میرے پروردگار! نہ بنادینا میری قبر کو بت کہ اس کی پرستش کی جائے۔

اس فتوے سے کئی باتیں ثابت ہوئیں :

اول.....شاہ صاحب نے تعین عرس کی اصلیت حدیث شریف سے ہم پہنچائی۔

دوم.....قبور صالحین کی زیارت موجب برکت ہے۔

سوم.....قدیم سے حاسد لوگ اختراء باندھا کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس کام کو فرض و واجب جان رکھا ہے، چنانچہ شاہ صاحب کے فتوے سے ثابت ہے کہ یہ طعن جہالت پر مبنی ہے۔

چہارم.....ایک وقت میں جمع بین العبادتین یعنی قرآن مجید اور دعا اور تقسیم شیرینی اور طعام کا تقسیم کرنا انہیں بلکہ مستحسن ہے۔

عرس پر اجتماع کا فائدہ:

عرس پر مسلمانوں کا کثرت سے جمع ہونا بڑا مفید ہے، چنانچہ ہر شخص تلاوت قرآن مجید کرتا ہے اور دیگر ذکر اذکار میں مشغول ہوتا ہے جس سے پڑھنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے اور اس بزرگ کی روح کو بھی ثواب بکثرت پہنچتا ہے جو باعث فیضان ہے، اخوان طریقت اور پیر بھائیوں سے ملاقات ہوگی جو باعث خوشی موجب از دیاد محبت اور سبب تزايد برکات ہے، مشائخ طریقت اور اہل اللہ سے شرف نیاز حاصل ہوتا ہے اور طابعین کو فیوض و برکات نصیب ہوتی ہیں، بلکہ تبلیغ کا موقع بڑا اچھا ہوتا ہے کیونکہ عام وعظوں میں تو لوگ عموماً کم آتے ہیں لیکن عرس میں بالخصوص کثرت سے آجاتے ہیں، اسی واسطے بعض فہمیدہ سجادہ نشین اس موقع پر باقاعدہ علماء و فضلاء کو بلا کر وعظ کراتے ہیں جس سے عوام الناس پر بڑا اچھا اثر پڑتا ہے۔

اصل عرس اَدْلَہُ اَرْبَعہ سے ثابت اور مستنبط ہے، محققین کی ایک بڑی جماعت اصل عرس کے جواز و استحسان کی طرف گئی ہے، لہذا اس کے کُجّر اور فاعل کو بدعتی اور مشرک کہنا نہ صرف ناجائز بلکہ موجب کفر ہے۔

تخصیص روز عرس:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث رسالہ ذبیحہ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

قوله عرس بزرگان خود الخ ایس طعن مبنی است بر جہل باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را هیچ کس فرض نمے داند، آرمے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں بامداد ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شربینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء، تعین روز عرس برائے آن است کہ آن روز مُذْکِر انتقال ایشاں مے باشد از دار العمل بہ دار الثواب و الاھر روز کہ ایس عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است و خلف را لازم است کہ سلف خود را بایں نوع برّو احسان نماید، چنانچہ در حدیث شریف مذکور است کہ وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُو لَه الخ

﴿ترجمہ﴾ سائل کا قول کہ بزرگوں کے عرس کے لئے.....الخ یہ طعن لوگوں کے حال سے عدم واقفیت پر مبنی ہے جن پر طعن کیا گیا

ہے کیونکہ فرضِ شریعہ مقررہ کے سوا اور کسی چیز کو کوئی فرض نہیں سمجھتا، ہاں زیارت اور حصولِ برکتِ قبورِ صالحین سے اور ایصالِ ثواب سے ان کی امداد کرنا اور تلاوتِ قرآن اور دعائے خیر اور تقسیمِ طعام و شیرینی امرِ مستحسن ہے اور خوب ہے علمائے اجماع سے، تعینِ روزِ عرس کا اس لئے ہے کہ وہ دن ان کے انتقال کو یاد دلاتا ہے، جبکہ وہ دارِ العمل سے دارِ الثواب کو گئے ورنہ اگر ہر روز یہ عمل واقع ہو تو موجبِ فلاح و نجات ہے اور خلف کو لازم ہے کہ اپنے سلف کے ساتھ اس طرح نیک سلوک کیا کریں چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے: وَلَدَّ صَالِحٌ يَدْخُلُ الْخَلْقَ کہ نیک فرزند اس کے لئے دعا کرتا ہے۔

بوسہ قبور:

بعض لوگ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی قبروں پر تڑک جان کر بوسہ دیتے ہیں، مغلوبِ الحال اگر ایسا کرے تو بمقتضائے غلبہء محبت غیر ماخوذ ہے، لیکن عوام الناس غیر متمیزین کے لئے بعض جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز، غلبہء محبت کی ایک مثال: مسند امام احمد حنبل جلد ۵/، پانچ میں ہے:

أَقْبَلَ مَرَوَانٌ يَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ قَالَ أَتَدْرِي مَا تَصْنَعُ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ فَإِذَا أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ جِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ وَلَمْ أَتِ الْحَجْرَةَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَبْكُوا عَلَى الدِّينِ إِذَا وَلَّاهُ أَهْلُهُ وَلَكِنْ أَبْكُوا عَلَى الدِّينِ إِذَا وَلَّاهُ غَيْرُ أَهْلِهِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ)

﴿ترجمہ﴾ ایک دن مروان آیا تو اس نے ایک شخص کو قبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چہرہ رکھے دیکھا اس نے کہا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ تو وہ شخص اُس کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ”دین میں جب ایسے لوگ حاکم ہوں جو اس کے اہل ہوں تو مت رونا، بلکہ دین کے لئے اس وقت رونا جب اس پر نا اہل حاکم ہوں۔“

(عمدة القاری جلد ۴/ فتح الباری جلد ۶)

مروان مدینہ منورہ کا حاکم تھا، جس کا ماضی و حال کچھ اچھا نہ تھا محض حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرابت کی بدولت اس درجہ پر فائز ہو گیا تھا ورنہ وہ اس کا اہل نہ تھا، حضرت ابویوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں اس کی اسی نا اہلیت کی طرف اشارہ ہے، اور تعظیمِ روضہء اقدس پر ٹوکنا اس کی نا اہلیت کا ایک ثبوت تھا۔

اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

﴿ایک﴾ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دیگر بزرگوں کی قبروں پر جانا گویا خود ان کے پاس جانا ہے، مزار ایک ظاہری چیز ہے، چنانچہ جب مروان نے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روضہء مقدسہ پر منہ رکھے ہوئے دیکھا اور تعجب سے پوچھا کہ تم یہ کیا کرتے ہو؟ آپ کا یہ فعل مروان کو تعجب خیز معلوم ہوا تو اس کے جواب میں حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ہیں نہ کہ پتھر کے پاس۔

﴿دوسری﴾ یہ کہ حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ نے روضہ مقدسہ پر اپنا منہ رکھا تو اگر عام مسلمان روضہ مقدسہ یا دیگر مزارات اولیاء اللہ پر اپنا منہ رکھیں تو جائز ہوگا کیونکہ صحابی کا فعل حجت اور سند ہے۔

فتاویٰ عالمگیری اور زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں ہے

”کہ والدین اور اولیاء اللہ کی قبروں کو بوسہ دینا اور ان کے ہاتھوں کو چومنا بڑی کبریا کی نیت سے بلا کراہیت جائز ہے۔

محیط طبری نے کہا ہے کہ میں نے اپنے جد بزرگوار محمد بن ابی بکر کی ایک تعلیق میں بروایت امام ابو عبد اللہ محمد بن ابی الصیف دیکھا ہے کہ ایک بزرگ جب قرآن مجید کو دیکھتے تو اسے بوسہ دیتے اور جب حدیث شریف کے اجزاء کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے، اور جس شے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو اس میں یہ بعید نہیں۔

لیلیٰ کے عاشق مجنوں نے کیا اچھا کہا ہے:

أَمْرٌ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلَى أَقْبَلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارِ

میں لیلیٰ کے گھروں پر گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اُس دیوار کو۔

وَمَا جُدُّ الدِّيَارِ شَغَفَنَ قَلْبِي وَلَكِنْ حُبٌّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارِ

اور گھروں کی دیواروں نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا بلکہ گھروں میں رہنے والوں کی محبت نے۔

ہاں عوام الناس کو ضرور احتیاط کرنی چاہئے کیونکہ وہ بے خبری اور لاعلمی میں جائز اور ناجائز امور میں تمیز نہیں کر سکتے۔

طواف قبور: قبروں کے طواف کرنے میں اختلاف ہے بعض جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز، چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

آن کہ طواف کردن قبور صلحاء و اولیاء بلاشبہ بدعت است، زیرا کہ در زمان سابق نبود، و حالا اختلاف است کہ این بدعت حرام است یا مباح؟ بعضی در کتب فقہ مباح نوشتہ اند و اصح آن ست کہ مباح نیست زیرا کہ مشابہت بابت پرستان لازم مے آید کہ آن ها گردا گرد بُتان عمل مے کردند و نیز طواف در شرح محض برائے کعبہ وارد شدہ قبر بزرگ را مشابہہ کعبہ کردن خوب نیست اما ہر کہ این عمل مے نماید اورا کافر گرفتن و از دائرہ اسلام خارج ساختن بسیار شنیع و قبیح است و ہم چنینی تکفیر کنندہ را تکفیر کردن بسیار قبیح است۔

(فتاویٰ عزیزی جلد ۲/)

﴿ترجمہ﴾ صلحاء اور اولیاء کرام کی قبروں کا طواف کرنا بے شک بدعت ہے کیونکہ زمانہء سابق میں اس کا وجود نہ تھا، لیکن اس میں

اختلاف ہے کہ آیا یہ بدعت حرام ہے یا مباح، بعض فقہ کی کتابوں میں مباح لکھا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ مباح نہیں ہے، اس لئے کہ بت پرستوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے کہ وہ لوگ جنوں کے گرد گرد گھومتے ہیں اور نیز طواف کرنا شرع شریف میں خانہ کعبہ کے واسطے ہی مختص ہے، لہذا کسی بزرگ کی قبر کو کعبہ سے مشابہ کرنا اچھا نہیں، لیکن جو کوئی ایسا کرے تو اس کو کافر کہنا یا اسلام سے خارج جاننا بہت بُری بات ہے اور ایسے ہی کافر کہنے والے کو کافر کہنا بہت بُری بات ہے۔

قبروں کو سجدہ کرنا:

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں نہ صرف جاہل لوگ بلکہ بعض صاحب علم صوفی بھی اس لعنت میں مبتلا پائے جاتے ہیں، جاہل تو بھلا ممکن ہے کہ وہ اس فعل کو شرک نہیں جانتے ہوں گے، لیکن صاحب علم تو باخبر ہوتے ہیں ان پر سخت افسوس آتا ہے کہ وہ جان بوجھ کر عوام الناس کے سامنے قبروں کو سجدہ کرتے ہیں، چنانچہ راقم نے پچشم خود ایک مشہور و معروف صوفی صاحب علم کو جو واعظِ خوش بیان بھی تھے لاہور داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ کی مزار مبارک پر علانیہ سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اس سے یہ لوگ نہ صرف خود ہی گمراہ ہوتے ہیں، بلکہ ان بزرگ صورت صوفیوں کی دیکھا دیکھی عوام الناس بھی اس فعلِ شرکیہ کے مرتکب ہونے لگتے ہیں جن کا وبال ان نام کے صوفیوں کی گردن پر ہوگا۔

ان گمراہ صوفیوں کی ہدایت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں ممکن ہے کہ ان کی ہدایت کا باعث ہوں اور عوام الناس ایسے گمراہ صوفیوں اور نام کے مولویوں کی صحبت سے بچ جائیں، وَمَاتُوا فَيَقُيَ الْآبَالِہِ:

﴿۱﴾ عَنْ أَبِي مَرْثِدَ الْغَنَوِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تَصَلُّوا إِلَيْهَا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ

ان کی طرف نماز پڑھو۔ (مشکوٰۃ)

﴿۲﴾ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا. (رَوَاهُ تِرْمِذِي)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز

ہوتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (مشکوٰۃ)

﴿۳﴾ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزَبَانَ لَهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ يُسْجَدَ لَهُ فَاتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي رَأَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزَبَانَ لَهُمْ فَأَنْتَ أَحَقُّ أَنْ تُسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِي أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتُ بِقَبْرِى أَكُنْتُ تَسْجُدُ لَهُ؟ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوا. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں شہر حیرہ میں گیا، وہاں کے لوگوں کو اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا میں نے خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرنے کے زیادہ لائق ہیں پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں شہر حیرہ میں گیا وہاں کے لوگوں کو اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا، لہذا آپ زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا خیال تو کرو کہ اگر تو میری قبر پر گزرے تو کیا تو اس کو سجدہ کرے؟ میں نے کہا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نہ کر۔ (مشکوٰۃ)

حضرت معاذ صحابی رضی اللہ عنہ کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا:

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد اول میں یہ حدیث تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ قَتَادَةُ فِي قَوْلِهِ ﴿وَخَرُّوْا لَهُ سُجْدًا﴾ كَانَتْ تَحِيَّةَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ سُجُودٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ وَعَنْ صُهَيْبٍ أَنَّ مَعَاذًا لَّمَّا قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ سَجَدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعَاذُ مَا هَذَا؟ قَالَ إِنَّ الْيَهُودَ تَسْجُدُ لِعُظْمَائِهَا وَعُلَمَائِهَا وَرَأَيْتُ النَّصَارَى تَسْجُدُ لِقِسِسِهَا وَبَطَارِقَتِهَا قُلْتُ مَا هَذَا؟ قَالُوا تَحِيَّةُ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَذَبُوا عَلَيَّ أَنْبِيَائِهِمْ.

﴿ترجمہ﴾ قتادہ رضی اللہ نے ﴿خَرُّوْا لَهُ سُجْدًا﴾ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس زمانہ میں سجدہ کرنا لوگوں کے درمیان ایک تحیت و تعظیم تھی، اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! یہ کیا؟ عرض کیا یہود اپنے عالموں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ نصاریٰ اپنے عالموں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے ان سے کہا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا انبیاء علیہم السلام کی تحیت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اپنے انبیاء پر جھوٹ بولا۔

قبروں پر گانا بجانا اور مجالس قوالی کرنا:

آج کل بزرگوں کی قبروں پر دیکھا گیا ہے کہ وہاں طوائف وغیرہ بھی آکر ناچتی اور گاتی ہیں اور میراثی ستار، باجا، ڈھول وغیرہ بجاتے ہیں، یہ غلط ہے، مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیز جلد اول میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

استعمالِ آہنگ ہمراہ معازف و مزامیر و آلاتِ لہو ممنوع و حرام برقبور یا غیر قبور حرمتِ ایس چیزها یعنی معازف و مزامیر و آلاتِ لہو در کُتُبِ حدیث و فقہ مشروح و مبسوط است فقط آوازِ غنا یا ہمراہ دف جائز است بر غیر قبور و برقبور بدعت است احتراز اولی است۔

﴿ترجمہ﴾ جب سرود یعنی راگ کا شغل مزامیر اور آلاتِ لہو کے ساتھ ہو تو منع اور حرام ہے قبر کے پاس ہو یا دوسری جگہ، مزامیر اور آلاتِ لہو کی حرمت کُتُبِ حدیث اور فقہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے، البتہ جب صرف راگ ہو یا دف کے ساتھ ہو تو جائز ہے،

بشرطیکہ قبر کے پاس نہ ہو اور اگر قبر کے پاس ہو تو بدعت ہے اس سے پرہیز چاہئے۔

اب ارشادات رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پیش کئے جاتے ہیں:

﴿۱﴾ عَنْ أَبِي عَامِرٍ وَأَبِي مَالِكٍ ۖ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحَزْنَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَارِفَ . (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابی عامر اور ابی مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری اُمت میں سے بعض لوگ ایسے ہوں گے جو حلال کر لیں گے خنزیر اور ریشم اور شراب اور باجے کو۔ (مشکوٰۃ)

﴿۲﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَنَاءُ يُنْبِثُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِثُ الْمَاءُ الزُّرْعَ . (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسا کہ پانی کھیتی اُگاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

﴿۳﴾ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ وَأَمَرَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ بِمَحَقِّ الْمَعَارِفِ وَالْمَزَامِيرِ وَالْأَوْلِيَانِ وَالصُّلَيْبِ وَأَمْرُ الْجَاهِلِيَّةِ . (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو الامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھ کو میرے پروردگار نے آلاتِ لہو اور مزامیر اور بٹوں اور صلیب اور جاہلیت کے کام کے مٹانے کا حکم دیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

﴿۴﴾ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَسَمِعَ مِزْمَارًا فَوَضَعَ إصْبَعِيهِ فِي أُذُنَيْهِ وَنَادَى مِنَ الطَّرِيقِ إِلَى الْجَانِبِ الْأَخِيرِ ثُمَّ قَالَ لِي بَعْدَ أَنْ بَعْدَ يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا؟ قُلْتُ لَا، فَرَفَعَ إصْبَعِيهِ مِنْ أُذُنَيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ يَرَاعٍ وَصَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ قَالَ نَافِعٌ وَكُنْتُ إِذْ ذَاكَ صَغِيرًا (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک راستے میں تھا، انہوں نے ایک مزار کی آواز سنی اور اپنے دونوں کانوں میں دونوں انگلیاں رکھ لیں اور اس راستے سے دوسری طرف ہٹ گئے،

۱۔ نفاق بمعنی معروف۔ غنا سے کیونکر پیدا ہوتا ہے؟ اس سوال کا ایک معقول اور مدلل جواب دل میں پیدا ہوا کہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جلد کے اندر یقین کا ایک نور درخشاں ہو گیا، الحمد للہ سنے غنا سے عشقیہ جذبات خصوصاً عشقِ مجازی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور عشقِ مجازی ایک بناوٹی اور متکلف خود پیدا کی ہوئی کیفیت ہوتی ہے جس کو عشقِ حقیقی سے کچھ بھی مناسبت نہیں اور بناوٹ کی ہر بات نفاق ہوتی ہے، شاعروں کی غزلیات میں بھی منافقانہ عشق بھرا ہوتا ہے، اور یہی عشق غنا و ترنم کا ثمرہ ہے اور یہ خاص نفاق کا شعبہ ہے)

پھر دور ہو جانے کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اے نافع! تو کچھ (اُس کی آواز) سنتا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، پس اپنی انگلیاں کانوں سے نکال لیں اور کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا، آپ نے ایک بانسری کی آواز سنی اور اسی طرح کیا جس طرح کہ میں نے کیا ہے، حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا، اس واسطے مجھ کو کان بند کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ (مشکوٰۃ)

مسلمانو! غور کرو کہ جس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر پرہیز فرمائیں اس میں منہمک ہونا کس قدر معیوب اور گناہ ہے۔

قبروں پر چراغ جلانا:

اولیاء اللہ کی قبروں پر چراغ جلانا مختلف فیہ ہے، لیکن صحیح یہ ہے بعض حالتوں میں جائز ہے اور بعض میں ناجائز چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَّعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجدیں بنانے اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت کی۔ (مشکوٰۃ)

بظاہر یہ حدیث قبروں میں چراغ جلانے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے، لیکن اس کی تشریح علمائے محققین نے یہ فرمائی ہے کہ اگر قبر پر چراغ جلانے سے اس کے معنی حقیقی مراد ہیں یعنی خاص قبر پر چراغ رکھنا اور قبر سے چراغ دان کا کام لینا تو یہ واقعی ناجائز ہے کہ اس میں بے ادبی گستاخی اور حتی میت میں تصرف اور دست اندازی ہے، لیکن اگر قبر پر سر راہ ہو اور نیت یہ ہو کہ رہ گزر اس کو دیکھ کر فاتحہ پڑھیں یا اگر وہ قبر کسی عالم یا ولی اللہ کی ہے تو جائز ہے کہ اس سے اس کی تعظیم اور ادب و احترام ہوتا ہے۔ (تفسیر روح البیان)

علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ حدیقہ میں تحریر فرماتے ہیں:

هَذَا كُلُّهُ إِذَا خَلَا مِنْ فَائِدَةٍ وَأَمَّا إِذَا كَانَ مَوْضِعَ الْقُبُورِ مَسْجِدًا أَوْ عَلَى طَرِيقٍ أَوْ كَانَ هُنَاكَ أَحَدٌ جَالِسٌ أَوْ كَانَ قَبْرٌ وَلَيْ مِّنَ الْأَوْلِيَاءِ أَوْ عَالِمٍ مِّنَ الْمُحَقِّقِينَ تَعْظِيمًا لِّرُوحِهِ الْمُشْرِقَةِ عَلَى تُرَابِ جَسَدِهِ كَإِشْرَاقِ الشَّمْسِ عَلَى الْأَرْضِ إِغْلَامًا لِلنَّاسِ أَنَّهُ وَلِيٌّ لِّيَتَبَرَّكَوْا بِهِ وَيَدْعُوا اللَّهَ تَعَالَى عِنْدَهُ فَيُسْتَجَابَ لَهُمْ فَهُوَ أَمْرٌ جَائِزٌ لَا مَنَعُ مِنْهُ وَالْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ۚ

(ترجمہ) قبروں میں چراغ روشن کرنے کی ممانعت صرف اس حالت میں ہے کہ نفع سے بالکل خالی ہو، ورنہ اگر موضع قبر میں مسجد ہو، یا قبر راہ گزر پر ہے یا وہاں کوئی بیٹھا ہے یا کسی ولی یا عالم محقق کا مزار ہے اس کی روح مبارک جو اس کی خاک بدن پر اس طرح پرتو ڈال رہی

ہے جیسے آفتاب زمین پر، اس کی تعظیم کے لئے چراغ جلائیں تاکہ لوگ جانیں کہ یہ ولی اللہ کا مزار ہے، اس سے برکت حاصل کریں اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ جائز ہے، جس سے ممانعت نہیں اور کام نیتوں پر ہیں۔

قبروں پر غلاف وغیرہ چڑھانا:

قبروں پر غلاف وغیرہ چڑھانا مختلف فیہ ہے، لیکن اہل اللہ کی قبروں پر ان کی توقیر و عزت کے لئے جائز ہے، چنانچہ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کشف النور عن اصحاب القبور میں تحریر فرماتے ہیں:

لَكِنْ نَحْنُ الْآنَ نَقُولُ اِنْ كَانَ الْقَصْدُ بِذَلِكَ التَّعْظِيمِ فِي اَعْيُنِ الْعَامَّةِ حَتَّى لَا يَخْتَقِرُوا صَحَابَ هَذَا الْقَبْرِ الَّذِي وَضِعَتْ عَلَيْهِ الثِّيَابُ وَالْعِمَامَةُ وَلَجَلَبِ الْخُشُوعِ وَالْاَدَبِ لِقُلُوبِ الْعَافِلِينَ الرَّائِرِينَ لِأَنَّ قُلُوبَهُمْ نَافِرَةٌ عَنِ الْحُضُورِ وَالتَّأْدِبِ بَيْنَ يَدَيِ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ تَعَالَى الْمَذْفُونِينَ فِي تِلْكَ الْقُبُورِ كَمَا ذَكَرْنَا مِنْ حُضُورِ رُوحَانِيَّاتِهِمُ الْمُبَارَكَةِ عِنْدَ قُبُورِهِمْ فَهُوَ أَمْرٌ جَائِزٌ لَا يَنْبَغِي النَّهْيُ عَنْهُ لِأَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ أَمْرٍ مَانَوِيٌّ ۚ

(تنقيح الفتاوى الحامديه للعلامة محمد بن عابدين الشامي)

﴿ترجمہ﴾ لیکن ہم اس وقت میں یہ کہتے ہیں کہ اگر اس سے مقصود عوام کی نگاہ میں مزارات اولیاء کی تعظیم پیدا کرنی ہوتا کہ جس مزار پر کپڑے اور عمامے رکھے دیکھیں مزار ولی جان کر اس کی تحقیر سے باز رہیں، اور تاکہ زیارت کرنے والے غفلوں کے دلوں میں خشوع و ادب آئے کہ مزارات اولیاء کے حضور میں حاضری میں ان کے دل نفرت رکھتے ہیں، اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ مزارات کے پاس اولیائے کرام کی روحوں حاضر ہوتی ہیں تو اس نیت سے چادر ڈالنا امر جائز ہے، جس کی ممانعت نہ کرنی چاہئے، اس لئے کہ اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہے۔

قبرستان میں خورد و نوش:

بعض لوگوں کا دستور ہے کہ ہر برس مقبروں اور خانقاہوں پر جا کر کچھ نذر و نیاز اور صدقات و خیرات کرتے ہیں، کھانا پینا وہاں پر تیار کرتے ہیں اور خاص و عام علماء اور مشائخ کو بلا کر ختمات پڑھا کر کھلاتے پلاتے ہیں اور بعض بعض مقامات پر مرد اور عورتیں بھی جمع ہوتی ہیں، اجنبی عورتوں اور مردوں کا مل کر بیٹھنا ہر جگہ ممنوع ہے، خواہ مسجد ہو یا مقبرہ وغیرہ اگرچہ بعض علماء نے مستورات کو مقابر پر جانے کی اجازت دے دی ہے، مگر فی زمانہ احتیاط اولیٰ ہے قبرستان میں کھانا پینا مکروہ ہے کیونکہ قبر جائے عبرت ہے نہ جائے عشرت، ہاں اگر وہاں پر ختمات پڑھ کر کچھ تقسیم کر دیا جائے اور لوگ اس کو اپنے اپنے گھروں میں لے جا کر یا قبرستان سے فارغ بیٹھ کر کھائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

بزرگوں کی قبروں پر نذریں اور چڑھاوے چڑھانا:

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ بزرگوں کے مزاروں پر شیرینی، دودھ، پوری، حلوے وغیرہ اشیاء اور نقدی چڑھاتے ہیں یہ مختلف

فیہ ہے، لیکن اگر اس چیز خوردنی پر فاتحہ حسب معمول بنام خدا پڑھ کر اس کا ثواب اس بزرگ کی روح پر فتوح کو بخشا جائے اور وہ چیز محتاجوں میں تقسیم کی جائے تو یہ بالاتفاق جائز ہے، چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حقیقت این نذر آن ست کہ اهدائے ثواب طعام و انفاق و بذل مال بروح میت کہ امریست مسنون و از روئے احادیث صحیحہ ثابت است مثل ماورد فی الصّحیحین من حال ام سعد و غیرہ این نذر مستلزم مے شود پس حاصل این نذر آنست کہ آن نسبت مثلاً اهداء ثواب هذا القدر الی روح فلاں و ذکر ولی برائے تعین عمل منذور ست نہ برائے مصرف و مصرف ایشان متوسلان آن ولی مے باشند از اقارب و خدمہ ہم طریقان و امثال ذالک و ہمیں ست مقصود نذر کنندگان بلاشبہ و حکمہ آنہ صحیح یجب الوفاء بہ لآنہ قرینہ معتبرہ فی الشرع.

﴿ترجمہ﴾ اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ یہ کھانے اور مال خرچ کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچانا ہے اور یہ امر سنت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ بخاری، مسلم میں ام سعد وغیرہ کے حال سے ثابت ہوا ہے یہ نذر لازم ہو جاتی ہے تو اس نذر کا حاصل طعام وغیرہ کی ایک مقدار معین کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو پہنچانا ہے اور ولی کا ذکر عمل منذور کی تعیین کے لئے ہے نہ مصرف کے لئے، مصرف اس نذر کرنے والوں کے نزدیک اس ولی کے اقارب اور خدام اور ان کے طریقہ والے اور متوسلین ہیں، اور بلاشبہ نذر کرنے والوں کا یہی مقصود ہے اور اس نذر کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے، اس کی وفا واجب ہے اس لئے کہ وہ شریعت میں قربت معتبرہ ہے۔

اولیاء اللہ کی قبروں کی حفاظت کرنے والوں کو نذر دیں دینا:

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیز یہ میں تحریر فرماتے ہیں جس کا اصل فتاویٰ عالمگیریہ سے ماخوذ ہے:

اگر گفتہ شود یا الہی نذر کردم برائے تو اگر شفادہی مریض را یا مانند آن طعام بخوام داد فقراء را کہ بردروازہ سید نفیس اند یا مانند آن یا خرید خواہم کرد بور یا ہائے مسجد یا روغن زیت برائے روشنی آن مسجد یا د راہم خواہم داد برائے کسی کہ خدمت شعائر مسجد مے کند از قسمے کہ در آن نفع فقرا باشد و نذر برائے خدا و ذکر نمودن شیخ جز این نیست کہ محل صرف نذر ست برائے مستحقان این نذر جائز است۔

﴿ترجمہ﴾ اگر یہ کہا جائے کہ یا الہی! میں نے تیرے لئے نذر کی اگر تو مریض کو تندرست کرے یا اس کی مثل تو میں ان فقراء کو کھانا کھلاؤں گا جو سید نفیس کے آستانہ پر رہتے ہیں، یا مسجد کے لئے بور یا خریدوں گا یا اس مسجد کی روشنی کے لئے تیل یا اس کو روپے دوں گا جو مسجد کی خدمت کرے، نذر خدا کے لئے اور شیخ کا ذکر صرف اس لئے ہے کہ وہ مستحقوں پر نذر کے خرچ کرنے کا محل ہے، یہ نذر جائز ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری منقول از بحر الرائق و طحاوی)

قبر کے مصارف کے لئے کچھ وقف کرنا:

مولانا شاہ صاحب موصوف ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

مصارفِ قبر ہیچ معنی شرعی ندارد، مگر ہماں وقت کہ مردہ دفن مے شود اگر کسے اراضی از ملک خاص خود بنابر خادمانِ قبر وقف کند خادماں را خوردن آن جائز است بشرطیکہ شرط خدمت بجا آرند و آن شرط این ست کہ مردم را ز طواف و سجدہ قبر منع کنند و از فواحش آنجا بہ پرہیزانند و از داشتنِ نذر و منت از نقد و جنس بر قبر منع کنند و دفع سا زند اگر شرط خدمت نہ بجا آورده خوردند و خورا نند حرام است۔

﴿ترجمہ﴾ مصارفِ قبر کا کوئی شرعی معنی نہیں سوا اس وقت کے کہ جب مردہ دفن کیا جاتا ہے (یعنی اس وقت قبر کھودنے وغیرہ میں جو صرف ہوتا ہے وہ البتہ مصرفِ قبر کا شرعاً ثابت ہے) اور اگر کوئی شخص اپنی ملکِ خاص کی اراضی خادمانِ قبر کے لئے وقف کرے تو خادموں کے لئے جائز ہے کہ اس اراضی کا غلہ کھائیں، بشرطیکہ وہ شرطِ خدمت بجالائیں اور وہ شرط یہ ہے کہ لوگوں کو قبر کا طواف اور سجدہ کرنے سے منع کریں اور امورِ ممنوعہ سے لوگوں کو بچائیں اور نقد و جنس بطورِ نذر و منت قبر پر رکھنے سے منع کریں اور ایسی چیزوں کو دفع کریں اور اگر شرطِ خدمت نہ بجا لائیں تو ان کے لئے اس اراضی کا غلہ کھانا حرام ہے۔

قبروں وغیرہ کی متعلقہ نذر کا ایفاء کرنا:

اگر کسی نے کسی کام کی نذر مانی ہو مثلاً یہ چیز فلاں جگہ یا قبر کے فقیروں کو اللہ خیرات کرنی ہے، یا فلاں بزرگ کو اس کا ثواب پہنچانا ہے، تو اس کا وفا کرنا ضروری ہے لیکن اگر کسی خلافِ شرع کام کی نذر مانی ہو تو ہرگز ادا نہ کرے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

﴿۱﴾ عَنْ ثَابِتِ بْنِ ضَحَّاكٍ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنَحَرَ ابِلًا بِيَوَانَةَ فَاتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيهِ وَثْنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا لَا. فَهَلْ كَانَ فِيهَا عَيْدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟ قَالُوا لَا. قَالَ أَوْفِ بِنَذْرِكَ فَإِنَّهُ لَا وَفَالَ نَذْرٌ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں نذر مانی کہ مقامِ یوانہ میں اونٹ ذبح کرے گا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا وہاں جاہلیت کے جُحوں سے کوئی بُت ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا وہاں عید ہوتی ہے ان کی عیدوں سے؟ اس نے عرض کیا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی نذر کو پورا کرو، ہاں اللہ کی معصیت میں نذر نہیں نہ اس میں جو انسان کے مقدور سے باہر ہو۔ (مشکوٰۃ)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللَّهَ فَلْيُطِعهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يُعْصِيَ اللَّهَ فَلَا يُعْصِيهِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے نذر مانی ہو خدا کی اطاعت کی وہ ادا کرے، اور جس نے نذر مانی ہو خدا کے گناہ کی تو اس کو ادا نہ کرے۔ (مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے کہ اگر نذر شرع کے موافق ہو جیسے صدقہ، نماز، روزہ، حج وغیرہ تو اس کا ادا کرنا واجب ہے، اور اگر خلاف شرع کی نذر اور منت مانی ہو جیسے ماں باپ سے نہ بولنا وغیرہ تو ہرگز ادا نہ کرے۔

خاتمۃ الکتاب:

راقم الحروف نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور انبیاء و اولیاء کی روحانی تاثیر سے مسئلہ امداد و توسل کو قرآن مجید، احادیث نبویہ، آثار صحابہ اور اقوال صلحاء و علماء سے ثابت کر دیا اور منکرین کے ہر ایک زبردست سے زبردست اعتراض کا دندان شکن جواب دے دیا، امید قوی ہے کہ وہ شخص جو عقل سلیم رکھتا ہے اگر تعصب کو دور کر کے حق شناسی سے ان اوراق کا مطالعہ کرے گا تو اس کے تمام شکوک و شبہات رفع ہو جائیں گے، ہاں اگر کسی منکر کو اس قدر دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ہوتے ہوئے بھی تسلی نہ ہو تو اس کا علاج خدا کے ہاتھ میں ہے، ہمارا کام تو سمجھا دینا ہے اگر وہ نہیں سمجھتا تو اس میں راقم الحروف کا کوئی قصور نہیں بقول شیخ سعدی علیہ الرحمہ:

گر نیا ید بگوش رغبت کس بر رسولان بلاغ باشد و بس

﴿ترجمہ﴾ اگر کسی کے رغبت کے کان میں نصیحت نہ پڑے (تو ناصح کو کوئی نقصان نہیں کیوں کہ) پیغام پہنچانے والوں کی ذمہ داری صرف پہنچا دینا ہوتی ہے۔

دعا بدرگاہ رب العالمین:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَارِبِهِ وَلِكَاتِبِهِ وَلِسَامِعِهِ وَلِنَاطِرِهِ وَلِحَافِظِهِ وَجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ مِنَ الذُّنُوبِ الصَّغَائِرِ وَالْكَبَائِرِ كُلِّهَا بِحَقِّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَبِحَقِّ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَالْأَوْلِيَاءِ الْكَامِلِينَ وَبِكَرَمِكَ يَا أَكْرَمَ الْأَكْرَمِينَ وَبِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ الطَّاهِرِينَ الطَّاهِرِينَ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا.

يَا إِلَهَ الْعَالَمِينَ! اپنے حبیب پاک کے طفیل سے میرے نخت جگر فرزند ارجمند عزیز القدر محمد بشیر احمد ایم اے کو جمع حوادث روزگار سے محفوظ رکھ، دین و دنیا میں اس کو سرسبز اور اور شاد ماں کر اور سلف صالحین کا متبع کر، اور اس کے نور چشم محمد بلال کو دین و دنیا میں ترقی دے اور اس کو اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

مناجات

یا الہ العالمین! بارِ گناہ آورده ام

ایس بار برپُشتِ دوتا آورده ام

﴿ترجمہ﴾ اے جہانوں کے معبود! میں گناہوں کا بوجھ لایا ہوں اپنی گہری پیٹھ پر یہ بوجھ لے کر حاضر ہوا ہوں۔

غیر تو ملجا و ماوا نیستم در دوسرا

رحم کن یا راجما حالِ تباہ آورده ام

﴿ترجمہ﴾ دونوں جہانوں میں تیرے بغیر ٹھکانا اور پناہ گاہ کوئی نہیں ہے، اے رحم فرمانے والے! اے رحم فرمانے والے! میں تباہ حال

کے ساتھ آ رہا ہوں۔

دستگیر نیست دیگر جز تو در دنیا و دیں

باہزاراں انفعال ایس رُوسیہ آورده ام

﴿ترجمہ﴾ تیرے بغیر دنیا اور دین میں کوئی ہاتھ تھامنے والا نہیں ہے کالے چہرے کے ساتھ ہزار شرمندگی کو لے کر آیا ہوں۔

گرچہ عصیاں بے عدد و اما نظیرِ رحمت است

آیة لَا تَقْنَطُوا بر خود گواہ آورده ام

﴿ترجمہ﴾ گناہ اگرچہ بے حساب ہیں لیکن نظیر تیری رحمت پر ہے تیرے ارشاد لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ (اللہ کی رحمت سے

ناامید نہ ہو) کو اپنے اوپر گواہ لایا ہوں۔

عجز و مسکینی و بے خویشی و دل ریشی بہم

ایں ہمہ درد عوائے عشقت گواہ آورده ام

﴿ترجمہ﴾ عاجزی مسکینی، بے قراری اور زخمی دل ان سب امور کو اکٹھا کر کے تیرے عشق کے گواہ لایا ہوں۔

من نمے گویم کہ بودم سالہا در راہ تو

نیستم گمراہ کہ اکنون انکسار آورده ام

﴿ترجمہ﴾ میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں سالہا سال تک تیرے راستہ پر چلتا رہا ہوں میں گمراہ نہیں ہوں، کیوں کہ عاجزی اور انکساری کے

ساتھ حاضر ہوا ہوں۔

چار چیز آورده ام شاہا کہ در گنجِ تو نیست

بے کسی و نا کسی عجز و گناہ آورده ام

﴿ترجمہ﴾ اے بادشاہِ کل کائنات! میں چار چیزیں ایسی لایا ہوں جو تیرے خزانہ میں نہیں ہیں، اور وہ بے کسی، مجبوری، عجز اور گناہ ہیں

جو میں لے کر آیا ہوں۔

چشمِ رحمت بر کشا مونے سفید من نگر

گرچہ از شرمندگی رونے سیاہ آورده ام

﴿ترجمہ﴾ اپنی رحمت کی آنکھ وافر ما میرے سفید بالوں پر نظرِ عفو فرما، اگرچہ شرمندگی کے باعث میں سیاہ چہرے کے ساتھ آیا ہوں۔

بر گناہ من مبین و بر کریمیت ببین

زانکہ برائیں مرضِ توبہ دوا آورده ام

﴿ترجمہ﴾ میرے گناہوں کو نہ دیکھ اپنی شانِ کریمی کو دیکھ، کیوں کہ گناہوں کے اس مرض کی دوا توبہ کے ساتھ لے کر آیا ہوں۔

توبہ کر دم توبہ کر دم رحم کن رحمت نما
چوں بدر گاہ تو خود را در پناہ آورده ام
﴿ترجمہ﴾ میری توبہ میری توبہ! یا اللہ رحم فرما! کرم فرما! کیوں کہ تیرے دربار میں اپنے آپ کو پناہ حاصل کرنے کے لئے لایا ہوں۔

نعت پنجابی

خدا دے واسطے مینوں بچانا یا رسول اللہ
میں ہاں حیران ہر ویلے کدی نہ چین آیا ہے
بہت اس عشق نے مینوں جخل دَر دَر کرایا ہے
تیرے دربار تھیں خالی گیا جیہڑا، نہیں کوئی
میرے مولا کرو امداد ہاں اوکھا نہایت میں
غماں دے ہجر وچہ میرا بجز ملاح دے بیڑا
جو ہے دل تے میرے نقشہ کراں جے لکھ چارا میں
نزع دا وقت ہے مشکل میری امداد نوں آؤ نا
فرشتے قبر دج آ کے جدوں مینوں ڈراون گے
دھاڑے حشر دے پل توں گزر ہووے جدوں میرا
مٹا دینا ترازو توں نال تولن اوہ عمل میرے
بچا کے ہر مصیبت تھیں ہر اک مومن سنے مینوں
بلا تھیں رنج تھیں غم تھیں چھڈانا یا رسول اللہ
میرے مقصود نوں پورا کرانا یا رسول اللہ
ہُن آیا در تیرے تے نہ ہٹانا یا رسول اللہ
پھر اوں دے واسطے کدرے ٹکانا یا رسول اللہ
کدی تے روندیاں نوں بھی ہسانا یا رسول اللہ
خدا دے واسطے بنے لگانا یا رسول اللہ
قیامت تک نہیں سینے تھیں جانا یا رسول اللہ
دغے ابلیس دے کولوں بچانا یا رسول اللہ
حمایت واسطے اس دم بی آنا یا رسول اللہ
سنے سب دوستاں مینوں بچانا یا رسول اللہ
گناہیں ہاں گناہیں ہاں بچانا یا رسول اللہ
رلا کے ساتھ پھر جنت نوں جانا یا رسول اللہ
نظر رحمت دی کرو صوفی بچارے تے
نہ اس مسکین نوں دل تھیں بھلانا یا رسول اللہ

